

زندگی مجبور

اقمنی خانم

مکمل ناول

فرض کرو یہ جوگ بجوگ ہم نے ڈھونگ رچایا ہو
فرض کرو بس یہی حقیقت باقی سب کچھ مایا ہو

"آ-آ-آ آپ--؟؟
وہ گھبرا کر اٹکتی ہوئی بولی--

"ہاں!!-- کیوں۔ کوئی پریشانی ہے؟۔"
اسے گھبراتا دیکھ کر وہ بولا

"ن۔نن۔۔ نہیں بس ایسے ہی۔۔"
اسے اس طرح گھورتا پا کر وہ حوصلہ کوٹی ہوئی بولی۔

"ہاں۔۔ تو تم ہی ہو وہ نی لڑکی۔۔

وہ اس کے قریب جاتا ہوا بولا۔۔

وہ ابھی دو قدم پیچھے ہوئی تھی کے دیوار سے لگی۔۔۔

"جی۔۔"

وہ آرام سے بولی۔۔

اچھا۔۔۔ تو تمہیں کسی نے بتایا نہیں کے چادر کس طرح اوڑھنی ہے۔۔۔"
اس نے درشتی سے کڑے لہجے میں کہا ماہ اس کے بولنے پر بری طرح سے سہم گئی تھی۔

"آج سیکھایا ہے۔۔۔ اور اب سے برداشت کرنا تم پر ہے۔۔۔"
اس نے کہا۔۔۔ اور چلا گیا۔۔ دروازے کے پاس پہنچ کر رکا اور بولا۔۔

"اور ہاں کسی کو اس سب کے بارے میں بتایا یا اس کمرے سے باہر نکلتی دیکھائی دی تو رد عمل کی ذمہ دار تم
خود ہوگی"

وہ بول کر چلا گیا اس کے جانے بعد وہ زمین پر ڈھے گئی یہ کیا ہوا تھا اس کے ساتھ زندگی اسے کہاں لے آئی تھی۔



"آپ۔۔"

وہ ڈر کر بولی

"ہاں میں۔۔ اور تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھی یہ بتانا پسند کرو گی۔۔"

اس نے پوچھا

"وہ۔۔ وہ۔۔ میں۔۔ آئمہ کے پاس گئی تھی اور اب اپنے کمرے میں جا رہی تھی"

اس نے کہا

"آئندہ اس وقت باہر نظر نہیں آؤ مجھے تم"

اس نے حکم دیا

"جی"

وہ کہتی کمرے میں بھاگ گئی

وہ مجھے چھوڑ جائیں،۔۔ ناممکن!
وہ چلے بھی گئے۔۔۔ بتائے کون؟

"کہاں گئی تھی تم۔۔۔۔"

آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ نشے میں ہے۔

اس کے سوال کرنے پر ایک نظربیزاریت سے اس نے مقابل کو دیکھا۔ مگر کوئی جواب نہیں دیا اس نے۔

"میں نے پوچھا کہاں گئیں تھی۔؟؟"

اس نے پھر پوچھا وہ ابھی بھی وہیں کھڑا تھا آخر اس کا حق تھا پوچھنا

"کہاں چلی جاتی ہو تم۔۔؟؟"

لہجہ نشے سے چور تھا۔

"دور رہو حمزہ"

اس نے اسے اپنے سے دور کرتے گزرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"نہیں رہوں گا دور۔۔ کیا کر لو گی تم۔۔۔"

وہ بضد ہوا تھا

"میں کچھ نہیں کروں گی تم خود ہی بہت کچھ کر لیتے ہو مجھے کچھ کرنے یا بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

اسنے اندر آتے ہوئے کہا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چل بستی میں بنجارہ بن، چل نگری میں سوداگر ہو

جون کا مہینہ تھا سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ سورج سوانیزے پر تھا مگر یہاں گرمی کی فکر کسے تھی فکر تھی تو روزگار کی اپنے بچوں کی ان کے کھانے کی بہت سے لوگ اس کڑی دھوپ میں بھی اپنے بچوں کے لیے محنت کرتے ہیں جو ان کی اولاد ہوتے ہیں کہیں ناکہیں والدین بھی اس بات سے آگاہ ہوتے ہیں کہ اولاد ہمیں کتنا فائدہ دے گی مگر پھر بھی وہ ماں باپ ہوتے ہیں

صبح میں بیٹھی وہ اس وقت سبزی بنا رہی تھی کہ اچانک دروازہ بجنے کی آواز آئی وہ فوراً سے سبزی کی ٹرے ایک طرف رکھتی دروازے کی طرف بڑھی جیسے معلوم ہو کہ کون ہو گا۔

اس نے دروازہ کھولا سامنے ہاتھ میں کچھ سامان جو شاپروں میں تھا لیے کھڑے اپنے باپ کو دیکھا ان کے ہاتھ سے سامان لے کر ان سے سر پر پیار لیتی مخاطب ہوئی وہ لڑکی جو سترہ اٹھارہ برس سے زیادہ نا تھی اس وقت

پرنٹڈ قمیض اور سادہ شلوار پہنے اوپر ڈوپٹہ اوڑے کھڑی تھی آنے والے اس بوڑھے شخص کی بیٹی معلوم ہوتی تھی۔

"آپ آگئے۔۔ مجھے لگا تھوڑی دیر ہو جائے گی آپ منہ ہاتھ دھولیں میں آپ کے لیے پانی لاتی ہو "

اس نے ان کو اندر لا کر صحن میں بچھی اس چارپائی پر بیٹھایا جہاں کچھ دیر پہلے وہ بیٹھ کر سبزی کاٹ رہی تھی۔

وہ اس کی بات سن کر مسکرائے اور اٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا

"مجھے پتا ہی نہیں چلا میری بیٹی اتنی بڑی ہو گئی۔۔"

انہوں نے کہا آنکھیں نم ہو چکی تھیں

"جی ہاں اور آپ کیوں اداس ہو رہے ہیں۔ میرا بڑا ہونا اتنا برا لگا آپ کو بابا جان۔۔"

اس نے معصومیت سے شکوہ کرتے ہوئے پوچھا۔۔ وہ مسکرائے اور کہا

"نہیں میرا بچا مجھے تو فخر ہے اپنے بیٹے پر "

انہوں نے کہا وہ دونوں ایک ساتھ مسکرائے وہ کچن کی طرف بڑھ گئی

وہ دیکھنے میں کوئی عام حویلی نہیں تھی وہ خانپور کے مشہور اور عزت دار زمیندار "میر عالم شاہ" کی حویلی تھی۔ عالم شاہ کی اپنے علاقے میں بہت عزت تھی، وہ جاہ و جلال کے مالک اور رعب و دبدبار کھنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی خانپور میں بہت سی زمینیں تھیں۔ ان کی بیوی (شہنار بیگم) جو بہت نیک سیرت اور بہت اچھے اخلاق کی مالک تھیں سب سے بڑی بات عالم شاہ کی پسند تھیں۔

ان کے چار بیٹے تھے سب سے بڑے بیٹے "کمال شاہ" تھے۔ ان کی شادی شاہ صاحب کی پسند سے ہوئی تھی لیکن وہ خود بھی اس رشتے سے بہت خوش تھے۔ نالما بیگم بہت خوش اخلاق خاتون تھیں ان کو اللہ نے دو بیٹوں سے نوازا تھا۔ بڑا بیٹا میر حارث شاہ اور چھوٹا بیٹا ذیشان شاہ۔ اس کے بعد "جمال شاہ" ان کی شادی ان کی اپنی پسند سے ہی ہوئی تھی ان کی بیوی نازیہ بیگم ایک سمجھدار، حساس اور، اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ ان کو اللہ نے ایک بیٹی سے نوازا تھا اس کا نام آئمہ تھا۔ ان کے بعد آتے ہیں "رحمن شاہ" ان کی شادی بھی ان کی رضامندی سے ہوئی تھی ان کی بیوی عالیہ بیگم تھیں۔ ان کی بیوی ایک چالاک، ہوشیار اور مطلب پرست عورت تھیں۔ ان کی دو بیٹیاں عافیہ جو بالکل اپنی ماں پر تھی ہر عادت اور ہر اعتبار سے اور چھوٹی بیٹی قدرے مختلف تھی سلجھی ہوئی اور خوش اخلاق اس کا نام آنیہ تھا۔ اس کے بعد آتے ہیں "کریم شاہ" انھوں نے اب تک شادی نہیں کی بہت کوششوں کے بعد اب سب نے کہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔۔

شاہ حویلی میں اس وقت کھانے کا دور چل رہا تھا۔ سب لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے ماحول پر سکون تھا۔ اس خاموشی میں صرف چمچوں کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ جب شاہ صاحب بولنے پر سب متوجہ ہوئے۔۔۔

"کمال تمہاری حارث سے بات ہوئی۔۔؟؟"

انہوں نے پوچھا آخر اپنے لاڈلے پوتے کا انتظار کافی دیر سے تھا انھیں۔

"نہیں بابا میری ابھی تک تو کوئی بات نہیں ہوئی پہلے ہوئی تب اس نے کہا تھا ایک دو مہینے لگیں گے۔۔"

کمال صاحب نے اپنی بات مکمل کی۔۔

"اچھا چلو جب بھی آئے خیر سے آئے"

انہوں نے دل سے دعا دی۔۔

سب نے آمین کہا

اس سخت گرمی میں لاہور کی سڑکوں پر گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئیں تھیں وہ کب سے اس ٹریفک کے چکر میں اپنے انٹرویو کے لیے لیٹ ہو رہی تھی۔۔ اس نے مزید یہاں وقت ضائع کرنے کا ارادہ ترک

کرتے ہوئے رکشے والے کو اس کے پیسے دیے اور رکشے سے نکل کر فٹ پاتھ پر تیزی سے چلنے لگی۔۔۔۔۔۔ اب وہ پہنچنے ہی والی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے پہلے وہ خوف کے باعث دیکھنا سکی تھی وہ اس بار پیچھے مڑی اس نے دیکھا دو آدمی اس کا پیچھا کر رہے تھے اس کا شک سہی نکلا تھا لیکن اب خوف سے پورا جسم لرز رہا تھا۔

وہ ایک عورت تھی۔۔ ایک عورت ظاہری طور پر جتنی مرضی کو شش کر لے اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی لیکن کہیں نا کہیں ایک خوف ضرور ہوتا ہے لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ عورت مضبوط ہوتی ہے۔۔ وہ یہ دیکھ پلٹ بھی نہیں سکی تھی انھیں دیکھ کر اپنی نظروں کا زاویہ اور اپنا رخ سامنے کیا نا پیچھے نا آگے اس نے سڑک پار کرنا مناسب سمجھا تھا۔۔ اب وہ سڑک کے دوسری طرف کھڑی تھی اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں ان آدمیوں کا نام و نشان نا تھا۔ اب وہ انتہائی حیران تھی۔ بے حد حیران۔۔ وہ انجان تھی کہ جو اسکا محافظ تھا اس کا تو کام کی اس کی حفاظت کا تھا جو اسے خدا نے دیا تھا۔

کچھ مزید چلنے کے بعد آخر وہ وہاں پہنچ ہی گئی۔۔۔

وہ اندر داخل ہوئی تھی اسے اب انٹرویو دینا تھا وہ ریسپشنسٹ سے ہدایت لیتی ہوئی اس روم میں پہنچی جہاں اسے انٹرویو دینا تھا۔ انٹرویو میں اس سے چند اہم سوال پوچھے گئے تھے وہ ادھر سے نکلی اور اب اسے گھر پہنچنا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو۔۔؟؟"

آنیہ نے اس کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے اس سے سوال کیا۔۔ آئمہ جو بہت دیر سے گہری سوچ میں گم تھی اس کے بولانے پر اچانک گھبرا گئی

"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔۔"

وہ بولی

"کچھ نہیں یا بہت کچھ۔۔"

آنیہ سے چپ نارہا گیا۔۔

"آنیہ۔۔۔۔۔"

آئمہ نے گھورا۔۔

"ہن۔۔ سب پتہ ہے مجھے۔۔"

آنیہ بولی۔

"جب پتہ ہے تو پوچھا کیوں۔"

اس نے آئی برواچکا کر پوچھا

"بس تمہارے منہ سے سننا تھا مجھے۔۔۔"

آنیہ نے کہا

"اچھا جی"

اسنے مزید کہا

"لڑکیو کہاں ہو بھی کھانے کی تیاری کرو آکر۔۔۔"

نیچے سے نازیہ بیگم کی آواز آئی جس پر آئمہ نے آنیہ سے کہا۔

"چلو آنیہ۔"

وہ دونوں اب نیچے جا چکی تھیں۔۔

لیکن وہ بات اور وہ راز وہیں تھا جسے اس نے اپنے دل سے بھی نہیں کہا تھا۔۔۔ نا جانے کب سے وہ یہ راز اپنے دل میں چھپاتی آرہی تھی کے کہیں اگر اس کا دل ٹوٹ گیا تو وہ اپنا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی بہت کچھ ایسا تھا جس سے وہ بھی انجان تھی۔۔

آخر اپنی قسمت کا کس کو پتہ ہوتا ہے کے کب وہ کس موڑ پر لا کر کھڑا کر دے

"کہاں گئی تھی تم۔۔۔۔"

آنکھیں بتا رہی تھیں کے وہ نشے میں ہے۔

اس کے سوال کرنے پر ایک نظر بیزاریت سے اس نے مقابل کو دیکھا۔ مگر کوئی جواب نہیں دیا اس نے۔

"میں نے پوچھا کہاں گئیں تھی۔؟؟"

اس نے پھر پوچھا۔۔

"کہاں چلی جاتی ہو تم۔۔۔۔۔؟؟"

لہجہ نشے سے چور تھا۔

"دور رہو حمزہ۔۔۔۔۔"

اس نے اسے اپنے سے دور کرتے ہوئے گزرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"نہیں رہوں گا دور۔۔ کیا کر لو گی تم۔۔۔"

اسنے کہا

"میں کچھ نہیں کروں گی تم خود ہی بہت کچھ کر لیتے ہو مجھے کچھ کرنے یا بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

اسنے اندر آتے ہوئے کہا

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں

تیرے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

"حمزہ"

وہ گزرنے ہی والی تھی کے حمزہ نے روکا اسنے اس کی کہنی سے پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا

"میں جتنی کوشش کرتا ہوں کے سب ٹھیک ہو جائے تم ایسی حرکتیں کر کے سب کچھ برباد کر دیتی ہو۔"

اسنے اپنی بھوری آنکھیں اس پر گاڑ کر کہا تھا لہجہ بہت کڑا تھا

"میں برباد کرتی ہو اور تم کیا کرتے ہو حمزہ۔۔۔ تم سب ٹھیک کرتے ہو واہ۔۔۔ یونو واٹ حمزہ تم کبھی نہیں سدھر سکتے تم ہمیشہ ایسے ہی تھے رہی بات سب کچھ ٹھیک ہونے تک کی تو رہنے ہی دو بس کرو۔۔۔"

وہ اس سے دور ہوئی اور اپنا ہاتھ چھڑوایا تھا لیکن یہی بات حمزہ کے غصے کو ہوا دینے کے لیے کافی تھی۔۔۔ وہ آگے بڑھا اور اس کے بازو پکڑ کر زور سے دبوچے جس کے باعث اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔

"تم۔۔۔ تم ہمیشہ ہی یہ سب کر کے خود کو مظلوم اور مجھے قصور وار بنادیتی ہو۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے کے میں نہیں جانتا تم کہاں جاتی ہو۔۔۔ ہاں۔۔۔ بولو ذرا کہاں گئی تھی تم۔۔۔ ابھی کہاں سے آئی ہو؟۔"

اس نے اس کا منہ سختی سے اپنی قید میں لیا ہوا تھا۔۔۔

"بولو۔۔۔ کہاں گئی تھی۔۔۔"

وہ غرایا

وہ سہم گئی تھی۔۔۔ آج سے پہلے چاہے ان کے جھگڑے ہوئے تھے لیکن حمزہ نے اس کے ساتھ کبھی یہ سلوک نہیں کیا تھا۔ مگر شاید کچھ تھا جو بہت غلط تھا۔۔۔ بہت کچھ غلط ہونے والا تھا۔ اور کچھ غلط ہو بھی چکا تھا وہ تھا شک جو کسی رشتے میں بھی پیدا ہو جائے سب برباد کر دیتا ہے اور سب کچھ ٹھیک ہونے پر بھی ایک خلش سی دل میں ہمیشہ رہ جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"بابا آپ ٹھیک تو ہیں نامیں نے کہا تھانا کے نہیں جائیں کہیں آپ میری سنتے ہی نہیں ہیں دیکھا اب اتنی طبیعت خراب ہو گئی ہے"

وہ آنکھوں میں آنسو لیے پریشانی سے اپنے والد کو کہہ رہی تھی
ضمان خان کی طبیعت بہت ناساس رہتی تھی جس کے باعث ان کی بیٹی کو ان فکر ہر وقت لاحق رہتی تھی آج باہر کام سلسلے میں گئے تھے اور طبیعت اب کافی حد تک خراب ہو چکی تھی۔ اور اب ان کی بیٹی ان کے لیے خاصی فکر مند نظر آرہی تھی۔

"ماہ بیٹا میں ٹھیک ہوں ایسے ہی پریشان مت ہو۔۔۔"

انھوں نے اس کو فکر کرتا دیکھ کر کہا

"ہاں اب میں فکر بھی ناکروں"

وہ رکی پھر بولی

"بابا آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ اپنا خیال رکھا کریں آپ کے علاوہ میرا کوئی نہیں ہے اس دنیا میں آپ کو کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہو گا سوچا ہے کبھی میں آپ کے بغیر کیسے رہوں گی"

لہجاءِ آنکھیں بھیگیں آنسو باڑ توڑ کر باہر آچکے تھے اب وہ رو رہی تھی۔ وہ اتنی کمزور کبھی نہیں تھی وہ کبھی نہیں روئی تھی لیکن ایک بیٹی کے لیے اس کا باپ کیا حیثیت رکھتا ہے یہ بس وہی جانتی ہے۔ ایک بیٹی کے لیے اس کا باپ اس کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے تو ایک سایہ دار درخت کی مانند ہوتا ہے جو اپنی اولاد کو دنیا کی تلخ حقیقتوں اور ان کی برائیوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے ان کی آسائشیں پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔ باپ امیر ہو یا غریب اسے اپنی اولاد فکر ضرور ہوتی ایک باپ اور بیٹی کا رشتہ بہت ہی خوبصورت ہے جن کے پاس یہ عظیم رشتہ نہیں کوئی ان سے اس کی قدر پوچھے

"ماہ میں ٹھیک ہوں میرے بچے"

انہوں نے کہا

وہ ان کے پاس بیٹھی تھی کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا بس ضرورت کی چیزیں موجود تھیں۔ ایک سنگل بیڈ اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی میز رکھی گئی تھی جس پر ضامن صاحب کی دوائیں، ایک تسبیح، ٹوپی، اور ایک پانی کا گلاس تھا

ضامن صاحب دمہ کے مریض تھے۔ انہیں ٹی۔ بی بھی تھی اور بلڈ پریشر بھی ہائی رہتا تھا۔ ڈاکٹر بس دوائیاں تو دے دیتے لیکن اب تک بس اس خالق کی رحمت تھی کہ وہ اپنی بیٹی کے سر پر سلامت تھے بیڈ کے سامنے دو کرسیاں پڑی تھیں اور کمرے میں ایک الماری تھی جو ان کے استعمال میں تھی۔ وہ کچھ دیر یوں ہی ان کے ساتھ لگ کر بیٹھی رہی

"ماہ بیٹا دیکھو میرے بچے اب میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے میں چاہتا ہوں کوئی اچھا سار شہہ دیکھ کر تمہیں بیاہ دوں"

ان کو اپنی بیٹی کی بہت فکر تھی وہ جانتے تھے ان کے بعد اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا ان کی بات مکمل ہوتے ہی اس نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا کتنے ضعیف ہو گئے تھے وہ

"بابا بالکل بھی نہیں میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی میں یہیں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی"

اس نے کہا

"ماہ اب بالکل ضد نہیں اب بس ہمیشہ تم ایسے ہی تو نہیں بیٹھی رہو گی نا"

"بابا"

وہ روہانسی ہوئی۔۔

"نہیں ماہ اب اور نہیں پہلے میں تمہارے کہنے پر رک گیا تھا نا اب نہیں"

انہوں نے اسے بغیر دیکھے کہا جس سے ان کی ناراضگی واضح ہو رہی تھی

"بابا۔۔ بابا میری طرف دیکھیں۔۔ ناراض ناہوں نا اچھا ٹھیک ہے مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے لیکن پھر آپ بھی وعدہ کریں کہ اپنا خیال رکھیں گے"

اس نے بھی شرط رکھی

"اچھا میں اپنا خیال رکھوں گا"

انہوں نے مسکرا کر جواب دیا

"پھر ٹھیک میں بھی کچھ سوچتی ہوں"

اس کی بات پر وہ دونوں کھل کر مسکرائے

وہ ان کو صبح سے لیٹا کر لائٹ بند کرتی ہوئی۔ ان کے کمرے سے باہر نکل گئی اپنے کمرے میں آکر اس نے وضو کیا اور پھر عشا کی نماز پڑھ کر قرآن کی تلاوت کی۔۔ کچھ دیر بعد اس نے قرآن بند کر کے الماری میں رکھا۔ اور سونے کے لیے لیٹ گئی

ضمان صاحب اور فرقان صاحب دو بھائی تھے۔ ان کے والد وفات پا چکے تھے۔ فرقان صاحب اپنی والدہ کے ساتھ خانپور میں مقیم تھے۔ ان کی بیوی کی وجہ سے انھیں اپنے بھائی سے الگ گھر خریدنا پڑا۔ ان کی ایک بیٹی سارہ جو ماں کی طرح تیز تھی اور ایک بیٹا عثمان جو اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹاتا تھا ضمان صاحب کے گھر بیٹی کی پیدائش کے وقت ان کی بیگم انتقال کر گئیں تھیں۔ وہ بھی اپنی بیٹی کے ساتھ خانپور میں ہی مقیم تھے گھر کے فاصلے اتنے ناتھے لیکن دلوں میں بہت فاصلے تھے ضمان صاحب کی بس ایک ہی بیٹی تھی اب وہ بہت علیل رہنے لگے تھے جس کی وجہ سے انھیں صرف اپنی بیٹی کی فکر تھی

"میری بات ہوئی تھی حادثہ سے بتا رہا تھا کہ پرسوں کی فلائٹ سے واپس آرہا ہے وہ"

کمال صاحب نے شاہ صاحب کو مانو زندگی کی نوید سنادی ہو

"اچھا۔۔ ماشا اللہ ہمارا بچہ اتنے سالوں بعد گھر واپس آرہا ہے شہناز بیگم تیاریوں میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔ سب کو پتا چلنا چاہیے کہ میرا عالم شاہ کا پوتا میرا حادثہ شاہ اتنے سالوں بعد گھر واپس آرہا ہے"

انھوں نے خوش ہوتے ہوئے ایک حکم صادر کیا۔ سب کے چہرے خوشی سے متمم اٹھے تھے

اب بس اس دن کا انتظار تھا

"ہاں تو کیا سوچا جا رہا ہے بھی۔"

آنیہ نے آئمہ سے پوچھا۔ جو شاید ابھی نہا کر نکلی تھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اس وقت اپنے بالوں سلجھاتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔"

اس نے مصروف انداز میں جواب دیا

"ہاں۔۔ تمہارا نہیں اور تم"

اس کی بات نے آئمہ کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا

"ہنسو مت۔ سچ بتاؤ انتظار ہو رہا ہے نا۔"

آنیہ بولی

"ہاں"

مختصر جواب آیا

"تو اس بار تم بتا دو گی کیا"

"ہاں۔۔ شاید پتہ۔۔ نہیں۔۔۔"

وہ خود کچھ سوچنے سمجھنے سے عاری تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ 'محبت' نامی جزبے میں جگڑی جا رہی ہے

"کیا مطلب پتا نہیں۔ ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔۔۔"

آنیہ بولی

"اب کرو آنیہ کاب تم جاو اور مجھے بھی سونے دو۔۔۔"

آئمہ مزید بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے شب خیر"

وہ آئمہ کے کمرے سے باہر نکل گئی

"شش"

""کون۔۔؟ کون ہے۔؟

"چپ۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔ خبردار کچھ بولی تو۔۔۔ ہاتھ ہٹا رہا ہوں اب چیخنا مت۔"

اس نے غصے سے کہا

"آپ؟"

وہ ڈر کر بولی وہ اس کے اتنا قریب کھڑا تھا کہ وہ ذیشان کی گرم سانسیں وہ اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی

"ہاں میں۔۔ اور تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھی یہ بتانا پسند کرو گی۔"

اس نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ آئمہ کے پاس گئی تھی اور اب اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔۔۔"

اس نے کہا۔

"آئندہ اس وقت باہر نظر نہیں آؤ مجھے تم۔۔"

اس نے حکم دیا

"جی۔۔"

وہ کہتی کمرے میں بھاگ گئی

"شاہ صاحب آپ تو جانتے ہیں میرے حالات کیسے ہیں۔۔۔۔۔ شاہ صاحب مجھے آپ سے کچھ قرض چاہیے"

۔۔۔۔۔"

انہوں نے کہا۔۔۔۔۔ شاہ صاحب بہت سخی انسان تھے۔۔۔۔۔ لیکن یہاں رقم زیادہ تھی۔۔۔۔۔

اور پہلے کا بھی بہت قرض باقی تھا۔۔۔۔۔

"شاہ صاحب یقین رکھیں اللہ زندگی رکھے گا تو انشاء اللہ میں آپ کی رقم آپ کے حوالے

کر کے جاؤں گا اور کوشش کروں گا کہ پہلے والی رقم بھی ادا کر دوں زندگی کا کیا بھروسہ آج ہے تو کل نہیں۔۔۔۔۔"

انہوں نے کہا۔۔۔۔۔

"سہی کہہ رہے ہو ضمان لیکن اگر تمہیں کچھ ہو جاتا ہے تو تم ہماری روایات سے تو اچھی طرح واقف ہو گے نا۔۔۔۔۔"

شاہ صاحب بولے۔۔۔۔۔

"جی شاہ صاحب جانتا ہوں۔۔۔۔۔ مگر میری ایک ہی بیٹی ہے اور اگر مجھے کچھ ہو بھی گیا تو گزارش ہے کہ آپ میری بیٹی کی حفاظت کریں گے۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"ضمان تم فکر نہ کرو اللہ خیر کرے گا۔۔۔۔۔ اور پھر بیٹیاں تو سب کی سناجھی ہوتی ہیں۔۔۔۔۔"

شاہ صاحب بولے۔۔۔۔۔

"بہت شکریہ شاہ صاحب۔۔۔۔۔ اللہ آپ کو اس کا اجر ضرور دے گا۔۔۔۔۔"

ضمان صاحب بولے۔۔۔۔۔

"اللہ ہی اجر دیتا ہے ورنہ انسان تو صرف سزا دیتا ہے۔۔۔۔۔"

شاہ صاحب بولے۔۔۔۔۔

"شاہ جی اجازت دیں آپ میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔"

ضمان صاحب نے اجازت چاہی۔۔۔۔۔

وہ اٹھے تھے کے ایک آدمی نے شاہ صاحب کے اشارے پر ایک لفافہ جس میں وہ بھاری رقم تھی ضمان صاحب کو دیا۔۔۔۔۔۔۔

ضمان صاحب نے سر کو خم دے کر اجازت لی اور باہر آگئے۔۔۔۔۔۔۔ انھیں اب وہاں سے گھر جانا تھا۔۔۔۔۔

شہناز بیگم اور شاہ صاحب رات وقت اپنے کمرے میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کے اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔۔۔۔۔

"آجاؤ۔۔۔۔۔۔۔"

فیشان اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ دیکھنے سے ہی یو بہت تھکا ہوا اور نڈھال لگ رہا تھا۔۔۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔۔دا جان۔۔۔۔۔کیسے ہیں آپ۔۔۔۔۔؟؟"

اس نے شاہ صاحب سے کہا۔۔۔۔۔

"وعلیکم اسلام-----برخودار-----کیا ہوا ہے-----یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے
اپنی-----؟؟"

انھوں نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔۔۔ آخر کار پوتا تھا ان وہ جتنے سخت سب کے سامنے بنتے تھے اتنے سخت کبھی نہیں تھے۔۔۔۔۔

"کچھ نہیں بس تھک گیا ہوں۔۔۔۔۔"

زنِ مجبور از قلمِ اقصی خانم

"ہائے میرے بچے اتنا تیز بخار۔۔۔۔۔ میں صدقے میرے بچے۔۔۔۔۔ تم نے کچھ کھایا بھی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ شاہ صاحب دیکھ لیں ذرا۔۔۔۔۔ کسی کو خیال ہی نہیں میرے بچے کا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔"

"ہاں میرے پاس حیا نہیں ہے کیوں کے میرے پاس تو آنیہ ہے نا۔۔۔۔۔"

اس نے مزے سے کہا۔۔۔۔۔ وہ اکثر یوں ہی بی جان سے آکر باتیں کیا کرتا۔۔۔۔۔

"اچھا جی۔۔۔۔۔"

بی جان نے اس کے ارادے سمجھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

"ذیشان۔۔۔۔۔"

دا جان بولے تھے۔۔۔۔۔

"اچھا نایار۔۔۔۔۔ اتنا تو چلتا ہے نا۔۔۔۔۔ اب بھلا میں اپنی بیوی کا نام بھی نہیں لے سکتا"

اس نے معصومیت سے آنکھیں کھول کر انھیں دیکھا۔۔۔۔۔

"اچھا بس بس۔۔۔۔۔ ابھی بیوی نہیں صرف منکوحہ ہے سمجھ آئی۔۔۔۔۔"

انھوں نے اسے ٹوکا۔۔۔۔۔

"میں نہیں مانتا وہ میری بیوی ہے بس۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

داجان کی طرف سے کوئی جواب ناپا کر وہ سمجھ چکا تھا وہ بات نہیں کرنا چاہتے اس بارے میں۔۔۔۔۔۔۔۔

"داجان اب بس نایار اب دیکھیں تو میں کاروبار بھی سنبھالنے لگ گیا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ اب تو میرے خیال سے میری شادی ہو جانی چاہیئے۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسنے ہمت کر کے بولا۔۔۔۔۔۔۔۔ ورنہ کس کی مجال جو شاہ عالم کے سامنے ایسی بات کرے۔۔۔۔۔۔۔۔

"ذیشان بہت ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ اب بس۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہارا بچپنا ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا۔۔۔۔۔۔۔۔ پہلے حارث کی شادی ہو گی اور پھر تمہاری۔۔۔۔۔۔۔۔"

انہوں اسے سمجھایا اور ڈانٹ بھی دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

"میری کیوں نہیں۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔

"بڑا کون ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"بھائی۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔

"تو پھر ضد کیسی۔۔۔۔۔"

وہ یہ بول کر رک گئے تھے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔۔۔۔۔

"آ جاؤ۔۔۔۔۔"

"اسلام و علیکم-----"

کمال صاحب نے اندر داخل ہوتے ہم نے کہا-----

"و علیکم اسلام----- کمال خیریت تو ہے نا-----"

انہوں نے آنے کی وجہ دریافت کرتے ہوئے پوچھا-----

"جی بابا جان بس آپ کو کچھ بتانا تھا-----"

انہوں نے وضاحت دیتے ہوئے کہا-----

"ہاں ہاں بولو کیا بات ہے-----؟؟"

انہوں نے پوچھا-----

"جی بس یہ کہنا تھا کہ حارث کا فون آیا تھا بتا رہا تھا کہ وہ کل نہیں بلکہ دو ہفتوں بعد آئے گا۔۔۔۔۔"

انہوں نے کہا۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔ لیکن کیوں۔۔۔؟"

انہوں نے وجہ پوچھی۔۔۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ کچھ کام ہے ضروری۔۔۔۔۔ اس لیے ایک دو ہفتے لگ جائیں گے۔۔۔۔۔"

کمال صاحب نے اپنی بات مکمل کی۔۔۔۔۔

"اچھا سہی۔۔۔۔۔"

انہوں نے بس اتنا ہی کہا۔۔۔۔۔

کمال صاحب اپنی بات مکمل کر کے اٹھے اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔۔۔۔۔

فیشان نے مظلوم بننے کی پوری اکیٹنگ کی۔۔۔۔۔

"ہاں تب ہی تو یہاں ہو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

انہوں نے اسے مزید کہا۔۔۔

"دا جان۔۔۔"

وہ تنگ آکر بولا۔۔۔

"ایک دفعہ کہہ دینا۔۔۔"

انھوں نے حکم دینے والے انداز میں کہا۔۔۔

اس نے روہانسی شکل بنا کر بی جان کو دیکھا۔۔۔ بی جان نے اسے اشارے سے کہا کہ وہ خود ہی بات کریں
گی۔۔۔۔ اس نے بھی کچھ نہ کہا۔۔۔۔۔

"اچھا پھر ٹھیک ہے۔۔۔۔ شب خیر۔۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

"شب خیر۔۔۔۔۔"

شاہ صاحب نے جواب دیا۔۔۔۔۔

وہ ان کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔۔۔

وہ کب سے یوں ہی بیٹھی تھی ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی اور یہی خاموشی اسے اب ڈرا رہی تھی۔۔۔

اسے ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اسے کوئی بات پوچھتی۔۔۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آج اس ایسا کیا کر دیا تھا کہ جس نے آج تک اسے اس کی مرضی کے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اتنا کچھ بول گیا تھا۔۔۔

"اٹھو۔۔۔"

سر دلچے میں کہا گیا تھا۔۔

وہ ایک ہاتھ اس کے آگے کیے اسے ہاتھ دے کر اٹھانا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن کیوں۔؟؟

یہی بات تو پریشان کن تھی۔۔۔۔

"اٹھو۔۔۔"

اس بار تھوڑی سختی تھی۔

"کیوں۔۔؟؟"

اس نے ہمت کر کے کہا تھا۔۔۔ لیکن پھر اس کی آنکھوں میں دیکھ احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط بول گئی تھی۔۔۔

"میں نے تمہیں کہا اٹھو۔۔۔ سوال جواب مت کرو۔۔۔"

خلاف توقع جواب آیا تھا۔۔۔ اس بہت آرام سے اپنے غصے پر قابو پا کر اسے جواب دیا تھا۔۔۔ وہ صرف حیران تھی اس نے اپنا ہاتھ حمزہ کے ہاتھ میں دیا اس نے پکڑا اور اپنے ساتھ کھینچتا ہوا ڈائننگ ہال تک لے آیا اسے لا کر اس نے ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھا دیا تھا۔۔۔ اور خود بھی اس کے ساتھ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔

وہ ایسا ہی تھا وہ ایسے ہی کرتا تھا جب بھی اسے کھانا کھانا ہوتا اسے ساتھ بیٹھایا کرتا چاہے وہ کھائے یا نہ کھائے۔۔۔۔

اس نے ایک نوالہ بنا کر اپنے منہ میں ڈالا۔۔۔ پھر ایک نوالہ اس کی طرف بڑھایا جس پر توقع کے عین مطابق اس نے منہ پھیر لیا۔۔۔۔

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔۔۔ تم نہیں کھاؤ گی۔۔۔۔۔"

وہ کہہ کر رکا۔۔۔۔ بھر ایک سانس ہوا کے سپرد کی۔۔۔

ضمان صاحب شاہ صاحب کے ڈیرے سے ہو کر اس وقت گھر کی طرف لوٹ رہے تھے کہ اچانک دو قد آور آدمی جو کے نقاب کیے ہوئے تھے ان کی طرف آئے۔۔۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ضمان صاحب کے سر پر بندوق تانی اور ایک بولا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"چل بڑھے جتنا مال ہے نکال دے۔۔۔۔۔۔۔"

"تم لوگ کون ہو اور کیا مسئلہ ہے۔۔۔ میں ابھی پولیس کو فون کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

"واہ بڈھے کتنا مال رکھا ہوا ہے تو نے اپنے پاس۔۔۔۔۔"

"بھائی میری بات سنو۔۔۔۔۔ دیکھو یہ میرے پیسے مجھے دے دو مجھ سے سب کچھ لے لو۔۔۔۔۔"

"اچھا ہم یہ تجھے دے دیتے ہیں اور تو ہمیں کیا دے گا ہیں بول۔۔۔۔۔"

"میں۔۔۔ میں تم لوگوں کو۔۔۔ میرے پاس کچھ پیسے ہیں وہ لے لو مگر یہ دے دو مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔

"ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ بڑھے ہم کیا تجھے بیوقوف نظر آتے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ وہ دونوں آدمی ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے ضمان صاحب کو دھکا دیتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے تھے۔۔۔۔۔

"آئے۔۔۔۔۔ ہائے میرے اللہ۔۔۔۔۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ میری مدد کریا اللہ میری مدد کر۔۔۔۔۔"

وہ زمین سے اٹھ کر اب اپنے کپڑے جھاڑ رہے تھے

اب ہاتھ کچھ ناتھا بے بسی ہی بے بسی تھی وہ اب کیا کرتے۔۔۔۔۔

اب انھیں اپنی بیٹی کی فکر تھی۔۔۔۔۔ انھیں گھر پہنچنا تھا۔۔۔۔۔

"اب ہمیں اپنے بارے میں سیریس ہو کے سوچنا چاہیے۔۔۔۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے اس بارے میں۔۔۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد حمزہ نے کہا۔۔۔۔۔۔

"ہن۔۔۔۔۔۔ سیریس۔۔۔۔۔۔ حمزہ ریلی۔۔۔۔۔۔" ہم۔۔۔۔۔۔ تم یہ کہو کے "تمہیں" آزادی چاہیے مجھے مت گھسیٹو۔۔۔۔۔۔ حمزہ دو سال۔۔۔۔۔۔ دو سال سے میں کس افیت سے گزر رہی ہوں یہ میں جانتی ہوں تمہیں کل بھی اپنی پرواہ تھی اور آج بھی اپنی ہی ہے۔۔۔۔۔۔ بیٹی ہے تمہاری ایک اس کے بارے میں سو جا ہے کبھی اس کے ساتھ ایسا کچھ ہو۔۔۔۔۔۔"

وہ اتنا ہی بولی تھی کے ایک زوردار تھپڑ اس کا گال سرخ کر گیا۔۔۔۔۔۔

"خبردار۔۔۔۔۔۔ خبردار تم نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے میری بیٹی کے لیے نکالا۔۔۔۔۔۔ زبان کھینچ لوں گا میں تمہاری۔۔۔۔۔۔"

زینِ مجبور از قلمِ اقصیٰ خانم

"اپنی بکو اس بند رکھو۔۔۔۔۔ سب کچھ تمہاری مرضی سے نہیں ہوگا ہمیشہ آئی سمجھ۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔

"کیا مطلب ہے میری مرضی۔۔۔۔۔ ہاں کب ہوئی میری مرضی۔۔۔۔۔؟؟"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"تم نے اپنی مرضی کی ہے ہمیشہ۔۔۔۔۔ جاب میں بھی، مجھ سے دور رہنے میں بھی اب اور کیا چاہیے تمہیں۔۔۔۔۔؟"

اس نے غصے سے پوچھا۔۔۔۔۔

"ہن۔۔۔۔۔ دور رہنا۔۔۔۔۔ میں تو اس گھر میں ایک مجبوری کے تحت رہ رہی ہوں تمہیں کیا لگتا ہے کے میں بہت خوش ہوں یہاں رہ کر۔۔۔۔۔؟؟"

"ہاں ظاہر ہے میرے ساتھ تھوڑی خوش ہوگی تم۔۔۔ تم تو اس کے ساتھ خوش ہوگی جو تمہیں جاب بھی دے دے گا تمہارا خیال بھی وہی رکھتا ہے نا اور سب سے بڑھ کر تمہارے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں بھی کھا رکھی ہیں اس نے۔۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ بس نے اپنے دماغ میں چلنے والی ساری بات اسے کہہ دی تھی۔۔۔۔۔ لیکن الجھن ہی الجھن تھی۔۔۔۔۔

"بس ہو گیا تمہارا۔۔۔۔۔ اب مجھے سمجھ آیا کہ تم کیوں پوچھ رہے تھے۔۔۔۔۔ ورنہ تمہیں میری فکر کہاں۔۔۔۔۔ بر الگ رہا ہو گا نا بہت۔۔۔۔۔"

وہ طنز کرتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

"سچ میں بہت برا لگتا ہے کسی کو اس شخص کے قریب دیکھنا جو آپ کے قریب ہو۔۔۔۔۔ جو صرف آپ کا ہو۔۔۔۔۔"

وہ بولی-----

"مجھے تمہاری کوئی بھی بکو اس سننے میں دل چسپی نہیں ہے آئی سمجھ-----"

وہ غصے سے اس پر آنکھیں گاڑتا ہوا بولا-----

"ہاں--- سمجھ تو میں بہت کچھ رہی ہوں-----"

اس نے پھر طنز کیا-----

وہ یہ کہہ کر رکی ہی تھی کہ ردا کے رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی----- وہ فوراً ڈانٹنگ ہال سے نکل کر کمرے میں گئی----- وہاں جا کر دیکھا تو ردا نیند سے بیدار ہو کر بھوک لگنے کی وجہ سے اونچا اونچا رو رہی تھی اس نے فوراً سے ردا کو بیڈ سے اٹھا کر اپنی گود میں لیا----- وہ اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی----- لیکن جب بچے کو بھوک لگی ہو تو وہ جلدی چپ کہاں کرتا ہے----- وہ مسلسل رو رہی تھی-----

"بس میرا بے بی--- ماما بھی اپنی بیٹی کے لیے دودھ لے کر آتی ہیں بس بس-----"

اب وہ اپنے کندھے سے لگائے اسے سہلار ہی تھی۔۔۔۔۔ اس نے ردا کے دونوں گال چومے اور اسے کوٹ میں لٹا کر پکن کی جانب بڑھ گئی لیکن ایک غصیلی نظر دروازے کے پاس کھڑے حمزہ پر ڈالنا بھولی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"اسلام و علیکم باباجان آپ آگئے آپ نے بتایا بھی نہیں۔۔۔ اور دروازہ۔۔ اوہاں آپ کے پاس تو چابی ہے۔۔۔۔۔"

ضمان صاحب گھر پہنچ چکے تھے۔۔۔ وہ گھر آ کر صحن میں بیچھی ہوئی چار پائی پر بیٹھے ہوئے کسی سوچ میں گم تھے کہ اپنی بیٹی کی طرف دیکھا جو انھیں کچھ پوچھتی اور خود ہی اندازے سے اس بات کا جواب اخذ کر لیتی۔۔۔۔۔۔۔ وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر ہی اس کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ دوبارہ بولی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔ کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔۔۔؟"

اس نے پوچھا۔۔۔۔۔ آخر کو بیٹی تھی پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔"

جواب مختصر آیا۔۔۔۔۔ ان کے جواب سے ماہ اور پریشان ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

"بابا کچھ بتائیں۔۔۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔"

وہ پریشانی سے بولی۔۔۔۔۔

اب وہ اسے کیا بتاتے کے بہت کچھ غلط ہو گیا تھا جس کو شاید اسی کو بھگتنا پڑتا لیکن اب ان کے ہاتھ کچھ نہیں تھا شاید اللہ کو یہی منظور تھا۔۔۔۔۔

"میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔۔۔ اور پریشان نا ہو میرے بچے کچھ نہیں ہوا ہے۔۔۔۔۔ چلو اٹھو شاباش نماز پڑھ لو میں نماز پڑھ کے سو جاؤں گا۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ وہ بھی اٹھی۔۔۔۔۔ ضمان صاحب اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔۔۔۔۔ اور وہ وضو کر کے نماز پڑھنے کے لیے چلی گئی۔۔۔۔۔

اس کے کمرے سے نکلتے ہی ردانے پھر سے رونا شروع کر دیا حمزہ اپنی ننھی اور جان سے پیاری بیٹی کو روتا دیکھ کر اس کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

"بابا کی جان۔۔۔۔۔ میری گڑیا۔۔۔۔۔ میرا بیٹا کیوں رو رہا ہے۔۔۔۔۔ بس بس میرا بچا۔۔۔۔۔"

اب حمزہ اسے کوٹ سے نکال کر بیڈ پر بیٹھ کر اسے کندھے سے لگائے اسے سہلاتے ہوئے چپ کروانے کی کوشش میں مصروف تھا۔۔۔۔۔

"تم یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔ چھوڑو میری بیٹی کو۔۔۔۔۔ خبردار آئیندہ اسے ہاتھ بھی لگایا تو۔۔۔۔۔"

وہ کمرے میں آئی تو ردا کو حمزہ کی گود میں دیکھ کر غصے سے اس سے ردا کو لیتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

وہ غصے سے بولا اسے نور کا یوں کہنا بہت ناگوار گزرا تھا۔۔۔۔۔

وہ دکھ سے بولی۔۔۔۔۔

"Just shut up!....."

وہ بولا۔۔۔۔۔ غصے سے آنکھیں اب سرخ ہو چکی تھیں۔۔۔۔۔

وہ بھی چپ ہو گئی تھی۔۔۔ اسے بس ردا کی فکر تھی کیونکہ دودھ بھی ختم ہو گیا تھا اور اس کے سیلری کے پیسے بھی بس کل کے آفس کے کرائے جتنے بچے تھے۔۔۔۔۔۔ اب وہ اپنی بیٹی روتا دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔۔۔۔

"اسے فیڈر کیوں نہیں دے رہی اب۔۔۔۔۔۔؟"

وہ جو کب سے اسے چپ کروانے میں مصروف دیکھ رہا تھا اپنی بیٹی کو یوں بھوک کی وجہ سے روتا دیکھ کر تڑپتا ہوا بولا۔۔۔۔۔۔

"تم سے مطلب۔۔۔۔۔۔؟"

وہ غصے سے اسے دیکھ کر بولی۔۔۔۔۔۔

"تم سے میں نے کیا پوچھا ہے۔۔۔۔۔۔ سہی سے جواب دو مجھے۔۔۔۔۔۔"

وہ سختی سے بولا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"نہیں دینا مجھے تمہارے کسی بھی سوال کا جواب۔۔۔۔۔"

وہ اسی انداز میں بولی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"اسے مجھے دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

حمزہ کی برداشت سے باہر ہو چکا تھا اب اسی لیے رد اکو نور کی گود سے لیتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

"سلمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سلمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اور ساتھ ہی کام والی کو آواز دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"حمزہ واپس دو اسے مجھے۔۔۔۔۔"

وہ رد اکو لینے کے لیے آگے بڑھتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

اس نے نور کو انور کیا اور جس کام والی کو اس نے بولا یا تھا مخاطب ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"جاؤ جلدی سے اور ردا کے لیے فیڈر لے کر آؤ۔۔۔۔۔۔ فوراً۔۔۔۔۔۔"

اس نے حکم دیا۔۔۔ اور کام والی فوراً کچن کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔۔

"بلکل بھی نہیں۔۔۔۔۔۔ میں اپنی بیٹی کو تمہاری حرام کی کمائی کھانے نہیں دوں گی۔۔۔۔۔۔"

وہ چلائی۔۔۔۔۔۔ اس نے ردا کو حمزہ کی گود سے چھیننے کی کوشش کی لیکن وہ کچھ

نا کر سکی۔۔۔۔۔۔

"اپنی بیوقوفیوں کی سزا میری بیٹی کو مت دو۔۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔۔۔"

وہ چلائی۔۔۔۔۔

اس نے ردا کو حمزہ کی گود سے چھین لیا تھا۔۔۔۔۔

"کب تک ایسے کرو گی تم۔۔۔۔۔ کیوں اپنے آپ سے لڑتی ہو کیوں اس معصوم کو سزا دے رہی ہو۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ آخر وہ اپنی بیٹی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔۔

"جب تک تم اپنے آپ کو سدھار نہیں لیتے تب تک۔۔۔۔۔"

نور نے کہا۔۔۔۔۔

"نور اس کی طرف دیکھو وہ رورہی ہے۔۔۔۔۔"

اب حمزہ کا دل تڑپنے لگا تھا۔۔۔۔۔

"بہت جلدی پتا چلا ہے تمہیں کے تمہاری بیٹی بھی ہے اور وہ روتی بھی ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"ابھی پلیز اسے یہ فیڈر پلاؤ۔۔۔۔۔"

اس نے ملازمہ کالایا ہوا فیڈر نور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔"

وہ بضد تھی۔۔۔۔۔

"پلیز ابھی سب بھول کر ہم اس کا سوچیں۔۔۔۔۔"

اس نے منت کی۔۔۔۔۔ اور فیڈر ردا کے منہ میں ڈالا۔۔۔۔۔

رات کے کسی پہر ان کی آنکھ کھلی تھی۔۔۔۔۔ وہ خود کو بہت کمزور محسوس کر رہے تھے انھیں پانی کی طلب محسوس ہو رہی تھی انھوں نے تھوڑا سا سر اونچا کر کے پاس پڑی میز پر پانی کا گلاس دیکھنا چاہا لیکن وہاں گلاس تو تھا پر اس میں پانی نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ تھوڑی ہمت کر کے اٹھے ہی تھے کہ ان کا ہاتھ لگنے سے میز پر پڑا پانی کا خالی گلاس زمین بوس ہوا۔۔۔۔۔ کمرے کے پاس سے گزرتی ماہ نے جب گلاس ٹوٹنے کی آواز سنی تو فوراً اندر آئی۔

"بابا۔۔۔۔۔ یہ کیا ہوا ہے آپ۔۔۔۔۔ دھیان سے یہاں بیٹھ جائیں۔۔۔۔۔"

وہ انھیں پریشانی سے کہتی ہوئی آگے بڑھ کر انھیں سہارا دیتی ہوئی دوبارہ بستر پر لے آئی۔۔۔۔۔

"اب آپ یہاں بیٹھ جائیں۔۔۔۔۔ مجھے بولا لیتے نابابا۔۔۔۔۔ اب دیکھیں ذرا۔۔۔۔۔"

وہ ان کا خیال کیے بغیر ہی لا پرواہی سے بولے جارہی تھی۔۔۔۔۔

"ماہ۔۔۔۔۔ پانی۔۔۔۔۔"

وہ اتنا ہی بولے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جسم بے جان ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔ آپ کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ ان کو سہی سے لیٹاتی ہوئی باہر کچن کی جانب بڑھی۔۔۔۔۔ اب کی بار کمرے میں داخل ہوئی تو ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا وہ ضمان صاحب کے پاس بیٹھتی ہوئی ان کی طرف پانی کا گلاس بڑھا کر بولی۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔ اٹھیں بابا۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔"

وہ صرف اتنا ہی بولے تھے زبان تو جیسے ساتھ ہی نہیں دے رہی تھی۔۔۔۔۔

"دھیان سے۔۔۔۔۔"

زینِ مجبور از قلمِ اقصیٰ خانم

"بس۔۔۔"

"بابا۔۔۔۔۔ کیا ہوا ہے آپ کو کچھ بولیں تو سہی۔۔۔۔۔"

"-----ob"

"میراجیا۔۔۔۔۔"

Page 60 | 639

"بابا۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔۔۔۔

"کچھ نہیں میرے بچے۔۔۔۔۔ بس پریشان ہوں۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔۔۔۔

اب وہ اسے کیا بتاتے کے وہ کیوں پریشان ہیں۔۔۔۔۔ انہیں سب سے زیادہ ماہ کی فکر تھی کیوں کے وہ جانتے تھے کے ماہ کا ان کے جانے کے بعد کیا حال ہو گا۔۔۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ نا جانے ان کے رشتہ دار کیا کریں گے۔۔۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔ آپ کو کچھ نہیں ہو گا نا۔۔۔۔۔۔۔"

وہ کسی معصوم بچے کی طرح ان سے سوال کر رہی تھی۔۔۔۔۔ آنکھیں نم تھیں۔۔۔۔۔ چہرے سے ہی پریشانی چھلک رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"نہیں میرے بچے مجھے کیا ہو گا بھلا۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ سانس اکھڑ رہی تھی لیکن وہ محسوس نہیں کروا رہے تھے۔۔۔۔۔

"دیکھو بیٹا دنیا مکافات ہے۔۔۔۔۔ جو بویا ہے وہ کاٹنا تو پڑتا ہی ہے نامیرے بچے۔۔۔ اور پھر ہر کسی کا ایک روز مقرر ہے جب اسے اپنے رب کے پاس جانا ہوتا ہے مجھے ایسے لگتا ہے جیسے اب میرا وقت ہے۔۔۔۔۔ دیکھو بیٹا اپنے باپ کو کبھی برا مت سمجھنا اور نا ہی اسے قصور وار گرداننا۔۔۔۔۔ ہمیشہ حق پر رہنا کبھی میری تربیت پر انگلی نا اٹھنے دینا۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔۔۔۔۔

"کبھی کسی ایسی چیز کے پیچھے لگ کر اپنے آپ کو برباد مت کر لینا جو تمہارے لیے بنی ہی نا ہو۔۔۔۔۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز ہمیں اچھی لگتی وہ ہمارے لیے اچھی نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ اور جو ہمیں بری لگے شاید وہ ہی ہمارے حق میں بہتر ہو۔۔۔۔۔"

وہ بول کر رکے۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔"

اب وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔۔۔۔۔

"بس بیٹا۔۔۔۔ اپنے باپ کو معاف کر دینا۔۔۔۔"

وہ بول کر رک گئے تھے انھوں نے دل میں کلمہ پڑھا۔۔۔۔۔ سانسیں تھم گئی تھیں
۔۔۔۔۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ بابا اٹھیں۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔"

وہ چیخ اٹھی تھی۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ بابا کچھ بولیں۔۔۔۔۔ اٹھیں۔۔۔۔۔"

وہ رو رہی تھی۔۔۔۔۔ چیخ رہی تھی۔۔۔۔۔ لیکن آج چپ کروانے کے لیے باپ موجود نہیں تھا۔۔۔۔۔ ناز اٹھانے کے لیے باپ نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ نہیں تھا جس کو وہ شکایتیں کرتی۔۔۔۔۔ جیسے ہر بیٹی اپنے باپ سے کرتی ہے۔۔۔۔۔ وہ نہیں تھا جو اس کے لاڈ اٹھاتا۔۔۔۔۔ جو اسے سینے سے لگا کر چپ کرواتا۔۔۔۔۔ وہ نہیں تھا آج جو کہتا کے بیٹا پانی لے آو۔۔۔۔۔ جو ڈانٹ کر برے کاموں سے روکتا لیکن اس کی ڈانٹ میں بھی پیار ہوتا۔۔۔۔۔

وہ آج نہیں تھا جو آنسو صاف کرتا۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔ اٹھیں۔۔۔۔۔ بابا ایک بار اٹھ جائیں۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ خدا کے لیے بابا۔۔۔۔۔"

ایسے لگ رہا تھا کہ دل یہ درد برداشت نہیں کر سکے گا۔۔۔۔۔ جیسے ابھی یہ دل پھٹ جائے گا۔۔۔۔۔

"میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا۔۔۔۔۔ لیکن ٹھیک تم بھی نہیں۔۔۔۔۔"

حمزہ نے بات کا آغاز کیا۔۔۔۔۔

"تم ہمیشہ میری بات سنے بغیر ہی مجھ پر شک کرتی رہی۔۔۔۔۔"

وہ بولا تھا کہ نور نے بات کاٹی۔۔۔۔۔

"اور تم بھی۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"ہاں لیکن۔۔۔۔۔"

"ہم فضول بحث کر رہے ہیں جو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔۔۔ ہمارے درمیان کبھی کچھ سہی ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر بولی تھی۔۔۔۔۔ اور وہ ردا کو کوٹ میں لیٹا رہی تھی جو کے سوچکی تھی۔۔۔۔۔ وہ اسے لیٹا کر اٹھی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔۔۔۔۔

وہ صرف افسوس سے سر جھٹک کر رہ گیا۔۔۔۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔ سب اسی کا کیا ہی تو تھا یا پھر کچھ اور تھا۔۔۔۔۔

وہ اٹھا اور بیڈ پر آکر اپنی بیٹی کو کوٹ سے نکال کر اپنے سینے پر لیٹا کر اسے سہلاتے ہوئے آنکھیں موند گیا۔۔۔۔۔ اور کچھ ہی دیر بعد نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا۔۔۔۔۔

آج وہ دن تھا جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔۔۔۔۔۔۔

شاہ حویلی میں ساری تیاریاں مکمل تھیں۔۔۔۔۔ لیکن اس وقت شاہ صاحب حویلی میں موجود نہیں تھے وہ اس وقت ڈیرے پر تھے۔۔۔۔۔ کوئی قرض تھا جس کے حوالے سے وہ آج ڈیرے پر اتنا اہم کام چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔۔۔۔

آج وہ آنے والا تھا جو کتنے ہی دلوں کا چین تھا۔۔۔۔۔ کتنا انتظار کیا تھا اس کے لیے۔۔۔۔۔ اور وہ کتنا ہی بے خبر تھا۔۔۔۔۔

حویلی کی عورتیں اس وقت لاؤنج میں رکھے صوفوں پر براجمان تھیں۔۔۔۔۔ کے اچانک ایک ملازم ہانپتا ہوا آیا اور بولا۔۔۔۔۔

"وہ۔۔ وہ بیگم صاحبہ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ وہ چھوٹے شاہ صاحب آگئے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ بولا سب غورتیں باہر کی جانب بڑھ گئیں۔۔۔۔۔

وہ آگیا تھا۔۔۔۔۔ حویلی کے پورچ میں آکر دو سیاہ لینڈ کروزر کھڑی ہوئی ایک میں سے تمام ملازم نکل کر اپنی جگہ سنبھالنے لگے اور ایک ملازم نے آگے بڑھ کر آگے کھڑی گاڑی کا دروازہ کھولا۔۔۔۔۔

وہ باہر نکلا تمام تر حسن اور مردانہ وجاہت لیے وہ اپنے گھر کھڑا تھا۔۔۔ سرخ و سپید رنگ، بھوری آنکھیں، مغرور سی ناک لیے۔۔۔۔۔ چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی مونچھیں، سفید رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس وہ اس وقت کوئی شہزادہ معلوم ہوتا پیروں میں پشاوری جوتی پہنے۔۔۔۔۔ وہ باہر نکل کر ملازموں کو سلام کرتا ہوا کے اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔۔"

زینِ مجبور از قلمِ اقصیٰ خانم

_____ پھر اپنی چچی سے ملا اور پھر وہ ان سب سے مخاطب ہوا۔ _____

"داجان کہاں ہیں۔۔۔۔۔"

"بیٹا وہ ڈیرے گئے ہیں۔۔۔۔۔ سبھی مرد وہاں ہیں۔۔۔۔۔ تم آرام کر لو وہ آئیں گے تو مل لینا۔۔۔۔۔"

بی جان بولیں۔۔۔۔۔

"میں بھی ڈیرے جارہا ہوں وہیں مل لوں گا۔۔۔"

وہ بول کر باہر جا رہا تھا کہ اس کی نظر اپنی ماں کے پیچھے کھڑی آئینہ پر پڑی وہ اسے ایک نظر دیکھ کر آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔

وہ حویلی سے نکل کر ڈیرے پہنچا۔۔۔ اندر گیا تو داجان کو کسی آدمی کے ساتھ بحث میں مصروف پایا۔۔۔ علاقہ کے بڑے لوگ وہاں موجود تھے۔۔۔۔۔ وہ آگے بڑھا تو داجان کے پاس چلا گیا وہاں سب اپنی باتوں میں مشغول ہوئے تو وہ بولا۔۔۔

"داجان یہ سب کیا ہے۔۔۔۔"

"پیسوں کا معاملہ ہے دو ہفتے پہلے اس پٹھان کے بھائی نے بہت بھاری رقم لی تھی اور دو ہفتے بعد لوٹانے کا کہا تھا اب پتا چلا کہ وہ تو مر گیا ہے اور اس کا بھائی قرض نہیں دے رہا تو ہم نے کہا ہے کہ کوئی غلام یا کوئی ذمہ دار ہی آخری حل ہے اور یہ انسان زمین نہیں دے رہا بلکہ اپنے بھائی کی بیٹی دے رہا ہے۔۔۔۔۔ تو ہم نے سوچا کہ اس لڑکی کا نکاح ذیشان سے کروادیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ ر کے تو حارث کچھ دیر تک سوچ کر پھر بولا۔۔۔۔

"لیکن ذیشان اور آنیہ کا نکاح ہو چکا ہے نا تو پھر کیوں ان دونوں ای زندگی برباد کر رہے ہیں۔۔۔۔۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ ابھی نکاح کر لو تو بعد میں بھلے ہی چھوڑ دینا۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"لیکن۔۔۔۔۔"

وہ بولا ہی تھا کہ شاہ صاحب نے بات کاٹی۔۔۔۔۔

"تم نکاح کر لو۔۔۔۔۔"

کیا۔۔۔۔۔؟

وہ حیرانی سے بولا۔۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔ میں سہی کہہ رہا ہوں تم نکاح کر لو اس لڑکی سے ہمیں تو غلام چاہیے نا تم بھلے ہی اسے غلام بنا کر رکھ لینا۔۔۔۔۔ اور اگر زیادہ مسئلہ ہو تو طلاق دے دینا۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بولا۔۔۔۔۔

"داجان میں یہ نکاح کیسے کر لوں۔۔۔۔۔؟"

"دیکھو حارث تمہیں میں نے کہا ہی نہیں تھا پہلے لیکن اب کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ میں چاہتا تو اس کا نکاح کسی ملازم سے کروادیتا لیکن وہ بھروسے مند ہو اور تم پر تو مجھے پورا بھروسہ ہے میرے بچے۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔

"داجان۔۔۔۔۔ میں یہ نہیں کر رہا نکاح آپ اس لڑکی کو حویلی میں ایسے ہی ملازمہ کے طور پر رکھ لیں۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔ اس کی بات پر داجان کچھ سوچتے ہوئے بولے۔۔۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ایسے ہی کر لیں گے اور بعد میں اس کی شادی حویلی کے کسی ملازم سے کر دیں گے۔۔۔۔۔ اچھا تم بتاؤ سفر کیسا رہا۔۔۔۔۔؟"

وہ اپنا فیصلہ سنا کر اس سے پوچھنے لگے۔۔۔۔۔

"سفر تو بالکل ٹھیک رہا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"لیکن کیا۔۔۔۔۔"

وہ اس کی بات پر متوجہ ہو کر بولے۔۔۔۔۔

"لیکن یہ کے میں بہت تھک گیا ہوں۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ وہ ہمیشہ سے ہی ان کا لاڈلار ہا تھا وہ کبھی اس کی بات نہیں ٹالتے تھے۔۔۔۔۔ ہمیشہ اس کی ہر خواہش پوری کی جاتی تھی چاہے جیسی بھی ہو ان خواہشوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ لاہور میں پڑھنا چاہتا ہے اور اس کی یہ خواہش بھی بمشکل ہی منظور ہوئی تھی ورنہ داجان تو اسے کبھی خود سے دورنا کرتے۔۔۔۔۔

"تو میرے بچے گھر چلے جاؤ نا۔۔۔۔۔"

وہ پیار سے بولے۔۔۔۔۔ وہ اتنے شفیق صرف اسی کے ساتھ تھے۔۔۔۔۔

"ہنم آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"تم گھر جاؤ تو ہم آتے ہیں کھانے پر ملیں گے۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ ان کے کہنے پر وہ اٹھا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔۔

"بھائی۔۔۔۔۔"

وہ وہاں سے باہر نکل کر گاڑی کی صرف بڑھ رہا تھا کہ اپنے پیچھے ذیشان کی آواز سن کر رک گیا۔۔۔۔۔

"بھائی آپ نے سنا کہ واجان یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"ہاں سنا لیکن میں نے انھیں منا کر دیا ہے۔۔۔۔۔"

وہ مسکرا کر بولا۔۔۔۔۔

"اور کیا وہ مان گئے۔۔۔۔۔"

وہ بولا اسے یقین نہیں آرہا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ داجان اپنا فیصلہ کبھی نہیں بدلتے جب تک کوئی خاص وجہ نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"ہاں مان گئے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ وہ دونوں مسکرائے۔۔۔۔۔

"تھینک یو۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔"

حارث بولا۔۔۔۔

"چلو آؤ گھر چلیں۔۔۔۔۔"

حارث بولا۔۔۔۔

"ابھی تو مجھے تھوڑا کام ہے۔۔۔۔ اچھا آپ ایسا کریں گھر چلیں میں آتا ہوں ابھی۔۔۔۔۔"

ذیشان نے کہا۔۔۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

حادث سے کہنے کے بعد وہ اندر چلا گیا اور حادث گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔

اس دنیائے فانی سے جو منہ موڑ گیا ہے

برسوں کے جو رشتے تھے سبھی توڑ گیا ہے

ہے کھوج فرشتوں کو کہ کیا ساتھ لایا ہے؟

اور فکر عزیزوں کو ہے، کیا چھوڑ گیا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج ضامن صاحب کو گزرے دو ہفتے ہو چکے تھے۔۔۔۔۔ وہ تو ایسے تھی جیسے ختم ہو چکی ہے۔۔۔۔۔ ماں کو وہ پہلے ہی کھو چکی تھی اور اب باپ بھی کھو دیا تھا۔۔۔۔۔ یہ اس کے لیے آسان نہیں تھا۔۔۔۔۔

اب وہ اپنے چچا کے گھر رہتی تھی۔۔۔۔۔ کیونکہ اس کی دادی کا کہنا تھا کہ 'جوان لڑکی ہے اکیلی کیسے رہے گی اور لوگ کیا کہیں گے۔۔۔۔۔'

بس تب سے وہ اپنے چچا کے گھر جانوروں سے بھی بدتر حال میں پائی جاتی دادی چچی اور چچا کو ہمدردی اس سے نہیں اس کی دولت سے تھی یعنی ضامن صاحب کی دکان اور گھر جو کہ وہ ان کے گزرنے کے دوسرے دن ہی ماہ کو بہلا پھسلا کر اپنے نام کروا چکے تھے۔۔۔۔۔ اب وہ بے یار و مددگار ان کے گھر میں بنے سٹور روم میں رہا کرتی۔۔۔۔۔ دن بھر کام اور اپنی چچی اور دادی کے تعنے سنتے ہوئے گزرتی۔۔۔۔۔

کچھ دن پہلے ہی اسے پتہ چلا تھا کہ ضامن صاحب پر کوئی قرض بھی تھا جو وہ نہیں اتار سکے تھے اور آج اسی سلسلے میں اس کے چچا شاہ عالم کے ڈیرے پر گئے ہوئے تھے۔۔۔۔۔

وہ قرض صرف ایک دفعہ نہیں بلکہ بہت دفعہ لے چکے تھے۔۔۔۔۔ اس لیے شاہ صاحب نے انہیں دو ہفتوں میں واپس کرنے کا کہا تھا لیکن

انسان سوچتا کچھ ہے اور قسمت میں اس کے لیے کچھ اور سوچ کر رکھتی ہے۔۔۔۔۔

اب یہ قرض ماہ کی ذمہ داری تھی۔۔۔۔۔ لیکن وہ تو معصوم تھی وہ کچھ جانتی بھی نا تھی۔۔۔

سنو ایسا نہیں کرتے

بہت خاموش لوگوں سے الجھا نہیں کرتے

جس سے محبت ہو اس کو دنیا میں

رسوا کیا نہیں کرتے

جو نہ نبھا سکے وعدہ اس سے

شکوہ کیا نہیں کرتے

لفظوں سے کسی اپنے کا دل

دکھایا نہیں کرتے

محبت میں کسی کو

آزمایا نہیں کرتے

جو آپ کو دے پیار میں زخم اس سے کبھی

بدلہ لیا نہیں کرتے

محبت میں کسی سے

مقابلہ کیا نہیں کرتے

سنو۔۔۔۔۔ ایسا نہیں کرتے

بہت خاموش لوگوں سے الجھا نہیں کرتے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حمزہ ملک ایک خوب رو نوجوان۔۔۔۔۔ جو کسی کو بھی مائل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔۔۔۔۔ حمزہ اور نور کی شادی کو دو سال گزر چکے تھے لیکن وہ دونوں اپنی زندگیوں سے متفق نہیں تھے۔۔۔۔۔ کیونکہ شادی کے بعد بہت سی رنجشیں ان کے درمیان آگئی تھیں۔۔۔۔۔ وقت گزرنے کے ساتھ کچھ ٹھیک ہونے کے بجائے مزید خراب ہو گیا تھا جو اب دونوں کے لیے سہی نہ تھا۔۔۔۔۔

شادی کے ایک ماہ بعد۔۔۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔۔ آپ کیوں مجھ پر شک کر رہے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

اس دن نور بازار گئی تھی اس نے حمزہ کو ساتھ چلنے کا کہا تھا لیکن وہ کسی کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے نہ آسکا تھا وہ شاپنگ کر رہی تھی کہ اسے کسی نے آواز دی۔۔۔ وہ اس کا یونی کافرینڈ تھا 'عمر۔۔۔ وہ اس سے ملی تھی ابھی ان کو کھڑے کچھ دیر ہوئی تھی کہ حمزہ وہاں پہنچ گیا تھا اس نے جیسے ہی نور کو کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا تو اس کی آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں اب رگیں تن گئی تھیں۔۔۔۔۔ وہ آگے بڑھا۔۔۔۔۔ ان کے پاس پہنچ کر نور کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔۔۔

"نور۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ وہ اس کی آواز س کر پلٹی۔۔۔۔۔

"آپ آگئے۔۔۔۔۔"

وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔۔۔۔۔

"یہ۔۔۔۔۔"

عمر نے کچھ پوچھنا چاہا۔۔۔۔۔

"میں تعارف کرواتی ہوں۔۔۔۔۔ ہی اذمائی ہنر بینڈ حمزہ ملک اینڈ حمزہ ہی اذمائی یونی فرینڈ عمر اسماعیل۔۔۔۔۔"

اس نے تعارف کروایا۔۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔۔ نائٹس ٹو میٹ یو۔۔۔۔۔"

عمر بامشکل ہی بولا تھا۔۔۔۔۔

"تھینکس۔۔۔۔۔"

حمزہ بس اتنا ہی بولا تھا۔۔۔۔۔

"او کے نور میں چلتا ہوں پھر ملیں گے۔۔۔۔۔۔۔"

عمر بولا۔۔۔۔۔۔۔

"اُس او کے۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے بعد وہ حمزہ سے ملا اور چلا گیا۔۔۔۔۔

"ہمم تو ہو گیا تمہارا۔۔۔۔۔۔۔"

وہ طنز کرتا ہوا بولا۔۔۔۔۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔؟؟"

وہ سچ میں اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھی اس لیے پوچھ بیٹھی۔۔۔۔۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ چلیں ہوگئی شوپنگ۔۔۔۔۔۔"

حمزہ نے پوچھا۔۔۔۔۔۔

"ہاں ہوگئی۔۔۔۔۔۔ چلیں۔۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔۔

"چلو۔۔۔۔۔۔"

وہ کہتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس کے چچا کے ساتھ کچھ آدمی گھر میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔۔

وہ اس وقت سٹور روم کی کھڑکی سے باہر کا سارا منظر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

"اس لڑکی کو بلاؤ۔۔۔۔۔"

اس کے چچا نے کہا۔۔۔۔۔

"ارے ماہ۔۔۔۔۔ او ماہ باہر آ آ منحوس۔۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔۔ وہ اس وقت گھر کے اندر کھڑی تھیں جہاں سے وہ ان سب آدمیوں کو دیکھ سکتی
تھیں۔۔۔۔۔

"اندر سے لے کر آؤ اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"آئے ہائے فرقان یہ لوگ کون ہیں۔۔۔۔۔"

دادی بولیں۔۔۔۔۔ وہ اس وقت گھر کے اندر کھڑی تھیں۔۔۔۔۔

[illegible]

جا کر بولے۔۔۔۔۔

"بیٹھیں ناشاہ صاحب۔۔۔۔۔"

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے تم بس جلدی کرو۔۔۔۔۔"

شاہ صاحب بولے۔۔۔۔۔

چچی اسے لینے اندر آئی تھیں وہ اس وقت اپنے بستر پر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔

"چل لڑکی باہر۔۔۔۔۔ چادر لے سہی سے۔۔۔۔۔"

وہ اسے دیکھ کر بولیں۔۔۔۔۔

"میں کیوں۔۔۔۔۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی چچی۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"ارے واہ۔۔۔۔۔ تو کیسے نہیں جائے گی۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ چل میرے ساتھ۔۔۔۔۔ میں تجھے بتاتی ہوں۔۔۔۔۔"

وہ اسے اپنے ساتھ کھینچ کر لے جاتی ہوئی بولیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"میں نہیں جاؤں گی چچی۔۔۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔۔۔"

اس نے التجا کی۔۔۔۔۔

"کیوں نہیں جائے گی تو۔۔۔۔۔"

وہ پھر بولیں اور بولنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ کا ایک تھپڑ ماہ کا گال سرخ کر گیا۔

"بابا۔۔۔۔۔"

وہ چلائی۔۔۔۔۔

اس بار تھپڑ چچی نے نہیں چچانے مارا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"خاموش لڑکی خبردار تیری آواز باہر نکلی تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کیوں نہیں جائے گی توہاں جو تیرے باپ نے
کر تو ت کیے ہیں وہ اب تو ہی سدھارے گی ناہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اس کے بال کھینچتے ہوئے بولے۔۔۔۔۔

وہ درشتگی سے بولتے ہوئے باہر چلے گئے۔۔۔۔۔

"تم نے پہلے تو کبھی اپنے اس دوست کے بارے میں ذکر نہیں کیا۔۔۔۔۔"

اس نے کچھ جانختے ہوئے پوچھا۔۔۔۔۔ وہ اب کارڈرائیو کر رہا تھا۔۔۔۔۔

"ہاں لیکن اب ایسی بھی کوئی اچھی دوستی نہیں تھی میری عمر سے اب ایسے ہی بات چیت تھی اس لیے بات کر لی تھی ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کے اس سے ملوں۔۔۔۔۔"

وہ بولی

حمزہ نے اس کی بات پر مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

"ہاں لیکن دیکھنے سے تو لگ رہا تھا کہ بہت کلوز فرینڈ ہے تمہارا۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔۔۔

لہجے میں کہیں نہ کہیں طنز تھا جواب وہ محسوس کر چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔

"حمزہ کیا مطلب ہس آپ کی اس بات کا۔۔۔۔۔؟"

وہ بولی

"جو تم سمجھ رہی ہو شاید وہی۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔۔۔

"حمزہ آپ۔۔۔۔۔ آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"

وہ حیرانی سے بولی تھی۔۔۔۔۔۔۔

وہ غصے سے بولا۔۔۔۔۔

وہ بولی

وہ بولا۔۔۔۔۔

وہ بول رہی تھی کے حمزہ نے اس کی بات کاٹی۔۔۔۔۔

"مجھے صفائیاں تم ناہی دو تو بہتر ہے نور۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ بولی تھی کہ اس نے بات کاٹی۔۔۔۔۔

"میں نے کہا نا۔۔۔۔۔ پلیز نور گھر جا کر بات کریں گے۔۔۔۔۔"

حمزہ بولا۔۔۔۔۔ وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ وہ خاموش ہی ہو سکتی تھی اس کے علاوہ کوئی چارہ نا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ کچھ بھی ہو جاتا اسے یہیں رہنا تھا اپنے شوہر کے گھر جو اس کا اصل گھر تھا لیکن یہ بھی اس کی مجبوری تھی۔۔۔۔۔ وہ مجبور تھی۔۔۔۔۔ ایک عورت مجبور ہی ہو سکتی حالات کی وجہ سے رشتوں کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو خاموش کر لیتی ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ مجبور ہوتی ہے۔۔۔۔۔

زنِ مجبور از قلمِ اقصیٰ خانم

وہ رو رہی تھی اس کا وجود چادر سے ڈھکا ہوا تھا اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔۔ اس کے آنے پر فرقان صاحب آگے بڑھے اور بولے۔۔۔۔۔

اپنے چچا کی آواز سنی تھی اس نے۔۔۔۔۔

ایک رعب دار آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی وہ کانپ گئی تھی اس کا یہ کانپنا سب نے محسوس کیا تھا۔۔۔۔۔

"حمنزه"-----"

www.Novelshub.pk

"حمزہ آپ ٹھیک ہیں نا۔۔۔۔۔"

اس نے دوبارہ کہا۔۔۔۔۔ وہ اسے سہارہ دیتی ہوئی لاؤنج میں بنے سیٹنگ ایریا تک لائی اور اسے صوفے پر بیٹھایا۔۔۔۔۔

"میں ٹھیک۔۔۔۔۔ میں تو ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ تم ٹھیک نہیں ہو شاید سوئی کیوں نہیں ہو اب تک۔۔۔۔۔"

وہ اسے اس وقت جاگتا دیکھ کر بولا کیونکہ وہ اس کے آنے سے پہلے ہی سوئی ہوتی۔۔۔۔۔ (بس حمزہ کے سامنے۔۔۔۔۔)

"میں وہ۔۔۔۔۔ وہ مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔۔۔۔۔ اسی لیے۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"ہمم۔۔۔۔۔" وہ بولا۔۔۔۔۔

نور نے بامشکل ہی اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

وہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی سگریٹ کو لیسٹرے میں مسل کر رخ اس کی طرف کر کے پوری طرح اس طرف متوجہ ہوا۔

وہ گھبرا گئی تھی اور اب بولنا محال تھا۔۔۔۔۔

وہ اسے ایسے بولتا دیکھتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

"وہ نہیں۔۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔۔

"کیا نہیں۔۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"

وہ بولی ہی تھی کہ اس نے بات کاٹی۔۔۔۔۔۔

"پھر کیسا ہے۔۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔۔

"مجھے بولنے دیں پہلے۔۔۔۔۔۔"

وہ اکتا کر بولی۔۔۔۔۔

"تم بولو گی تو پھر کچھ ہو گا۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"وہ میں ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔۔۔۔۔ تو مجھے ڈاکٹر نے بتایا کہ۔۔۔۔۔ کے وہ۔۔۔۔۔"

وہ بول رہی تھی۔۔۔۔۔

"کیا وہ وہ۔۔۔۔۔ کچھ ہے بتانا کے جاؤں۔۔۔۔۔"

وہ اکتاتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

"اچھا نہیں جائیں میں بتاتی ہوں۔۔۔۔۔"

اس نے اسے روکا۔۔۔۔۔

"وہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ میں۔۔۔۔۔ مطلب میں یہ بتا رہی تھی کہ میں ایکسپیکٹ کر رہی ہوں۔۔۔۔۔"

وہ کہہ کر رکی چہرہ جھکائے ہوئے تھی اپنی بات مکمل کر کے اس نے حمزہ کا موڈ دیکھنے کے لیے سراٹھایا جو اسی کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی خوشی نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔ کوئی جڑبہ نہیں تھا۔۔۔۔۔ مطلب کیا وہ اس خبر سے خوش نہیں تھا۔۔۔ کیا کسی کو اولاد کی خوشی بھی نہیں ہوتی کیا کوئی ایسا بھی بے حس اور ظالم ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

"آپ خوش نہیں ہیں کیا۔۔۔۔۔؟"

حمزہ کی طرف سے کوئی جواب ناپا کر بولی۔۔۔۔۔۔۔

"میں کیوں خوش ہوں گا جس کا بچہ ہے وہ خوش ہو گا نا۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔۔۔

"حمزہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ یہ آپ کا بچہ ہے۔۔۔۔۔"

"یہ میرا بچہ نہیں ہے آئی سمجھ کسی کا گند اخون میرے سر ڈالنے کی بالکل ضرورت نہیں۔۔۔۔۔"

وہ غصے سے غرایا۔۔۔۔۔

وہ سہم گئی تھی۔۔۔۔۔

"ایسے نہیں کہیں حمزہ یہ آپ کا بچہ ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

زنِ مجبور از قلمِ اقصی خانم

"یہ اس کے آنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ تم کتنی پاک ہو اور یہ کس کا خون ہے۔۔۔۔۔۔ صرف اتنا ہی وقت دے سکتا ہوں میں تمہیں۔۔۔۔۔۔ اور ہاں یہ مت سمجھنا کہ اگر یہ بچہ تمہارے اس عاشق کا ہوا تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا میں اس بچے کو اور اس خبیث کو ضرور ختم کر دوں گا لیکن تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔۔ یہ بات سمجھ لو تو بہتر ہے۔۔۔۔۔۔ تم صرف میری ہو۔۔۔۔۔۔ تم حمزہ ملک کی پہلی محبت اور پسند ہو۔۔۔۔۔۔ جو ہو گیا اسے بدلہ نہیں جاسکتا لیکن اس بات کا خدشہ درست کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔۔"

وہ بولا وہ وہیں بیٹھی رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ ساکت ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ کچھ کہنے سننے کو بچا ہی نہیں تھا صاف ظاہر تھا کہ وہ یہاں کیا حیثیت رکھتی ہے۔۔۔۔۔

وہ اب کمرے میں جا چکا تھا۔۔۔۔۔

کچھ ماہ بعد نور کو پتہ چلا کہ حمزہ کا کانٹریکٹ ایک کیسی کمپنی سے ہے جو حرام کامال کماتی ہے تو اس بات پر وہ حمزہ سے لڑائی کر بیٹھی اور جب سٹارٹ کر لی نور کو رد ا کے پیدا ہونے کے دو ماہ بعد اس نوکری سے نکال دیا گیا تو وہ جب کے لیے انٹرویو دینے کے لیے نکلی اور پھر دو آدمیوں نے اس کا پیچھا شروع کر دیا اور وہ آدمی اس منظر سے غائب بھی ہو گئے کیوں کہ حمزہ اس کی حفاظت کے ہمیشہ اس کے آس پاس ہی رہتا تھا جیسے

شادی سے پہلے رہتا تھا۔۔۔ مگر پہلے یہ رنجشیں نہیں تھیں۔۔۔۔۔ لیکن محبت اب بھی تھی بس کچھ
شک نے دڑاڑ ڈال رکھی تھی مگر کسے پتہ تھا کہ شک دیمک کی طرح ان کی خوشیاں چاٹ جائے گا۔۔۔۔۔

مجھے موت دے نہ حیات دے میرے حوصلے کو ثبات دے

مجھے نقد جاں کی طلب نہیں مجھے خواہشوں سے نجات دے

تیرے پاس آیا ہوں دور سے مجھے دیکھنے دے تو قریب سے

مجھے اپنے رخ سے جدا کر میری چشم نم کو زکوٰۃ دے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ڈیرے سے حویلی سیدھا آیا تھا وہ اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ سب خواتین لاؤنج میں رکھے صوفوں
پر براجمان تھیں۔ وہ ان کی طرف بڑھا۔

اس نے ایک نظر حویلی پر ڈالی آج بھی 'شاہ حویلی' ویسی ہی شان و شوکت کی مالک تھی لاؤنج میں ایک بڑا فانوس لگایا گیا تھا لاؤنج بہت بڑا تھا اور گھر کا ایک داخلی دروازہ بھی اس کے سامنے تھا اس کے دائیں طرف کی راہ داری میں چار کمرے تھے پہلا جمال صاحب کا دوسرا کمال صاحب کا تیسرا رحمن صاحب کا اور چوتھا شاہ صاحب کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے آگے سٹڈی تھی جس کا ایک اور دروازہ بھی تھا جو کے شاہ صاحب کے کمرے میں کھلتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لاؤنج کے بائیں طرف کچن تھا جو بہت بڑا تھا اس کے آگے سٹور روم تھا پھر آگے راہ داری کے اختتام پر ایک جالی کا دروازہ تھا اور اس دروازے کے پار سے سروینٹ کو اٹر شروع ہوتا تھا جہاں حویلی کے تمام ملازم اور ملازمہ مقیم تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اوپر کی سیڑھیاں بھی لاؤنج میں اترتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اوپر کی منزل کی دائیں طرف کے آخر پر ذیشان شاہ کا کمرہ تھا اس کے بعد میر حارث شاہ کا کمرہ تھا سیڑھیوں کے سامنے پھر شاہ صاحب کے چھوٹے بیٹے کریم شاہ کا کمرہ تھا اس کے بعد بائیں طرف کی راہ داری میں تین کمرے تھے ایک رحمن صاحب کی بڑی بیٹی عافیہ کا کمرہ اس کے بعد آنیہ کا اور پھر جمال شاہ کی بیٹی آنیہ کا کمرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"کیا ہو امیرا بچہ کیا دیکھ رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"

دادی اسے چپ بیٹھا دیکھ کر بولیں۔۔۔۔۔

"کچھ نہیں بی جان بس ایسے ہی آپ بتائیں مجھے یاد تو نہیں کیا ہو گا نا آپ نے۔۔۔؟"

وہ شرارت سے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔

"نہیں بھلا میں کیوں یاد کروں گی تجھے۔۔۔۔"

انہوں نے بھی اسے تنگ کیا۔۔۔۔

"اچھا تو پھر میں واپس چلا جاؤں۔۔۔۔؟"

وہ شرارت سے بولا۔۔۔۔

"ابھی آئے ہو اور جانے کی باتیں بر خور دار۔۔۔۔"

شاہ صاحب جو اس کی بات سن چکے تھے وہاں داخل ہوتے ہوئے بولے۔۔۔۔

ان کے آتے ہی لڑکیوں اور سب خواتین نے سر پر لیے ہوئے ڈوپٹے سہی کیے۔۔۔۔۔

وہ مسکرا کر بولا۔۔۔۔۔

اس کی جانے کی بات پر وہاں بیٹھی آئمہ کا دل جتنا اداس ہوا تھا اتنا ہی پر رونق بھی ہو گیا تھا اس کے یہاں رہنے کی بات پر۔۔۔۔۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی اچانک اس کے جانے کی بات پر جو اس کی آنکھوں میں نمی آئی تھی وہ حارث کی نظروں میں آچکی تھی۔۔۔۔۔

لیکن وہ کچھ نہیں بولا تھا۔۔۔۔۔

آخر وہ بولتا بھی تو کیا وہ تو جانتا بھی نہیں تھا کہ وہ اسے کتنا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ کتنا انتظار کر چکی ہے وہ اس کا اس ایک دید کے لیے کتنا تڑپی ہے وہ۔۔۔۔۔

مشورہ ٹھیک تیرا اپنی جگہ پر لیکن

یار وہ شخص میری آنکھ کی بینائی ہے

لیکن وہ کیا کرتی۔۔۔۔۔

کہتے ہیں کے؛

عورت اپنی محبت بڑی چھپا کر رکھتی ہے

مگر کبھی کبھی اس کا چھپانا اس کی ہی تباہی کا سبب بن کر اس کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے اور وہ اتنی مجبور ہو جاتی ہے کہ کچھ نہیں کر پاتی۔۔۔۔۔

"بی جان میں کھانا لگوادوں۔۔؟"

حارث کی امی بولیں۔۔۔۔۔

"ہاں بہو لگوادو کھانا میرا بچہ اتنی دور سے آیا ہے بھوکا ہوگا۔۔۔۔"

بی جان فکر مندی سے بولیں۔۔۔۔۔

"جی میں لگواتی ہوں۔۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔ اور کچن کی طرف چلی گئیں ان کے پیچھے ہی ساری لڑکیاں چلی گئیں۔۔۔۔

"میں فریش ہو جاؤں۔۔۔"

وہ خواتین کے جانے کے بعد یہ کہہ کر اٹھا۔۔۔۔۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔ ویسے بھی ابھی سب آنے والے ہیں باہر سے بھی کھانا سب ساتھ ہی کھائیں گے۔۔۔۔"

شاہ صاحب بولے۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

وہ کہتا ہوا اوپر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔۔

قصہ

"شاہ جی وہ باہر گل خان کسی لڑکی کو لایا ہے۔۔۔۔۔"

"ہاں آگئی وہ لڑکی۔۔۔ اسے اندر لے آؤ۔۔۔۔۔"

وہ اپنی روعب دار آواز میں بولے۔۔۔۔۔

"جی شاہ جی۔۔۔۔۔"

ملازم کہتا ہوا چلا گیا۔۔۔۔۔

"لڑکی۔۔۔ کیسی لڑکی شاہ صاحب۔۔۔۔۔"

پاس بیٹھی بی جان فکر مندی سے بولیں۔۔۔۔۔

تو شاہ صاحب نے انہیں پوری بات سے آگاہ کیا جسے وہ پہلے سے آدھا جانتی تھیں۔۔۔۔۔ اور مزید یہ کہا کہ
لڑکی معصوم ہے اسے دھیان سے رکھیں

وہ اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔

"آؤ لڑکی یہاں آؤ۔۔۔۔۔"

بی جان مخاطب ہوئیں۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

وہ بامشکل ہی بولی۔۔۔۔۔ وہ گھبرا رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ ان کے صوفے تک گئی اور بی جان نے اس کا ہاتھ
پکڑ کر اسے اپنے پاس بیٹھایا۔۔۔

"کون ہو تم۔۔۔۔۔ بیٹا"

وہ بولیں۔۔۔۔۔

"خان زاد ہوں۔۔۔۔۔"

وہ پر اعتماد ہو کر بولی۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔۔ وہ تو تمہارے پردے اور بولنے کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے میری بچی۔ تمہیں معلوم تو ہو گا ہی کے تمہیں یہاں کیوں لا گیا ہے۔۔۔۔۔"

وہ اسے دیکھتی ہوئی بولیں۔۔۔۔۔۔۔

"جی میں جانتی ہوں۔۔۔۔۔"

وہ بولی لہجے میں ذرا بھی لرزش نہیں تھی شاید اپنے آپ کو اس سب کے لیے تیار کر چکی تھی۔۔۔۔۔

"ہاں تو بس پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہاں بس تمہیں حویلی کے کاموں کے لیے رکھا گیا ہے باقی سب تمہیں ملازمہ سمجھا دے گی اور اگر کچھ مشکل ہوئی تو مجھے بتا دینا۔۔۔۔۔"

وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔"

اسنے کہتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔۔۔

"یہ کون ہے بی جان۔۔۔۔۔؟"

نالا بیگم جو ابھی کچن سے آئی تھیں اس کے سر پر پیار دے کر بولیں۔۔۔۔۔

"یہ۔۔۔۔۔ آئے ہائے لڑکی نام تو بتایا نہیں تم نے اپنا۔۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔۔

زینِ مجبور از قلمِ اقصیٰ خانم

ابھی وہ بولی ہی تھی کہ بی جان نے بات کاٹی اور ناکلا بیگم سے مخاطب ہوئیں۔۔

وہ اس سے بولیں۔۔۔۔۔

وہ بولی

"آؤ بیٹا میرے ساتھ۔۔۔۔۔"

انھوں نے شفقت سے کہا اور اسے اپنے ساتھ کچن میں لے گئیں۔۔۔۔۔

"کتنی پیاری بچی ہے نا۔۔۔۔۔"

بی جان شاہ صاحب سے مخاطب ہوئیں۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔۔ قسمت کا ظلم ہوتا ہے ورنہ ہر کوئی ہی پیارا ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ وہ ایسا کچھ کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن معاملہ روایت کا تھا۔۔۔۔۔

"جی سہی کہا آپ نے۔۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔

اس وقت سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے ماحول مین خاموشی تھی اور کھانا ابھی تک شروع نہیں کیا گیا تھا اس کی وجہ تو صرف کیا ہی شخص ہو سکتا تھا 'میر حارث شاہ ورنہ اتنا پیار تو شاہ صاحب نے اپنی اولاد کو نہیں کیا تھا۔

"حارث کہاں ہے آیا نہیں۔۔۔۔"

شاہ صاحب بولے۔۔۔۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔"

وہ ڈائینگ ہال میں داخل ہوتے ہوئے سب سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

"و علیکم اسلام۔۔۔۔"

سب نے جواب دیا۔۔۔۔۔

"انتظار کروانے کے لیے معذرت۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں لیکن آئندہ خیال رکھنا۔۔۔۔۔"

شاہ صاحب نے تائید کی۔۔۔

"جی۔۔۔۔"

اور پھر سب نے کھانا کھایا۔۔۔۔۔

سب کھانے میں مصروف تھے اور وہ اسے دیکھنے میں آخر دشمن جاں سامنے ہو تو کھانے کو کون دیکھے۔۔۔۔۔

مگر وہ بھی نہیں دیکھ رہا تھا اسے تو خبر بھی نہیں کے کوئی اس سے متعلق اتنے خواب سجائے بیٹھا ہے۔۔۔۔۔

تیری نظروں کو فرصت نہ ملی

ورنہ مرض اتنا لا علاج نہ تھا

ہم نے وہاں بھی محبت بانٹ دی

جہاں محبتوں کا رواج نہ تھا

اچانک اس کی نظر اٹھی تو آئینہ نے چوری پکڑے جانے کے ڈر سے نظریں نیچے کر لیں۔۔۔۔۔

وہ دیکھ چکا تھا۔۔۔ وہ اسے تب سے دیکھ رہا تھا جب سے وہ آیا تھا ہر وقت اس پر نظریں ٹکانے کی وجہ سے سمجھ نہیں آرہی تھی یا وہ سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔

سب لوگ کھانا کھا چکے تھے اور اپنے کمروں کا رخ بھی کر چکے تھے۔۔۔۔۔

وہ ردائے رونے کی آواز پر اٹھا وہ اس کے سینے پر ہی لیٹی تھی حمزہ اٹھ کر اسے گود میں لیٹایا اور ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔۔۔ لیکن نور کو کہیں ناپا کر ملازمہ کو آوازیں دیتا ہوا نور کو گود میں لیے کمرے سے باہر نکلا۔۔۔۔۔

"سلمہ سلمہ۔۔۔۔۔"

"جی صاحب جی۔۔۔۔"

ملازمہ دوڑتی ہوئی اس تک آئی۔۔۔۔۔۔۔

"نور کہاں ہے۔۔۔۔؟"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"صاحب جی نور بی بی تو گھر پر نہیں ہیں۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"گھر پر نہیں ہے تو پھر کہاں ہے۔۔۔۔۔؟"

اس نے پوچھا۔۔۔۔

"پتہ نہیں صاحب جی کہہ رہی تھیں کے دیر ہو جائے گی آنے میں۔۔۔۔"

ملازمہ نے جواب دیا۔۔۔۔

"اچھا تم ایسا کرو کے نور کا فیڈر بنا کر لے آؤ۔۔۔۔۔"

اس نے ملازمہ کو کہتے ہوئے جیب سے موبائل نکالا اور لاؤنج میں بنے سیٹنگ ایریا کے صوفوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔۔۔۔

اس نے کئی بار نور کو کال کی لیکن کوئی جواب نہیں آیا یہ بات حمزہ کو مزید غصہ دلارہی تھی کبھی کبھی تو وہ سوچتا کے اتنی نفرت وہ کرتی کیوں ہے اس سے۔۔۔۔۔

شام کے سائے ہر طرف پھیل رہے تھے ہوا میں خنکی بڑھ گئی تھی سردی کا موسم آنے والا تھا وہ اس وقت کچن میں رات کے کھانے کے برتن دھو رہی تھی کے اچانک کسی کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔۔۔

"بیٹا برتن دھو کر چائے بنا دینا۔۔۔۔"

یہ نازیہ بیگم کی آواز تھی۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔"

وہ بس اتنا ہی بولی۔۔۔۔

وہ کہہ کر چلی گئیں تھیں اس نے برتن دھو کر چائے بنائی اب وہ چائے کپوں میں انڈیل رہی تھی کے پیچھے سے عافیہ بولی۔۔۔۔

"چائے بن گئی۔۔۔۔؟"

"جی بن گئی ہے آپ لے جانا چاہتی ہیں تو لے جائیں۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

"اپنی اوقات میں رہو میں لے کر جاؤں گی میں کروں تم نو کروں کے کام اب۔۔۔۔۔"

عافیہ نے غصے سے کہا۔۔۔۔

"چائے لے کر آؤ آئی سمجھ۔۔۔۔۔"

وہ کہہ کر چلی گئی اور جاتے جاتے گرم گرم چائے بھی ماہ کے ہاتھ پر گر گئی۔۔۔۔۔

یہ سب عافیہ کے پیچھے آتی آئمہ نے دیکھ لیا تھا وہ اس کی طرف بڑھی۔۔۔۔

"زیادہ تو نہیں گری۔۔۔۔۔ برامت ماننا لیکن وہ ایسی ہی ہے۔۔۔۔۔"

آئمہ نے اس کے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"نہیں ٹھیک ہے۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

آخر اس سے گہرا زخم تو اسے قسمت نے دیا تھا۔۔۔۔۔

"اچھا تم ایسا کرو یہ چائے میں لے جاتی ہوں میں جانتی ہوں تم پردہ کرتی ہو اس لیے باہر نہیں آتی اور میں تمہارے پردے کا احترام کرتی ہوں۔۔۔۔۔ اچھا خیر میں یہ چائے لے جاتی ہوں اور تمہارے لیے کریم بھی لاتی ہوں یہ جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔"

وہ ٹرے پکڑتی ہوئی اس ہاتھ کے زخم پر اشارہ کرتی ہوئی بولی اور آگے ہی تھکی کے۔۔۔۔۔

"شکریہ۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔"

وہ کہہ کر چلی گئی۔۔۔۔۔

"بیٹا حارث کو چائے کمرے میں ہی دے آؤ۔۔۔۔۔"

نالا بیگم آئمہ سے بولیں جو سب کو چائے دینے مصروف تھی۔۔۔۔۔

"جی چچی جان۔۔۔۔۔"

وہ کہہ کر دھڑکتے دل کے ساتھ چائے کا کپ اٹھاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔

ویسٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تو لیے سے اپنے گیلے بالوں کو رگڑتا ہوا وہ جو ابھی نہا کر نکلا تھا اپنے کمرے میں کسی لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔۔۔۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔؟"

وہ بولا۔۔۔۔۔

آئمہ جو دروازہ کھٹکھٹانے پر کوئی جواب ناپاتے ہوئے اندر آ کر اس سائیڈ ٹیبل پر چائے کا کپ رکھ رہی تھی اس کی آواز پر گھبرا کر مڑی۔۔۔۔

"وہ میں چائے دینے آئی تھی تائی جان کہہ رہی تھیں کہ آپ کی چائے اوپر ہی دے آؤں۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔ آنکھیں نیچے ہی تھیں اس نے اسے نہیں دیکھا تھا۔۔۔

"اچھا چائے رکھ دی ہے نا۔۔۔۔"

وہ اپنی ٹی شرٹ پہنتا ہوا بولا۔۔۔۔ (مطلب یہ تھا کہ رکھ دی ہے تو جاؤ۔۔۔)

"جی۔۔۔۔ وہ آپ کو داجان بولا رہے تھے نیچے۔۔۔۔"

وہ کہہ کر مڑی ہی تھی کہ اس کے بولنے پر آئمہ کے قدم تھمے۔۔۔۔

"اچھا تو ایسا کرو کہ یہ چائے نیچے ہی لے جاؤ میں نیچے ہی آ رہا ہوں۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔"

وہ کہتی ہوئی نیچے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔

"جی داجان اپنے بولا یا۔۔۔۔"

وہ نیچے لاؤنج میں آیا تو سب لوگ چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔۔ تو وہ داجان کے پاس بیٹھتا ہوا

بولا۔۔۔۔

"کچھ نہیں میرے بچے میں کہہ رہا تھا تم ہم سب کے ساتھ بیٹھو۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا۔۔۔۔۔

"ہاں تو بھائی آپ کا شادی کا کیا پلین ہے،۔۔۔۔۔؟"

ذیشان حارث کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔۔۔

"تجھے کس چیز کی جلدی ہے۔۔۔۔۔"

حارث نے کہا۔۔۔۔۔

"مجھے بھلا کس چیز کی جلدی ہونی ہے میں تو بس آپ کے دل کی بات کر رہا تھا۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"نہیں تم رہنے دو میرے دل کی باتیں میں خود ہی کر لوں گا۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔

"بھائی جھوٹ نہ بولیں داجان یقین جانیں بھائی نے مجھے خود بتایا تھا کہ وہ کسی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"

ذیشان تیزی سے بول گیا۔۔۔ اور حارث کے پاس سے اٹھ کر داجان کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔۔

"گستاخی معاف سرکار۔۔۔۔"

وہ شرماتے ہوئے شرارت سے داجان کو بولا۔۔۔۔۔

"ذیشان۔۔۔۔"

داجان نے اسے ڈپٹا۔۔۔۔۔

"داجان آپ مجھے سب کچھ کہتے ہیں اور بھائی کو کچھ بھی نہیں یہ تو بالکل غلط ہے۔۔۔۔"

ذیشان نے کہا۔۔۔۔۔

"کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ وہ کوئی کام کیوں اور کس لیے کرتا ہے اور وہ کوئی کام مجھے بتائے بغیر نہیں کرتا۔۔۔۔۔"

داجان حارث کو دیکھتے ہوئے بڑے مان سے بولے۔۔۔۔۔

"سہی اور میں تو آپ کا کوئی نہیں ہوں نا۔۔۔۔۔"

وہ روہانسا ہوا۔۔۔۔۔

"اب تمہیں کیا بتائیں کہ ہم تمہیں کہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔۔۔۔۔"

حارث اسے تنگ کرنے کے لیے دکھی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

سب اس وقت انھیں دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔

"بھائی۔۔۔۔۔ داجان یہ دیکھیں اب انھیں بھی ڈانٹیں۔۔۔۔۔"

ذیشان رونے والا ہو گیا تھا پھر وہ دونوں بھائی داجان کے ساتھ لگے۔۔۔

"ماشاء اللہ اللہ ہمیشہ میرے بچوں کو ایسا ہی رکھے۔۔۔۔۔ آمین۔۔۔۔۔"

بی جان نے دعادی۔۔۔۔۔ اور سب نے آمین کہا۔۔۔۔۔

وہ رات کو تقریباً دس بجے گھر آئی تھی وہ اندر آئی تو حمزہ کو کمرے سے نکلتا پایا۔۔۔ وہ اسے اگنور کرتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کے حمزہ نے اس کی کلائی پکڑ لی اور اسے اپنے سامنے کیا۔۔۔۔۔

"اتنی دیر سے کیوں آئی ہو۔۔۔۔۔"

وہ بولا لہجہ سخت تھا۔۔۔۔۔

"میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ لہجہ سرد تھا۔۔۔۔۔

"تو پھر کس کو جواب دہ ہو تم۔۔۔۔۔؟"

وہ اسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کرتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

"میں کسی کو جواب دہ نہیں۔۔۔۔۔ یا پھر ہاں تم وہی سمجھ لو جو ہمیشہ سمجھتے ہو کہ میں اپنے کسی عاشق کو جواب دہ ہوں۔۔۔۔۔"

وہ اس کو یاد دلاتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

"نور اپنی بکواس بند رکھو۔۔۔ میں نے تم سے ایسا کچھ نہیں کہا تو تم کیوں بار بار ایک ہی بکواس کرتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ غصے سے دھاڑا۔۔۔۔۔۔۔۔

"کیوں کے تم ہر بات کو غلط رخ دیتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ خاموش رہا۔۔۔۔۔۔۔۔

"اور ویسے بھی اب کیوں میرا خیال آگیا ہے تمہیں پہلے بھی تو میں بارہ بارہ بجے جا ب سے واپس آتی تھی تب تمہاری غیرت کہاں تھی۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ چلائی۔۔۔۔۔۔۔۔

"آہستہ بکواس کرو نور۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ سختی سے بولا۔۔۔۔

"میں کیوں چپ رہوں ہمیشہ۔۔۔۔۔ ہاں بولو ذرا۔۔۔۔ کیا میرا دل نہیں میرے جذبات نہیں۔۔۔۔۔ کیا میں انسان نہیں۔۔۔۔"

وہ اس کا گیر بیان پکڑ کر بولی آنکھوں میں آنسو آگئی تھیں جیسے کب سے اپنے کو تیار ہوں۔۔۔۔ وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے بے حد قریب کھڑے تھیں۔۔۔۔ حمزہ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں لیے اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔۔ وہ رو دی تھی شاید اسے اسی کندھے کی ضرورت تھی جس پر سر رکھ کر وہ اپنا دل ہلکا کر سکے۔۔۔۔۔ اور حمزہ اس کی ہر تکلیف سے واقف تھا۔۔۔۔۔ اسے اپنی غلطیوں کا احساس تھا مگر شاید قسمت میں ابھی مزید کچھ ہونا لکھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"حمزہ اور کتنا۔۔۔۔۔ کیوں اتنی عزیت ملتی ہے کیوں سب ٹھیک نہیں ہو جاتا۔۔۔۔ میں تھک گئی ہوں۔۔۔۔۔ اب اور نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولی آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ اس کے ساتھ لگی سسک رہی تھی۔۔۔۔

"بس چپ کرو۔۔۔۔۔"

حمزہ نے اسے خود سے الگ کیا اور اس کا چہرہ اوپر کر کے اس کے آنسو صاف کرتا ہوا بولا

"تم بہت برے ہو۔۔۔۔۔ مجھے تم سے سخت نفرت ہے حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ روتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔ لہجائوٹا ہوا تھا۔۔۔۔۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

"تم جان کر بھی انجان کیوں ہو پھر۔۔۔۔۔"

وہ بولی اب وہ اس سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی تھی۔۔۔۔۔

"کیوں کے میں تم سے محبت کرتا ہوں اور محبت میں تو سب جائز ہوتا ہے نا۔۔۔۔۔"

وہ اسی لہجے میں بولا۔۔۔۔۔

"پتہ ہے حمزہ بہت محبت ہے تم سے لیکن جب جب اپنا اور اپنی بیٹی کا دھدکا رہے جانا اور تمہارا میرے کردار پر لگایا ہوا الزام یاد آتا ہے نا تو دل پھٹ جاتا ہے تب صرف نفرت ہی نفرت ہوتی ہے میرے دل میں تمہارے لیے۔۔۔۔۔"

وہ اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

"اچھی بات ہے کہ تم محبت اور نفرت دونوں مجھ سے کرتی ہو کیوں کہ تمہاری محبت، نفرت، دل و دماغ، احساس اور تمہارے ہر جذبے پر میرا حق ہے صرف اور صرف میرا حق کسی کا خیال بھی ان میں اچھا نہیں لگتا اور اگر ہو گا بھی تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔۔۔"

وہ اس کو اپنے قریب کر کے اسی کمر کے گرد بازو جمائے لگتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ اس کی بات میں کہیں کھو ہی گئی تھی شاید۔۔۔۔۔ نکاح کا رشتہ ہوتا ہی اتنا مضبوط ہے کہ اگر نفرت بھی ہو تو محبت اپنی جگہ بنا ہی لیتی ہے۔۔۔۔۔

"جی جان حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر جھکا اور اس کے ماتھے پر مہر محبت لگائی۔۔۔۔۔

"ردا۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

وہ اس کے اتنے قریب بہت دیر بعد کھڑی ہوئی تھی اور شاید وہ گھبرا گئی تھی وہ جانتی تھی کہ حمزہ ہمیشہ اس کے گھبرانے کا فائدہ اٹھاتا ہے۔۔۔۔۔

"میری بیٹی سو رہی ہے وہ اٹھی تھی اسے بھوک لگی ہوئی تھی تو میں نے اسے فیڈر دے دیا تھا اور پھر دوبارہ میڈم سو گئیں ہیں اور آج میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ کھیلا بھی اور بہت سی باتیں بھی کیں۔۔۔۔۔"

حمزہ نے کہا۔۔۔۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

"نور۔۔۔۔ بعد میں دیکھ لینا ابھی تو پوری رات پڑی ہے پہلے کچھ کھالو میں نے بھی تمہاری وجہ سے کھانا نہیں کھایا تھا۔۔۔۔"

وہ اسے تنگ کرنے کے لیے بولا۔۔۔۔ وہ شرمائی تھی لیکن ظاہر نا کر سکی۔۔۔۔

"میں کھانا گرم کر لوں۔۔۔۔"

وہ اس سے دور ہوئی۔۔۔۔

نہیں تم رہنے دو سلمہ کر لے گی تم آؤ میرے ساتھ۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اسے اپنی گود میں اٹھاتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔ وہ کچھ بھی نہیں بولی تھی۔۔۔۔

رات گہری تو رہی تھی سب لوگ اس وقت اپنے کمروں میں سو رہے تھے حویلی کے سروینٹ کو اڑکا آخری کمرہ اس کے لیے خالی کروایا گیا تھا۔۔۔۔۔ وہ مسلسل رو رہی تھی دن بھر کام کی وجہ سے نا بھی پتہ چلے تو رات کو اسے اپنے باپ کی یاد ضرور ستاتی تھی۔۔۔۔۔ باپ اور بیٹی کا رشتہ بہت انمول اور عظیم رشتہ ہے اگر ایک کو بھی کچھ ہو تو دوسرے کی جان نکل جاتی ہے وہ مسلسل رو رہی تھی اچانک اس کے رونے میں اضافہ ہو گیا تھا اسے بچی آرہی تھی اس نے اٹھ کر آس پاس دیکھ تو پانی کا جگ اور اس کے ساتھ پڑا گلاس نظر آیا اس نے وہ اٹھایا تو جگ خالی تھا۔۔۔۔۔

وہ اٹھی اور وہاں سے آگے گئی کمرے سے باہر نکل کر اس راہ داری کے درمیان میں ایک پانی کا کو لر رکھا گیا تھا وہ آگے بڑھی اس نے چادر لی ہوئی تھی لیکن اس طرح کے اس کی چادر سے صرف اس کا جسم چھپا ہوا تھا یعنی اس کے سیاہ بال اور اس کا چہرہ نہیں ڈھکا ہوا تھا۔۔۔۔۔

وہ آگے بڑھی ہی تھی دوسرے کمرے کے آگے سے گزری ہی تھی کے چھوٹے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اس راہ داری کے تیسرے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کے قدم منجمد ہو گئے تھے کوئی آدمی اس کمرے سے نکلا تھا اس کا رخ اب ماہ کی طرف تھا اس نے اس آدمی کو پہلے بھی دیکھا تھا اس دن جب وہ برتن دھو رہی تھی تو وہ کچن میں کچھ سامان رکھنے آیا تھا اور وہ تب بھی غلط نگاہ سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا

اس آدمی کے قدم بڑھے۔۔ وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔۔۔۔۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا اس دن کے بعد نور اور حمزہ کے درمیان بہت کچھ تھا جو ٹھیک ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

اس دن کے ایک ہفتہ بعد۔۔۔۔۔

صبح کے سات بج رہے تھے وہ اس وقت کچن میں تھی۔۔۔۔۔ وہ ناشتہ بنانے کے بعد اب اسے ڈائننگ پر لگا رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ کچن سے چائے کا کپ لیے آرہی تھی کے حمزہ ڈائننگ ہال میں آتا دیکھائی دیا اس نے ردا کو اٹھایا ہوا تھا۔۔۔۔۔

جسے ابھی نور کپڑے چینج کروا کر اور تیار کر کے فیڈر دے کر آئی تھی تاکہ وہ روئے ناکوں کے آج نور کی جاب کا پہلا دن تھا ان کے تعلق میں جب سے بہتری آنا شروع ہوئی تھی اس وقت وہ جاب پر نہیں جا رہی تھی اسے انٹرویو کے بعد کل ہی آفس سے فون آیا تھا کہ اسے کل ہی سے جوائن کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"کہاں جانے کی تیاری ہے بیگم۔۔۔۔۔؟"

وہ جو ردا کو اٹھا ابھی آیا تھا ڈائننگ کے پاس کھڑی نور کو حجاب کیے اور تیار ہوئے دیکھ کر بولا اور اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔۔۔۔۔ بلاشبہ اس کی بیوی حسین تھی سیاہ آنکھیں گلابی ہونٹ چھوٹی سی ناک سفید رنگ وہ اس وقت پستارنگ کی شلوار قمیض پہنے اور ہم رنگ حجاب لیے سیدھا اس کے دل میں اتر رہی تھی۔۔۔۔۔

"آفس۔۔۔۔۔"

مختصر جواب آیا۔۔۔

"آفس۔۔۔؟"

وہ حیران ہوا۔۔۔ اسے لگا تھا کہ اس نے جاب چھوڑ دی ہوگی۔۔۔

"جی آفس۔۔۔۔۔"

وہ اسی انداز میں بولی۔۔۔۔

"تم آفس نہیں جاؤ گی۔۔۔ تمہیں اب کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں جاب کرنے کی۔۔۔۔۔"

وہ بولا لہجے میں سختی واضح تھی۔۔۔۔۔

"میں جاب کروں گی۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔ جیسے چاہ رہی ہو کہ وہ خود اسے منع کرے۔۔۔۔

"کیوں۔۔۔۔ میں نے جب تمہیں ایک دفعہ کہہ دیا ہے تو ضد کیسی۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ لہجے میں سختی بڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔

"تمہارا کیا حمزہ ملک تم توپل میں تولہ اور پل میں ماشہ ہو۔۔۔۔۔ آج اچھے ہو اور کل نا جانے تم پھر ویسے ہی ہو گئے تو اور۔۔۔۔۔"

وہ ابھی کچھ بولتی ہی کے حمزہ نے سلمہ کو آواز دی اور ردا کو اسے دے دیا اور اندر جانے کا کہا سلمہ اب ردا کو لے کر جا چکی تھی وہ اس کے قریب گیا اور بولا۔۔۔۔۔

"پہلے جیسا تھا اب ویسا نہیں ہے اور نا ہی ہو گا آئی پرومیں۔۔۔۔۔"

وہ پیار سے بول کر اس کے قریب گیا اور تھوڑا رک کر پھر بولا۔۔۔۔۔

"اب میں ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا میری جان مجھے پتا ہے میں نے تمہیں بہت تکلیف پہنچائی ہے لیکن اب میں ایسا کچھ ہونے نہیں دوں گا۔۔۔۔"

وہ بولا اور آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی۔۔۔۔

"لیکن۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

"لیکن کچھ نہیں۔۔۔ تم گھر رہو۔۔۔ میں ہوں نا۔۔۔۔۔"

وہ اس سے بولا نور کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔ وہ کتنا چاہتی تھی اسے جب وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے جاب پر جانے سے روکے تب اس نے روکا نہیں جب چاہا تو محبت ملی ہی۔۔۔۔۔

"آئی ہیٹ یو حمزہ۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ لگی۔۔۔۔۔ وہ کچھ دیر یوں ہی اس کے ساتھ لگ کر کھڑی رہی پھی حمزہ نے اسے کے سر کو چوما اور اسے اپنے سے الگ کیا۔۔۔۔۔

"اب ناشہ کریں میں لیٹ ہو رہا ہوں باقی رو مینس بعد میں۔۔۔۔۔"

وہ مسکرا کر بولا۔۔۔ اس کے کہنے پر نور بلش ہوئی اور نظریں جھکا گئی۔۔۔

اس آدمی کے قدم بڑھاتے ہی وہ دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔۔۔

"اکیلی کیوں باہر نکلی تھی مجھے بولا لیا ہوتا۔۔۔ میں مدد کروادیتانا۔۔۔"

وہ آدمی خباثت سے کہتا ہوا اس کے قریب آ رہا تھا کہ اچانک کسی پیچھے سے اس پر وار کیا اور اسے پکڑ کر مارنے لگا۔ اس نے اسے اتنا مارا کہ وہ نیم بے حوش ہو چکا تھا۔۔۔ اس کا رخ اب ماہ کی طرف تھا۔۔۔۔۔ وہ آگے بڑھا۔۔۔

"کمرے میں جاؤ۔۔۔۔"

حادثہ دھاڑا۔۔ وہ فوراً کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔۔

چند ملازم بھی باہر آچکے تھے۔۔۔۔۔ اب ماہ پوری ڈھکی ہوئی تھی حادثہ نے نہ تو اس کا چہرہ دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے بال۔۔۔۔۔

اس نے کمرے میں آتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا تھا افسوس اس بات کا تھا اسے اسی نامحرم نے دیکھ لیا تھا۔۔۔ وہ جو بچپن سے اپنے جسم کو چھپاتی آرہی تھی آج وہ کسی نامحرم کے سامنے آیاں ہو گئی یہی سوچ سوچ کر اس کا دل پھٹے جا رہا تھا۔۔۔۔۔

یا اللہ مجھے معاف کر دے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا تو سب جانتا ہے نا۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔۔۔۔۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا۔۔۔۔

"آآآ۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔؟"

وہ گھبرا کر اٹکتی ہوئی بولی

اس وقت اس کا پورا وجود ڈھکا ہوا تھا۔۔۔۔۔ ناچہرہ نظر آرہا تھا ناہاتھ بس کوئی دیکھ سکتا تھا تو چادر میں لپٹا
وجود۔۔۔۔۔

"ہاں!!۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔ کوئی پریشانی ہے۔۔۔۔۔"

اسے گھبرا تا دیکھ کر وہ بولا

"ن۔۔۔۔۔ نن۔۔۔۔۔ نہیں بس ایسے ہی۔۔۔۔۔"

اسے اس طرح گھورتا پاپا کر وہ حوصلا کوئی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

زنِ مجبور از قلمِ اقصی خانم

وہ اس کے قریب جاتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

وہ ابھی دو قدم پیچھے ہوئی تھی کے دیوار سے لگی۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

وہ آرام سے بولی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔۔ تو تمہیں کسی نے بتایا نہیں کے چادر کس طرح اوڑھنی ہے۔۔۔۔۔"

وہ ایک ہاتھ دیوار پر رکھے دوسرے سے اس کے بالوں کو پکڑے اسے اپنے قریب کرتا ہوا

بوللا-----

زنِ مجبور از قلمِ اقصیٰ خانم

نگاہیں اب بھی اس خوبصورت چہرے پر مرکوز تھیں۔۔۔۔۔ جو تھوڑی سی چادر ڈھلکنے کے باعث ادھا نظر آ رہا تھا لیکن اس نے جلدی سے چادر درست کی اور حارث نے نظریں پھیر لیں کیونکہ وہ شاید ایک عورت کی عزت کرنا جانتا تھا۔۔۔۔۔ یا شاید دل میں پیدا ہونے والے جذبات کو دبانا جانتا تھا۔۔۔۔۔

"آآآ۔۔۔ آ۔۔۔ آہ۔۔۔ چھوڑیں۔۔۔ مجھے۔۔۔"

وہ درد سے کڑا ہتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

"آج سیکھایا ہے۔۔۔ اور اب سے برداشت کرنا تم پر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا۔۔۔۔۔ اور چلا گیا۔۔۔ دروازے کے پاس پہنچ کر رکھا اور

بول۔۔۔۔۔

"اور ہاں کسی کو اس سب کے بارے میں بتایا۔۔۔ یا اس کمرے سے باہر نکلتی دیکھائی دی تو رد عمل کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔۔۔۔۔۔"

زنِ مجبور از قلمِ اقصی خانم

"حمرہ۔۔۔"

وہ کچھ دیر بعد بولی۔۔۔۔۔

وہ بولا۔۔۔۔۔

وہ دونوں اس وقت بیڈ کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے حمزہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا اور نور کا سر اس کے سینے پر تھا نور تقریباً آنکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھی اور وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔۔۔

"حمزہ کی اسب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

آنکھوں میں نمی تیر آئی تھی۔۔۔

"سب ٹھیک ہے۔۔۔۔"

وہ تھوڑا سا اٹھا تو نور نے سر اس کے سینے سے اٹھایا اور اب وہ اس کے سامنے بیٹھا اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور بولا۔۔۔۔۔

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے حمزہ آپ پھر تو نہیں بدل جائیں گے نا۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔۔۔

"نہیں میری جان۔۔۔۔ تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے۔۔۔۔"

وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

"پتہ نہیں کیوں۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ رونے کے باعث آواز روندھ گئی تھی۔۔۔۔۔

"چلو اب زیادہ مت سوچو سو جاؤ۔۔۔۔۔"

وہ بولا اور اسے لیٹا کر کمفرٹر سہی کیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی لیٹ گیا۔۔۔۔۔

شاید سب ٹھیک ہونے جا رہا تھا۔۔۔۔۔

یا پھر کسی چیز کی شر و عوات تھی۔۔۔۔۔

صبح کا وقت تھا سورج کی ہلکی ہلکی کرنیں نکل رہی تھیں لیکن سردی کے باعث ان کا کوئی خاص اثر نہ تھا شاہ حویلی میں اس وقت ناشتہ کا وقت تھا حویلی کی عورتیں کچن میں مصروف تھیں اور کچھ اپنے کاموں میں-----

"ناشنہ بن گیا۔۔۔؟"

بی جان کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔۔۔۔

"جی بی جان بس تھوڑی دیر۔۔۔۔"

نائلہ بیگم نے جواب دیا۔۔۔۔

"ارے بھئی آج اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے۔۔۔۔۔؟"

انہوں نے پوچھا۔۔۔۔

"پہلے وہ لڑکی ہے ناما وہ ناشہ بناتی تھی آج وہ آئی ہی نہیں رکسانہ بتا رہی تھی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔۔"

نازیہ بیگم نے جواب دیا۔۔۔۔۔

"کیسے طبیعت خراب ہو گئی بچی کی۔۔۔۔؟"

بی جان نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔۔۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اسے بخار ہے میں نے بھی دیکھا تھا تو اس کا جسم بخار میں تپ رہا تھا۔۔۔۔۔"

رکسانہ بولی۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔ اللہ خیر کرے رکسانہ تم ایسا کرنا کہ اس کے لیے ناشہ اور دوالے کر جانا ابھی بیچاری بچی نا جانے کب سے بخار ہو گا اسے۔۔۔۔۔۔۔"

انھوں نے فکر مندی سے کہا۔۔۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔بی بی جی۔۔۔۔"

رکسانہ نے کہا اور اپنے کام میں لگ گئی۔۔۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا نور اور حمزہ کے درمیان سب کچھ پہلے سے بہتر تھا آج اتوار تھا حمزہ گھر پر ہی تھا اس وقت وہ ردا کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا۔۔۔

وہ کچن میں ناشتے کے برتن دھو رہی تھی اور سلمہ گھر کی صفائی کر رہی تھی۔۔۔

"سنو۔۔۔۔"

وہ کچن میں آیا۔۔۔

"جی۔۔۔۔"

وہ بغیر مڑے بولی۔۔۔۔

"آج تم فری ہونا۔۔۔۔"

وہ بولا اور اس کے پیچھے جا کر اس کے گرد اپنی بازوؤں کا حصار باندھا۔۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔ جواب ایسا تھا کہ اسے لگا کہ شاید وہ اس سے ناراض ہے۔۔۔۔۔۔

"کیوں نہیں۔۔۔"

وہ اسی کے انداز میں اس کے کان کے قریب جا کر بولا۔۔۔۔

"کیوں کے مجھے آج بہت سے کام ہیں۔۔۔۔ سوریلی سوری۔۔۔۔ میرے پاس آپ کے لیے بالکل ٹائم نہیں

ہے۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

وہ اسے تنگ کر رہی تھی۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔ سہی تو پھر مجھے آج آفس چلے جانا چاہیے تھا لیکن میں نے تمہارے لیے چھوٹی کی اور تمہارے پاس تو ٹائم ہی نہیں ہے تو ٹھیک ہے پھر۔۔۔"

وہ ناراضگی سے بولا وہ اسی حصار میں سیدھی ہوئی اور بولی۔۔۔۔۔۔۔۔

"بلکل سہی فیصلہ ہے۔۔۔۔"

"ہمم تو پھر اللہ حافظ۔۔۔"

وہ بولا اور اسے چھوڑ کر کچن سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔"

اس نے پکارا۔۔۔۔

وہ نہیں رکا تھا شاید وہ سچ میں غصہ کر گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

"اف حمزہ۔۔۔۔"

وہ کہتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی۔۔۔۔

"حمزہ یار میں تو بس مزاق کر رہی تھی نا۔۔۔۔"

وہ اس کی بازو پکڑ کر بولی جو واڈروب سے اپنے کپڑے نکالنے میں مصروف تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

"اور مجھے ایسے مزاق بالکل اچھے نہیں لگتے۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ سرد مہری میں بولتا آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔

اس نے اپنی آنکھوں میں آنے والی نمی کو صاف کیا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔

شاہ حویلی میں اس وقت سب لوگ ڈاننگ ہال میں موجود تھے ہر کوئی اپنے ناشتے میں مصروف تھا کہ
داجان بولے۔۔۔۔

"حارث ناشتے کے بعد میرے کمرے میں آنا۔۔۔۔"

داجان یہ کہہ کر اٹھے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

اس نے جواب دیا۔۔۔۔۔ اور اپنے میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔

"رکسانہ تم دے آئی ہونا بیچی کو ناشتہ۔۔۔۔"

بی جان نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔

"جی بی جان میں دے آئی ہوں۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔

"بی جان کوئی ضرورت نہیں ہے اتنی ہمدردی کرنے کی یہ جو ایسی لڑکیاں ہوتی ہیں نا بہانے ڈھونڈتی ہیں
ہمدردیاں بٹورنے کے۔۔۔۔۔"

عالیہ بیگم ناگواری سے بولیں۔۔۔۔۔

"عالیہ بہتر ہو گا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو مجھے کس سے ہمدردی کرنی ہے اور کس سے نہیں یہ تمہیں مجھے
بتانے کی ضرورت نہیں ہے میں بہتر جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

بی جان سختی سے بولیں۔۔۔۔۔

وہ ایسی ہی تھیں انصاف پسند حق کے لیے لڑنے والی اور بہت حساس۔۔۔۔۔

"میں تو بس۔۔"

وہ بولیں ہی تھیں کے رحمن صاحب بولے۔۔

"بس کرو عالیہ۔۔۔۔"

وہ چپ ہو گئیں لیکن کوئی ان سے پوچھتا کے ان کے اندر ایک آگ لگ گئی تھی۔۔۔۔۔

وہ جو بیٹھا ان کی بات سن رہا تھا اسے پتہ تو چل ہی گیا تھا کہ یہ بات کس چیز کی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ اور کس کے بارے میں کی جا رہی ہے۔۔۔۔۔

"جی داجان آپ نے بولا یا تھا۔۔"

وہ اندر جا کر بولا۔۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔

"حارث فاہد کو کام سے تم نے نکالا ہے اور اس کی یہ حالت بھی تم ہی نے کی ہے۔۔۔۔۔ یہ سچ ہے۔۔۔۔۔؟"

انہوں نے پوچھا۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا۔۔۔۔۔

"لیکن کیوں۔۔۔۔۔؟"

انہوں نے پوچھا۔۔۔۔۔۔۔

اور اس نے رات والا تمام واقعہ داجان کے کوش گزار کر دیا۔۔۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم نے اچھا کیا کے اسے نکال دیا۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔"

اس نے اتنا ہی کہا۔۔

"حادثہ اب آگے کیا سوچا ہے تم نے۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"آگے میں کاروبار ہی سنبھالوں گا آپ بتائیں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"نہیں میں تو خود چاہتا تھا کہ آگے تم ہمارا کاروبار سنبھالو۔۔۔۔۔"

وہ جوشی سے بولے۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"تو پھر کل سے چلنا ہمارے ساتھ۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

وہ کہتا ہوا ان سے اجازت لے کر باہر آ گیا۔۔۔

وہ ابھی ان کے کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ اس دوبارہ اس چادر میں لپٹے وجود کو دیکھا جو بی جان کے پاس بیٹھی کوئی بات کر رہی تھی۔۔۔۔

وہ وہاں سے گزر کر اوپر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

سیڑھیاں اترتی آئیمہ اسے ہی دیکھنے میں مشغول تھی کہ اس کی نظر پرتے ہی نظریں جھکا گئی۔۔۔۔ وہ اسے نظر انداز کرتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔

وہ اپنے کمرے میں آ کر موبائل یوز کرنے میں مصروف تھا کہ اچانک دستک ہوئی۔۔۔

"آجائیں۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"آگیا۔۔۔"

وہ بولتے ہوئے اندر آیا اور بیڈ کے دوسری طرف سے آکر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

"کیا ہے۔۔۔۔"

حارث بولا

"کیا مطلب 'کیا ہے'۔۔۔۔"

ذیشان بولا۔۔۔

"کیا کہنا ہے۔۔۔۔"

وہ بیزاریت سے بولا۔۔۔۔

وہ اس کی آنکھوں کو بھلا ہی نہیں پارہا تھا عجیب بے چینی سی تھی دل کو۔۔۔۔۔

"مجھے کیا کہنا ہو گا آپ بتائیں کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔۔؟"

وہ بولا آخر بھائی تھا پریشان ہوا تھا۔۔۔۔۔

"کچھ نہیں یار کیا ہونا ہے۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"ہنرم۔۔۔۔ دل کا معاملہ ہے۔۔۔۔؟"

وہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

"ذیشان چلا جا یار۔۔۔۔"

"اچھا اچھا۔۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

وہ جاچکا تھا لیکن حارث کو کسی طور سکون نہیں آرہا تھا۔۔۔۔۔ پتہ نہیں ان آنکھوں میں ایسا کیا تھا۔۔۔۔۔

"کیا ذیشان سہی کہہ رہا تھا کہ سچچ میں مجھے اس سے محبت تو نہیں ہو گئی۔۔۔۔۔ نہیں نہیں یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔"

اس نے خود سے کہا۔۔۔

دل نے اقرار کیا تھا لیکن دماغ رد کر چکا تھا۔۔۔۔۔

"مجھے سو جانا چاہیے رات نیند پوری نا ہونے کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔۔۔۔۔"

وہ یہ کہہ کر اپنی ڈرار میں پڑی نیند کی دو گولیاں نکال کر کھاتے ہوئے لیٹ گیا۔۔۔۔

اس نے آنکھیں بند کی تھیں کے اس کی دو آنکھیں پھر اس کے دماغ کے پردے پر لہرائیں۔۔۔۔۔ لیکن
تھوڑی دیر بعد وہ غنودگی کے باعث سوچکا تھا۔۔۔۔۔

اسے بی جان نے اپنے پاس بولا یا تھا وہ ان کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے بعد واپس کو اڑ میں چلی گئی تھی

۔۔۔۔۔

کچھ طبیعت خراب تھی اور کچھ وہ رات والے واقع کی وجہ سے پریشان تھی دل مس عجیب سے خیال
پیدا ہو رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ ایک لڑکی تھی ایک لڑکی کے لیے اس کا کردار بہت اہمیت رکھتا تھا وہ پریشان
تھی کے ناجانے حویلی کے لوگ اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے مگر اسے کیا پتہ تھا کے حویلی
والوں کو تو خبر بھی نہیں اور جسے ہے وہ یہ چیزیں سوچتا ہی نہیں (بلکہ وہ تو اس سے دل لگائے بیٹھا ہے) شاید وہ
محبت کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ چکا تھا۔۔۔۔۔

دو ہفتوں بعد۔۔۔۔۔

وہ اس وقت حویلی کے باغ میں لگے لیموں کے درخت سے لیمو توڑ رہی تھی۔۔۔ کے اچانک اپنے پیچھے کسی مرد کی بھاری آواز سنی لیکن وہ پلٹی نہیں تھی۔۔۔۔۔

اس نے آس پاس کے سب ملازموں کو وہاں سے بھجوا دیا تھا اس کے بعد وہ اس کی طرف بڑھا آج دو ہفتوں بعد وہ اسے نظر آئی تھی وہ کچھ آگے جا کر رکھا تھا کہ وہ پلٹے کی لیکن وہ پلٹی نہیں تھی بی جان سے اسے سننے کو ملا تھا کہ وہ خان زاد ہے اور پردہ بھی کرتی ہے۔۔۔۔۔ کتنے دنوں بعد تو نظر آئی تھی وہ اسے کتنا بے قرار ہو گیا تھا اس کا دل اسے دیکھنے کے لیے اور جب تک اسے پتہ چلا تھا کہ وہ محبت میں کس مقام پر ہے تب تک بہت دیر ہو چکی تھی اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں بچا تھا ایک طرف دل نہیں سنبھل رہا تھا اور دوسری طرف وہ نظر نہیں آرہی تھی آج تو جیسے اس کا دل اسے دیکھتے ہی کھل گیا تھا۔۔۔۔۔

وہ آگے بڑھا اور اس کے سامنے جا کر رکا وہ پلٹی اس نے کہا۔۔۔

"رکو۔۔۔"

حارث بولا۔۔۔

وہ رکی رخ اس کی طرف نا تھا لیکن حارث اس کی ایک سائنڈ دیکھ سکتا تھا۔۔۔

"تمہارا نام۔۔۔ نام کیا ہے تمہارا۔۔۔۔۔؟"

وہ بولا۔۔۔۔۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا

ماہ اس کے سوال پر چونکی مگر کچھ نا بولی۔۔۔۔۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا وہ ڈر گئی تھی وہ ابھی بھی اس سے ڈر رہی تھی۔۔۔۔۔

"میں نے اتنا مشکل سوال نہیں کیا تم سے۔۔۔۔۔"

وہ دوبارہ بولا۔۔۔۔۔

"وہ۔۔۔۔۔"

"لیموں توڑ لیے۔۔۔۔۔"

وہ اندر سے بولیں تھیں۔۔۔

وہ ان کی آواز سن کر اندر کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔

اسے اب بہت غصہ آرہا تھا۔۔

"وہ ہے کیا میرے سامنے چینٹی کی طرح مسل سکتا ہوں میں، اسے تو میں اب بتاؤں گا نا کیسے نہیں بتاتی مجھے اپنا نام۔۔۔۔۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔

وہ اس وقت کچن میں برتن دھور ہی تھی کہ رکسانہ نے کہا۔۔۔۔۔

"سنو۔۔۔ وہ تمہیں بی جان بلار ہی ہیں اپنے کمرے میں۔۔۔۔۔"

رکسانہ اسے یہ کہتے ہی باہر چلی گئی۔۔۔۔۔

اس نے برتن دھونے کے بعد اپنی چادر درست کی اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔۔

اس بی جان کے کمرے کے دروازے پر دستک دی جواب مثبت ملنے پر اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو ایک بھاری مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی 'یہ تو وہی ہیں جنہوں نے میرا نام پوچھا تھا کہیں یہ مجھے بی جان سے سزا دلوانے تو نہیں آئے۔۔۔۔۔' اس نے دل میں سوچا اور اندر ایک قدم رکھا ہی تھا کہ بی جان بولیں۔۔۔۔۔

"آؤ بیٹا اندر آ جاؤ۔۔۔۔۔"

وہ آگے بڑھی۔۔

وہ اس وقت بی جان کی ٹانگیں دبا رہا تھا وہ آج زمینوں پر نہیں گیا تھا۔۔۔۔۔

وہ جو بیٹھا ٹانگیں دبا رہا تھا اسے بھی دیکھنے میں مشغول تھا (آخر وہی تو اس کی بے قراری کی وجہ تھی تو وہ اسے دیکھ کر کچھ ہی دیر کے لیے کیوں نا اپنی بے قراری دور کرتا) اس کا یہ دیکھنا کہیں نا کہیں بی جان نے محسوس کر لیا تھا۔۔۔۔۔ بی جان اب اس سے کہہ رہی تھیں کہ۔۔۔۔۔

"بیٹا ایسا کرو کہ یہ میرے کپڑے ہیں انھیں میری الماری میں استری کر کے رکھنا ہے تو تم یہ لے جاؤ اور استری کر کے میری الماری میں پر تیب سے رکھ دینا۔۔۔۔۔"

وہ بولیں اور رک کر حارث کی طرف دیکھا جو یک ٹک اسے ہی دیکھنے میں مشغول تھا۔۔۔۔۔ ان کے اس طرح دیکھنے پر حارث نے نظریں پھیر لیں۔۔۔۔۔

"اچھا بیٹا اب تو جاؤ۔۔۔۔۔"

وہ بولیں اور وہ صوفے پر پڑے کپڑے اٹھاتی جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ حارث بولا۔۔۔۔۔

"مجھے ایک کپ چائے کمرے میں دے دینا۔۔۔ بی جان میں جا رہا ہوں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

وہ بھی وہاں سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں آیا تو اپنے آپ سے یہی ایک سوال تھا اس کا کہ۔۔۔

اتنا بھی کیا پردہ کرنا کہ چہرہ تو کیا ہاتھ بھی نظر نہیں آتے ہیں اس کے۔۔۔۔۔ اف حد ہے یار۔۔۔۔۔ لیکن پتہ نہیں کیوں چاہے وہ نقاب میں ہی ہوتی ہے مجھے اسے دیکھ کر چین مل جاتا ہے۔۔۔۔۔

وہ یہ سوچ رہا تھا پھر اٹھ کر فریش ہونے چلا گیا۔۔۔۔۔



آج کل ہمارے معاشرے میں کچھ مرد ایسے ہی ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ اتنا بھی کیا پردہ۔۔۔۔۔

وہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسری عورت ان کو پردے میں نظر آئے یا نا آئے اپنی عورت یا اپنی بہن بیوی بیٹی اور ماں ان کو باپردہ چاہیے ہوتی ہیں۔۔۔ ایسے مرد تو اس عورت کو بھی غور سے دیکھتے ہیں جو نقاب و حجاب میں ہوتی ہے تو پھر آپ خود اندازہ لگائیے کہ جینز اور پینٹ شرٹ پہننے والی لڑکیوں کو کن نظروں سے دیکھتے ہوں گے اور پھر اس میں بھی عورت ہی قصور وار ہوتی ہے کہ وہ ایسا لباس کیوں پہنتی ہے ان کا یہ مدعا بھی صحیح ہے لیکن۔۔۔

ایک عورت کو ایسے لباس میں گھر سے باہر نکالنے والا تو خود ہی ایک مرد ہو تا چاہے وہ اس کی بیٹی ہو ماں ہو بہن ہو یا بیوی۔۔۔۔

کیا وہ اپنے گھر کے سربراہ نہیں کیا وہ یہ چیز روکنے کے حقدار نہیں یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز کوئی نقصان نہیں دیتی۔۔۔ کیا وہ آخرت کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔۔۔۔ کیا ان کو یہ خیال بھی نہیں ہے کہ وہ کس نبی کی امت ہیں۔۔۔۔۔

ایک عورت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کرے لیکن آج کل بچے ماں کے پاس نہیں گھر کی ماسیوں کے پاس نظر آتے ہیں۔۔۔۔

کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ایک باہر کی عورت جسے آپ نے اپنے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے رکھا ہے وہ آپ کے بچوں کے لیے آپ جیسے جذبات رکھتی ہوگی کیا کوئی عورت کسی کے بچوں کے لیے اپنے بچوں جیسے جذبات رکھتی ہے اور اگر ہاں بھی تب بھی وہ عورت وہ چیز نہیں دے سکتی جو ماں دیتی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن سلام ایسی عورت کو جو اپنا گھر اور باہر کا کام سنبھالتی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن بات پھر وہیں آجاتی ہے کہ اگر آپ اپنے بچوں کو کوئی چیز نہیں سیکھائیں گے تو وہ بھی نہیں کرے گا۔۔۔۔۔۔ جیسے اگر کسی بچے کو یہ نہیں سکھایا گیا کہ اسے اپنی چیزیں شیر کرنے چاہیے تو وہ اپنی چیزیں کیسے جانے گا کہ کب کسی کو دینی ہے کب کسی کی مدد کرنی ہے کب کسی ضرورت مند کا احساس کرنا ہے جب وہ احساس آپ بچے میں پیدا نہیں کریں گے تو کیسے ہو گا۔۔ کوئی احساس تب تک پیدا نہیں ہوتا جب تک وہ چیز محسوس نہ کی جائے۔۔۔ جب تک اس چیز کا پتہ نہ ہو علم نہ ہو۔۔۔۔۔۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔۔۔۔۔"

کیا ہم نہیں سنتے کیا ہم نہیں پڑھتے یا ہم اس جانور جیسے ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے جو سنتا ہے جانتا ہے لیکن اسے سمجھتا نہیں۔۔۔۔

میرا مقصد کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنا نہیں ہے میرا مقصد ہے تبلیغ کرنا جو آپ کا میرا ہمارا اور پوری امت محمدیہ کا فرض ہے۔۔۔۔ اسلام کی تبلیغ ہم سب پر واجب ہے کیوں کے ہم صرف تبلیغ کر سکتے ہیں اس کے لیے ہدایت دینے والی تو اللہ کی ذات ہے۔۔۔۔۔ وہ ہدایت دیتا ہے اور ہم سب کے لیے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں کے اللہ پوری امت مسلمہ کو ہدایت دے آمین۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ چائے بنا چکی تھی وہ اوپر کی جانب بڑھی تو سامنے سے آئمہ آتی دیکھائی دی۔۔۔۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔۔۔؟"

آئمہ بولی۔۔۔۔۔

جو حجاب و نقاب کر کے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے تھی اس کے پوچھنے پر رکی اور بولی۔۔۔۔

"وہ اوپر چائے دینی تھی۔۔۔۔۔"

"اچھا حارث کو۔۔۔۔۔؟"

آئمہ نے پوچھا۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔ شاید۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ کیوں کے وہ اس کا نام نہیں جانتی تھی۔۔۔۔۔

"اچھا تم یہ مجھے دے دو میں لے جاتی ہوں۔۔۔۔۔"

آئمہ نے آگے بڑھ کر اس سے چائے کی ٹرے لی۔۔۔۔۔

"آپ کا بہت شکریہ۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔۔ آئمہ نے تو جیسے اس کی مشکل آسان کر دی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ جو اس کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا دروازہ پر دستک ہوتے ہی سیدھا ہو کر بیٹھا اور کہا۔۔۔۔۔

"آجائیں۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

وہ اجازت ملتے ہی اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔ وہ اسے دیکھ کر ٹھٹکا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"تم۔۔۔۔۔؟"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"

وہ اس کے اسطرح کہنے پر حیران ہوئی۔۔۔۔۔

"میرا مطلب ہے کہ میں نے تمہیں تو نہیں کہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ لہجے میں سنجیدگی تھی۔۔۔۔۔۔۔

"آپ نے کہا تو نہیں تھا لیکن مجھے اس کام والی لڑکی نے کہا تھا کہ اسے کوئی اور کام ہے اس لیے پھر میں ہی لے آئی"

اس نے وضاحت دی۔۔۔۔۔۔۔

آئمہ کے اسے کام والی کہنے پر حارث کو خاصا غصہ آیا تھا لیکن وہ کچھ نہیں بولا تھا۔۔۔۔۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔ اور یہ چائے بھی لے جاؤ میرا دل نہیں کر رہا۔۔۔۔۔"

وہ بولا اس کے اس طرح بولنے پر آئمہ بے حد حیران ہوئی تھی وہ ٹرے لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

اس کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر اس سب کے بارے میں سوچتا رہا پھر داجان کے پاس چلا گیا۔۔

حمزہ رات کو آفس سے آیا تو وہ اٹھی ہوئی تھی اسے لاؤنج میں داخل ہو دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔ اور وہ اسے اگنور کر کے آگے بڑھتا ہی کے وہ اس کے سامنے آکر بولی۔۔۔۔۔

"حمزہ پلیز ناب کیسی ناراضگی۔۔۔۔۔"

اس کے بولنے پر حمزہ نے کوئی رد عمل نہیں دیا تھا وہ چپ تھا سب سے بڑی بات وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔

"حمزہ آئی ایم سوری ناب لیو اب تو مان جاؤ۔۔۔۔۔"

وہ پھر بولی اس بار حمزہ نے سرسری سا اس کی طرف دیکھا تو نور نے اپنی آنکھیں سکیر کر اپنے کان پکڑے۔۔۔۔۔

"پلیز۔۔۔۔۔"

وہ بونی اور اس کے گلے لگی مگر حمزہ اب بھی ویسے ہی کھڑا تھا وہ اس سے الگ ہوئی تو نور نے دوبارہ جواب طلب نظروں سے حمزہ کی طرف دیکھا تو حمزہ بولا۔۔۔۔۔

"تمہارا ہو گیا ہو تو میں جاؤں۔۔۔۔۔"

وہ سر دمہری میں بولا۔۔۔۔۔ (جو صرف بظاہری تھی شاید آج وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے پہلے کی طرح منائے)

"حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ بولی اب آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔۔۔۔۔

"کیا حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ اسی انداز میں بولا۔۔۔۔۔

"آئی ہیٹ یو میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی۔۔۔۔۔"

وہ بولی اور جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ حمزہ نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روکا وہ پلٹی اب وہ اس کے قریب کھڑی تھی اس نے دیکھا اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔۔۔۔۔

"یار میں تو مزاق کر رہا تھا۔۔۔۔۔"

وہ مسکرا کر فکر مندی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

What did you mean by "مزاق کیا میری فیملنگز نہیں ہیں میں یہاں پر پریشان ہوتی رہی ہوں پورا دن اور تم کہہ رہے ہو کہ مزاق حمزہ میں تم سے بالکل بات نہیں کروں گی آئی ہیٹ یو ویری مچ۔۔۔۔۔"

"بیگم آپ نے استقبال تو خوب کیا ہے اب یہ بتائیں کہ میری بیٹی کہاں ہے۔۔۔۔۔"

"بیٹی بھی وہی کام ہی کرے گی جو باپ کرتا ہے میڈم آرام فرما رہی ہیں۔۔۔۔"

"اچھا جی۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔ اب آپ بتائیں کیا کھانا پسند فرمائیں گے۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔

"میں۔۔۔ جو تم نے بنایا ہس وہی کھالوں گا کیا کر سکتا ہوں تمہارا غلام ہوں آخر۔۔۔۔۔۔۔"

وہ مزے سے بولا۔۔۔۔

"ہمم غلام آپ تو بادشاہوں سے دو ہاتھ آگے ہیں آپ میری غلامی کریں گے میں نے آج بنائے ہیں ٹینڈے۔۔۔ کھانے ہیں تو گرم کروں۔۔۔۔۔"

وہ مزے سے بولی۔۔۔ اور اس کے 'ٹینڈے' کہتے ہی حمزہ کے منہ کا زوا یا بگڑا۔۔۔۔

"تم ایسا کرو کے رہنے دو۔۔۔۔۔"

وہ بولا اور کمرے کی طرف بڑھنے لگا ہی تھا کہ نور کے بولنے پر اس کے قدم تھمے۔۔۔۔۔۔۔

"چکن چلی بنایا ہے کھانا لگا رہی ہوں فریش ہو کر آجائیں۔۔۔۔۔"

وہ بول کر پچن میں چلی گئی اور وہ کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔۔

"وہ لاؤنج میں آیا تو بی جان کو باہر بیٹھے دیکھا تو ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا وہ جو تسبیح کر رہی تھیں رکیں اور اسے دیکھا اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا اور آنکھیں بند کر کے بولا۔۔۔۔۔ بی جان اس کے سر میں ہاتھ پھیر رہی تھیں وہ ان سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

"بی جان۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"ہاں بیٹا۔۔۔۔۔"

وہ پیار سے بولیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بی جان داجان کہاں ہیں۔۔۔۔۔"

اس نے پوچھا۔۔۔۔۔

"تمہارے داجان تو زمینوں پر گئے ہوئے ہیں۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"کیا ہوا ہے میرے بچے کو۔۔۔۔۔"

وہ بولیں تو حادثہ نے ایک پل کے لیے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔ اچانک ہی بے سبب اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔۔۔

"یہ تو میں خود سمجھنے سے عاری ہوں بی جان نا جانے مجھے کیا ہوا ہے کیوں ہے۔۔۔۔؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا
۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

لہجے میں جھجھلاہٹ واضح تھی۔۔۔۔

"تو میرے بچے نماز پڑھو نا۔۔۔۔۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔۔۔۔۔

"نماز۔۔۔"

اس نے زیر لب دوہرایا۔۔۔۔۔

"ہاں میرے بچے نماز پڑھو اپنے رب سے دعا کرو وہ بے قرار دلوں کو قرار دیتا ہے وہ بے نصیبوں کو نصیب
دیتا ہے گمراہوں کو راہ دیتا ہے وہ تو ہمارا خالق ہے سب دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔۔۔۔۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔۔۔

"بی جان۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"ہاں میرے بچے۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔۔

"اللہ تعالیٰ سب کچھ دیتے ہیں نا تو جو میں ان سے مانگوں گا وہ مجھے وہ دے دیں گے۔۔۔۔۔"

وہ کسی بچے کی طرح ان سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔۔

"ہاں میرے بچے وہ سب دیتا ہے وہ تمہیں بھی دے گا اگر تم دل سے مانگو گے تو۔۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔

بی جان نے اس کے جواب کا انتظار کیا تھا مگر وہ کچھ نہ بولا تھا۔۔۔۔۔

"حارث میرے بچے کیا ہوا ہے۔۔۔۔"

وہ بولیں لہجے میں فکر و پریشانی واضح تھی۔۔۔۔

"کچھ نہیں میری پیاری بی جی۔۔۔۔"

وہ بولا اور ان کے ہاتھ چومے اور کھڑا ہوا۔۔۔۔

"تم ٹھیک تو ہونا۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔ اور اب مجھے بہت نیند آرہی ہے میں سونے جا رہا ہوں۔۔۔۔"

وہ بولا اور بی جان نے سر ہلا کر اسے اجازت دی وہ ان کی اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔

شام کے سائے ہر طرف پھیل رہے تھے وہ کپڑے دھو کر ابھی فارغ ہوئی تھی اور اب وہ کپڑے پھیلا رہی تھی حویلی کے پیچھلے جو باغ تھا جس کا دروازہ کچن سے میں بھی کھلتا تھا اس کے وسط میں ایک راہ داری بھی تھی جہاں حویلی کے تمام کپڑے سوکھائے جاتے کیونکہ وہاں دھوپ بھی اچھی ہوتی تھی وہ کپڑے ڈال رہی تھی کے اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے پہلے اس نے نظر انداز کیا لیکن جب اس نے اطراف کا جائزہ لیا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا کچھ دیر بعد وہ کپڑے ڈالتی ڈالتی تھوڑا آگے آئی تو اس نے دو مردوں کو آپس میں بات کرتے سنا اسے لگا کہ شاید یہی لوگ اسے دیکھ رہے ہوں گے وہ تھوڑا ڈر بھی گئی تھی اس نے جلدی جلدی کپڑے ڈالے اور اندر آگئی۔۔۔۔۔۔۔

وہ بالکل صحیح تھی اسے کوئی دیکھ رہا تھا اسے لیے کہتے ہیں کہ عورت کی چھٹی حس بہت تیز ہوتی ہے۔۔۔۔۔

یا اللہ تو بڑا رحمن ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے میرے رب تو سب کی دعائیں قبول کرتا ہے سب کی سنتا ہے یا اللہ میری بھی سن یا رب مجھے میری محبت دے دے یا اللہ میری یہ بے قراری دور کر دے یا اللہ میرے دل کو قرار دے دے یا اللہ اپنی رحمت کے صدقے میری دعائیں قبول کر لے اے میرے پروردگار

_____"

وہ رو رہا تھا۔۔۔۔۔ زار و قطار رو رہا تھا۔۔۔۔۔ آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر ہو چکا تھا آنکھوں کا دریا آج اترنے کو تیار تھا شاید ایسی بے قراری تھی کہ چین ہی نہیں مل رہا تھا وہ سجدہ ریز ہوا آنسو موتیوں کی طرح آنکھوں سے اتر رہے تھے دل تھا کہ ابھی ہی پھٹ جائے گا۔۔۔۔۔ وہ کچھ دیر یوں ہی سجدے میں رہا اس کے بعد اٹھا تو دل تھوڑا ہلکا محسوس کر رہا تھا اس نے اپنے چہرے اور دارھی پر ہاتھ پھیرے اور جاے نماوٹے کی اس کے بعد اس نے کمرے میں بنی کپ برڈ سے قرآن پاک نکالا اور پھر اسے چھو ما پھر کھولنے کے بعد کچھ دیر تک

تلاوت کی اور پھر اپنے موبائل پر آئے کچھ میسیجز چیک کرنے کے بعد موبائل جیب میں ڈالا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

داجان اس وقت نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تھے اور اب آرام کرنے کی غرض سے بیڈ پر لیٹے ہی تھے کہ اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"آ جاؤ۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔۔"

حادثہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا اور ان کے پاس بیڈ پر ہی بیٹھ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"و علیکم اسلام۔۔۔۔۔ میرے بچے کیا حال ہے۔۔۔۔۔"

وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے آخر ان کا لاڈلا تھا۔۔۔۔

میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ مسکرا کر بولا۔۔۔۔۔

"میں اللہ کا شکر ہے ٹھیک ہوں آج آئے نہیں۔۔۔۔۔"

انہوں نے جواب کے ساتھ سوال کیا۔۔۔۔

"کچھ نہیں بس آج طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"اچھا خیریت ہے میرے بچے مجھے نہیں بتاؤ گے تمہاری بی جان کہہ رہی تھیں کہ تم کچھ ٹھیک نہیں

ہو۔۔۔۔۔"

وہ تجسس اور پیار سے بولے۔۔۔

"بتاؤں گا لیکن وقت آنے پر سب سے پہلے آپ کو ہی بتاؤں گا۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"ہمم۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ اچھا مجھے تم سے بات کرنی تھی کہ تمہیں دو دن کے لیے شہر جانا ہو گا وہ کوئی مسئلہ ہے اور مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے کہ تم سبھال لو گے باقی معلومات تم اپنے چچا سے لے لینا۔۔۔"

وہ پیار سے حکم دیتے ہوئے بڑے مان سے بولے۔۔۔

"جی ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا۔۔۔۔۔"

وہ ادب سے بولا۔۔۔۔

"اچھا چلو کھانے کا وقت ہونے والا ہے باہر چلتے ہیں۔۔۔۔"

وہ یہ کہتے ہوئے اٹھے تو حارث نے انھیں سہارا دیا۔۔۔۔

وہ انھیں لے کر باہر گیا۔۔۔۔۔ کھانے کے بعد وہ جمال صاحب کے پاس گیا ان سے سب پوچھنے کے بعد وہ اپنی ماں کے پاس گیا۔۔۔۔۔ ہمیشہ سب سے زیادہ خوشی سب سے زیادہ غمی میں ماں باپ ہی پہلے یاد آتے ہیں۔۔۔۔۔

اس نے دستک دی۔۔۔

"آجائیں۔۔۔"

اپنے باپ کی اجازت پر اس نے دروازہ کھولا۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔ اور اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

"آؤ جوان۔۔۔۔"

وہ خوشی سے بولے اور وہ جن فائلوں پر کام کر رہے تھے ایک طرف رکھ دیں۔۔۔

وہ ان کے پاس آکر بیٹھا۔۔۔۔

"کیسے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔ اور ویسے بھی جس کا تم جیسا فاما بردار بیٹا ہو اس کے باپ کو بھلا کیا غم۔۔۔۔"

وہ خوشی سے نہال تھے جیسے۔۔۔۔۔

"بابا ماما کہاں ہیں۔۔۔۔۔؟"

اس نے پوچھا۔۔۔

"تمہاری ماما بھی نیچے گئیں تھیں چائے لینے۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔"

اس نے کہا۔۔

"تو ماں کا پیار کھینچ کر لایا ہے جناب کو۔۔۔۔۔؟"

وہ مزاق کرتے ہوئے بولے۔۔۔۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے بس دل کر رہا تھا۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"جوان خیر تو ہے ماں سے شادی کی بات تو نہیں کرنی۔۔۔۔"

وہ مسکرا کر بولے۔۔۔۔

"نہیں بابا۔۔۔۔"

وہ ان کے اس طرح بولنے پر حیران ہوا۔۔۔۔

"ارے ایسی بات ہے تو مجھے بتادو کیا پتہ میں تمہاری ماں کو منالوں۔۔۔۔"

وہ بول ہی رہے تھے کہ دروازہ کھول کر نائلہ بیگم اندر داخل ہوئیں۔۔۔۔

"کیوں منانا ہے آپ نے مجھے اور یہ کون سے راز و نیاز ہو رہے ہیں۔۔۔۔"

وہ ہاتھ میں پکڑی چائے کی ٹکڑے سائڈ ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولیں۔۔۔۔

"کوئی نہیں بیگم آپ کے شہزادے سے پوچھ رہے تھے کہ شادی کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولے تو حارث نے ان کی طرف حیرانی سے دیکھا۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"ہاں اب تو میری بھی یہی خواہش ہے کہ اپنی بڑی بہو ڈھونڈوں۔۔۔۔۔"

وہ بڑے مان سے اس کی طرف دیکھ کر بولیں۔۔۔۔۔\

"ماں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے ایسا کچھ نہیں کہا اور جب شادی کرنی ہوگی تو بتادوں گا ابھی نہیں۔۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"یعنی کوئی پسند ہے۔۔۔۔۔"

نانکہ بیگم نے تجسس سے پوچھا۔۔۔۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"اچھا چلو پھر ٹھیک ہے اللہ تمہارے حق میں بہتر کرے۔۔۔۔ میری فکر تو اتری اور ایک کا تو ویسے ہی نکاح
ہوا ہے۔۔۔۔"

وہ بولیں اور چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔۔۔۔

"ہمم تو جناب مبارک ہو پھر داجان کو پتہ ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔

"ابھی نہیں۔۔۔۔۔ اور آپ بھی مت بتائیے گا۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔"

وہ بولے۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ لوگ آرام کریں میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔۔۔"

وہ یہ کہہ کر اٹھا۔۔۔۔۔

"اللہ حافظ۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔

وہ ان کے کمرے سے باہر نکالا تو سامنے ہی اپنی دشمن جاں کو پایا وہ ہاتھ میں کپڑوں کی بالٹی اٹھائے پوری طرح سے ڈھکی ہوئی آرہی تھی شاید نیچے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا تو اسے ایسا لگا کہ وقت رک سا گیا ہے۔۔۔۔۔ دل کی دھڑکن اسے سنائی دے رہی تھی وہ اس کی طرف بڑا اور اس کے سامنے جا کر رک پھر کسی آجانے کے ڈر سے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا راہ داری کے آخر میں لے گیا جہاں کسی کو وہ دونوں نظر نہیں آسکتے تھے۔۔۔۔۔

"چھوڑیں۔۔۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔"

وہ بول رہی تھی اور وہ اسے کچھنچ کر لے جا رہا تھا اس نے راہ داری آخر میں جا کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔۔۔۔۔

"درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ ہاں بہت تکلیف بھی ہو رہی ہوگی ایسی ہی تکلیف مجھے بھی ہوتی ہے روز۔۔۔۔۔ سبھی۔۔۔۔۔"

وہ اس کو دیوار سے لگائے اس کی بازو دبوچے کھڑا ہلکی آواز میں اس پر دھاڑ رہا تھا۔۔۔۔۔ اور وہ درد سے کراہ رہی تھی۔۔۔۔۔

"خدا کے لیے مجھے جانے دیں۔۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

"اچھا ایک تو اتنی مشکل سے ملی ہو اور جانے دوں۔۔۔۔ بہت آسان ہوتا ہے کسی کو تکلیف دینا پتہ ہے
روز تڑپتا ہوں تمہارے لیے اور تم۔۔۔۔ تم تو جانتی ہی نہیں۔۔۔۔"

وہ بولا آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں دل خواہش کر رہا تھا کہ وہ اس کا چہرہ دیکھے۔۔۔۔

"پلیز۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔ آنسو بار توڑ کر آنکھوں سے باہر آ گئے تھے۔۔۔۔ آنکھیں نم تھیں وہ اس کے اتنا قریب کھڑا
تھا کہ اس کی سانسوں اور اس کے رونے کی آواز با آسانی سن سکتا تھا۔۔۔۔

"جانا چاہتی ہوں نا۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔ اسے مزہ آرہا تھا۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔"

آواز روندھ گئی تھی۔۔۔۔

"نام بتاؤ اپنا۔۔۔۔؟"

وہ اس کے کان کے قریب جا کر بولا۔۔۔۔

"ن نا۔۔ نام۔۔۔"

اس نے ہچکیوں کے درمیان دوہرایا۔۔۔۔

"ہاں میری جان نام۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"ماہ۔۔۔۔۔"

وہ بولی ہی رہی تھی کے وہ بولا۔۔۔۔

"ہن آگے۔۔۔۔"

"ماہ ذماں۔۔۔۔"

وہ ہچ۔ کیوں کے درمیان بولی۔۔۔۔

"ماہ ذماں۔۔۔۔"

اس نے دوہرایا۔۔۔۔

اس کے دوہرانے پر ماہ نے سر ہلایا۔۔۔۔

"اچھا تو اب تم جاؤ۔۔۔۔"

وہ بولا اور اسے راستہ دیا۔۔۔۔۔

وہ اس کے راستہ دیتے ہی وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔۔۔

"ماہ ذماں۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔"

وہ بول کر بے سبب مسکرایا اور اپنے کمرے میں چلا گیا اب اسے صبح شہر جانے کی تیاری بھی کرنی تھی۔۔۔۔۔

وہ وہاں سے سیدھا اپنے کمرے میں آئی تھی اور کمرے میں آکر اس نے جلدی سے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔۔۔۔۔

"پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے یہاں سب کے ساتھ یا اللہ مجھے کس عذاب میں ڈال دیا ہے بابا آپ کیوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔۔۔۔"

اسے اپنی بے بسی پر رونا آ رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ کچھ دیر یو نہی بیٹھی رہی اس کے بعد اپنا منہ دھو کر حویلی کے باورچی خانے کی جانب چل دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اس وقت اپنی پیکنگ مکمل کر رہا تھا تھوڑی دیر بعد اپنی پیکنگ مکمل کر کے اب وہ بالکنی میں کھرا سگریٹ پھونک رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور دل و دماغ پر بس وہی چھائی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شاید اب صرف ایک ہی حل تھا اس سب کا کہ وہ داجان سے بات کرتا لیکن کر تا کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ کب سے یہی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ اسے نہ ملی تو اور یہی سوچ سوچ کر اس کا دل پھٹ رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"اگر وہ مجھے نامی تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہیں نہیں ایسے نہیں ہو سکتا میں واپس آ کر فوراً داجان سے بات کر لوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ شاید اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا یا شاید کچھ غلط ہونے والا تھا جو وہ برداشت نہ کر پاتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کسی کو کیا پتا کے قسمت کیا فیصلہ کیے ہوئے ہے۔۔۔۔۔

سورج کی ہلکی ہلکی کرنیں نکل رہی تھیں شاید سردیوں میں پہلی دھوپ تھی جو اتنی اچھی نکلی تھی دن کے نو بج رہے تھے اج اتوار کا دن تھا اس وجہ سے آج کا ناشیہ تھوڑا لیٹ ہونا تھا وہ اس وقت کچن میں ناشیہ بنانے میں مصروف تھی کے۔۔۔۔۔

"آئمہ تم یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔"

عافیہ اس کے پاس آکر بولی۔۔۔۔۔

"میں آلیٹ بنا رہی تھی۔۔۔۔۔"

آئمہ بغیر اسے دیکھے بولی۔۔۔۔۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کہہ رہی تھی کہ تم کیوں سب کچھ کر رہی ہو یہ کام والیاں کس لیے ہیں۔۔۔۔"

عافیہ ماہ اور رکسانہ اور اس کے ساتھ کھڑی ایک اور ملازمہ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔۔۔۔

"میرے خیال میں تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔۔۔۔"

وہ بولی ہی تھی کہ باہر سے عالیہ بیگم کی آواز آئی۔۔۔۔

"عافیہ بیٹا ادھر آؤ۔۔۔۔"

عافیہ چونکہ ایک کام چور لڑکی تھی اس لیے اسے کسی کا زیادہ کام کرنا یا کسی کی تعریف بالکل ہضم نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔

عافیہ باہر جا چکی تھی وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔۔۔۔

ڈائننگ ہال میں سب موجود تھے لیکن یہاں ایک شخص کی کمی تھی اور اس کو پورا کرنے کے لیے نائلہ بیگم بولیں۔۔۔۔۔

"جاؤ بیٹا آنیہ ذیشان کو تو بولا کر لاؤ یہ لڑکا اٹھا ہی نہیں ہے شاید۔۔۔۔۔"

ان کے بولنے کی دیر تھی کہ آنیہ کے منہ کے زاویے بگڑنا شروع ہو گئے۔۔۔

"جی چچی جان جاتی ہوں۔۔۔۔۔"

وہ ادب سے کہتی ہوئی اٹھی اور ڈرتی ڈرتی اوپر گئی۔۔۔۔۔

اس نے دستک دی۔۔۔۔۔

جواب نائلہ نے پر دروازہ کھولا اور اندر آئی۔۔۔

"ہمم تو جناب کمرے میں ہیں ہی نہیں۔۔۔۔۔"

وہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھی اور اس کی بیڈ کے سائنڈ ٹیبل پر پڑے اس کے فون کو اٹھایا۔۔۔۔

وہ نہا کر نکلا ہی تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر ڈریسنگ روم میں رک گیا اور ٹراؤزر پہن کر باہر آیا کیوں کہ ٹی شرٹ بیڈ پر پڑی تھی جہاں وہ کھڑی موبائل چیک کرنے میں مصروف تھی وہ آگے بڑھا اور اس کی کلائی پکڑ کر اسے کھینچا۔۔۔۔۔

"آہ۔۔۔"

وہ اس طرح اچانک حملے پر ہلکا سا چیخی ہی تھی کہ اس کے کشادہ سینے سے جا لگی۔۔۔۔

چند لمٹیں چہرے پر جھول رہی تھیں اور باقی بال چھٹیا میں قید تھے۔۔۔۔ اس نے آنیہ کے چہرے پر آئی لٹوں کو اس کے کان کے پیچھے اریسا اور بولا۔۔۔۔۔

"بیگم یہ کیا کر رہی تھیں آپ۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"میں وہ۔۔۔ دراصل۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔"

وہ گبھرا گئی تھی اس لیے گڑبڑاتی ہوئی بولی۔۔۔

"یہ وہ کیا۔۔۔ اتنا شک۔۔۔"

وہ آئی برواچکا کر بولا۔۔۔ آنیہ نے اپنا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر شرم سے جھکا گئی وہ اس وقت صرف
ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔۔۔۔

"آپ مجھے۔۔۔ چھوڑیں پلیز۔۔۔۔"

وہ ڈر کر بولی۔۔۔

"کیوں۔۔۔ میں تمہیں کیوں چھوڑوں۔۔۔۔"

وہ اسے ڈر تادیکھ کر مزے سے بولا۔۔۔۔

"وہ۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔وہ اگر کوئی آگیا تو۔۔۔"

وہ اپنی نظریں اٹھا کر بولی۔۔۔۔۔وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا جہاں

ڈر اور خوف کے علاوہ بھی اس کے لیے بہت سے جذبات تھے۔۔۔۔۔ذیشان اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ آنیہ ان کے نکاح کے بعد سے اس سے بہت محبت کرتی ہے لیکن وہ ظاہر نہیں کرتی اور یہ نکاح تو ہوا ہی ذیشان کی پسند سے تھا۔۔۔۔۔کیوں کہ وہ آنیہ سے محبت کرتا تھا۔۔۔۔۔

"تو آجائے۔۔۔۔۔ہمیں کوئی دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہے گا اور اگر کہے گا تو میں ہوں نا۔۔۔"

وہ بولا اس کے کان کے قریب جا کر بولا۔۔۔۔۔

"ذیشان۔۔۔"

آج شاید اس نے آنیہ کے منہ سے پہلی بار اپنا نام سنا تھا۔۔۔۔۔

"جی جان ذیشان۔۔۔"

وہ پیار سے مسکرا کر بولا۔۔۔۔

اس کے اسطرح کہنے پر وہ شرما کر سر جھکا گئی اور نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔"

ذیشان نے کہا اور اس کا چہرہ تھوڑی پکڑ کر اوپر کیا۔۔۔۔ اس نے آنیہ کی آنکھوں میں دیکھا ایک پل کے لیے سیاہ آنکھیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔۔۔۔

ذیشان نے اس کی پیشانی چھومی۔۔۔

"اب بتاؤ ذرا کیا کہنے آئی تھی۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔ ابھی تک وہ اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں قید کیے ہوئے تھا۔۔۔۔

"وہ۔۔۔ سب آپ کو ناشتے پر یاد رہے تھے۔۔۔ تائی جان نے کہا کہ میں آپ کو بولا کر لے آؤں۔۔۔"

وہ ہنوز نظریں جھکائے ہوئے بولی۔۔۔

"اور تم نے یاد نہیں کیا۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"اہممم اہمم۔۔۔"

دروازے پر کھڑے حارث نے معنی خیزی سے اپنا گلا کھنکھارا۔۔۔

وہ جو اتنی دیر سے نیچے نہیں آئے تھے ان کو بولانے دا جان نے حارث کو بھیجا تھا۔۔۔ اس کی آواز سن کر وہ دونوں فوراً ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔۔۔

"وہ۔۔۔ میں آرہی تھی۔۔۔ میں۔۔۔"

آنیہ اس طرح پکڑے جانے پر گھبرا گئی تھی وہ ذیشان کے پاس سے گزرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی اور دروازے پر کھڑا حارث ذیشان کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔

"ہم تو اتنی دیر سے آنے کی یہ وجہ تھی۔۔۔"

وہ بولتا ہوا ذیشان کے پاس آیا جواب بیڈ پر پڑی اپنی شرٹ اٹھا کر اب پہننے میں مصروف تھا۔۔۔

"ہاں تو کیا ہوا میں اس سے بات کر رہا تھا۔۔۔"

وہ شرٹ کے بٹن بند کرتا ہوا بولا۔۔۔

"ہنم۔۔۔ تو کیا ہوا۔۔۔ اس طرح بات کرتے ہیں اور یہ شرٹ پہننا تب یاد نہیں آیا تھا۔۔۔ ہاں بول

ذرا۔۔۔"

حارث اس کے کندھے پر مکا ماتے ہوئے بولا۔۔۔

"آہ یار۔۔۔"

"جلدی آجواب ورنہ اس کے بعد داجان آئیں گے تجھے ریسو کرنے۔۔۔"

وہ ناشیہ کرنے کے بعد اسلام آباد جانے کے لیے نکل گیا تھا وہ دودن کے لیے جا رہا تھا اسے کیا پتہ تھا کہ وہ تو جا رہا ہے لیکن وہ اپن کیا چھوڑ کر جا رہا ہے اور کیا کیا خود ہی چھوٹ جائے گا۔۔۔۔

وہ اس وقت کچن میں شام کے کھانے کے برتن دھور ہی تھی کے حمزہ اس کے پاس آیا۔۔۔۔۔

”بیگم“

وہ بولا اور اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔

"جی۔۔۔"

وہ برتن دھوتے ہوئے مصروف انداز میں بولی۔۔۔

"وہ میرے کپڑے نکال دو مجھے جانا ہے۔۔۔۔"

وہ بولا تو نور نے نظریں ترچھی کر کے اسے دیکھ۔۔۔

"کہاں جانا ہے سرکار نے۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔

"ایسے کیوں پوچھ رہی ہو جیسے اپنی گرل فرینڈ سے ملنے جا رہا ہوں۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"جائیں ذرا ایک دفعہ اس چریل کی ٹانگیں ناتوڑ دوں گی میں۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

"اف اتنا غصہ۔۔۔۔ اچھا کہتی ہو تو نہیں جاتا۔۔۔۔"

وہ پیار سے اس کے قریب جا کر اس کے بال کان کے پیچھے اڑیستا ہوا بولا۔۔۔۔

"ضروری ہے۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔۔

"نہیں تم سے زیادہ تو نہیں۔۔۔۔"

وہ پیار سے بولا۔۔۔۔

"مت جائیں۔۔۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔۔

"اوکے۔۔۔"

وہ بولا اور اس کی پیشانی چومی۔۔۔۔

ماہ اس اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ اسے ایک لڑکی نے کہا کہ اسے بی جان بلارہی ہیں۔۔۔

وہ ان کے کمرے میں دستک دے کر داخل ہوئی تو تو بی جان اور دا جان دونوں وہاں موجود چائے پی رہے تھے۔۔۔۔

"اسلام و علیکم۔۔۔"

وہ بولی آواز اتنی نا تھی۔۔۔

"وعلیکم اسلام بیٹی آؤ۔۔۔ بیٹھو۔۔۔"

وہ بیڈ پر بی جان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔۔۔ وہ اب بھی پوری طرح دھکی ہوئی تھی وہ ہمیشہ اپنے آپ کو اس طرح چھپاتی تھی کہ اس کی آنکھیں بھی نظر نہیں آتی تھیں۔۔۔

"بیٹا ضمان اپنی وفات سے پہلے میرے پاس آیا تھا۔۔۔ اس دن جو بات ہوئی تھی اس میں وہ تمہاری ذمہ داری مجھے دے چکا تھا۔۔۔ تو میں اب یہ ذمہ داری پوری کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔۔۔"

داجان اپنے مخصوص انداز میں بولے لیکن ان کے لہجے میں اس کے لیے شفقت بھی تھی جو صرف حارث کے لیے ہوتی ہے۔۔۔

"آپ میرے بڑے ہیں مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔ اپنے باپ کے نام پر اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی اس لیے آواز گیلی تھی۔۔۔

"تو پھر ٹھیک ہے کچھ دنوں میں تمہارا نکاح ہے۔۔۔۔۔"

وہ بولے اور اٹھ کر اس کے سر پر پیار دیا۔۔۔

"جی۔۔"

اس نے کہا۔۔۔ وہ اب باہر جا چکے تھے کمرے میں صرف وہ اور بی جان موجود تھے۔۔۔

"بیٹا وہ جس سے تمہارا نکاح ہے نا وہ بھی یہاں پر ڈرائیور ہے۔۔۔ بھروسے مند ہے امید ہے تمہیں خوش رکھے گا۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔ وہ اب کیا بولتی۔۔۔ ایک لڑکی کے ناجانے کتنے خواب ہوتے ہیں وہ کیا کیا سوچتی ہے اپنے لیے۔۔۔ لیکن قسمت کے کھیل کون جانے۔۔۔

"بیٹا تم سے ایک بات کہوں۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔ ماہ انہیں بہت پسند تھی وہ کبھی کبھی اسے اپنے کمرے میں بلاتی اور گنہٹوں اس کے ساتھ باتیں کرتی تھیں۔۔۔

"جی۔۔۔ جی آپ حکم کریں۔۔۔"

وہ ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔۔۔

"تم اپنا چہرہ چھپائے رکھتی ہو کیا میں تمہارا چہرہ دیکھ سکتی ہوں۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔ آخر وہ بہت دیر سے ان کے گھر کام کرتی تھی لیکن اس کا چہرہ آج تک وہ نہ دیکھ سکیں تھیں۔۔۔

"جی۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔"

وہ بولی اور اپنا حجاب ایک طرف سے کھولا تو ایک حسین چہرہ کسی بھی قسم کی آرائش سے پاک سرخ سپید رنگ ستواں ناک گلابی ہونٹ بھوری آنکھیں اور گال جو ہر وقت گلابی رہتے تھے آخر وہ ایک پٹھانی تھی۔۔۔۔

"ماشاء اللہ میری بچی۔۔۔ تم بہت خوبصورت ہو اللہ تمہیں ساری خوشیاں دے۔۔۔۔"

وہ بولیں تو اس نے دوبارہ اپنا منہ ڈھانپ لیا۔۔۔۔

"بیٹا ایک کام کرو ایک کپ چائے رکسانہ سے کہہ کر بھجوا دو۔۔"

وہ بولیں۔۔۔ اور وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔

آج دو دن ہو گئے تھے اسے حویلی سے گئے۔۔۔ آج اسے واپس آنا تھا۔۔۔۔۔

وہ لوگ اس وقت شاہ حویلی کے مہمان خانے میں جمع تھے داجان اور وہ ڈرائیور اور اس کے والدین
۔۔۔۔ وہ لوگ شاید کوئی چیز طے کرنے میں مصروف تھے۔۔۔۔۔

"تو پھر طے رہا کہ اس جمعہ کو نکاح ہو گا۔۔۔۔"

ان میں سے ایک بولا۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہے پھر۔۔۔"

داجان بولے۔۔۔

وہ جو اندر داخل ہو رہا تھا ان کی بات سن چکا تھا وہ ان سب کو سلام کرتا داجان کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔۔۔

"کس کا نکاح۔۔۔"

وہ اس پٹھان کی بیٹی کا۔۔۔

وہ بولے۔۔۔

بات تھی یا گولی اس کا تو دل ہی چیر دیا تھا انھوں نے۔۔۔

"کیا۔۔۔"

وہ بولا تھا حیران ہو کر جیسے بہت قیمتی چیز کھونے کا ور ہو۔۔۔۔

"حارث کوئی پریشانی ہے۔۔۔؟"

وہ اسے ایسے بولتا دیکھ کر حیران ہوئے۔۔۔۔

"نہیں میرا مطلب ہے کے کس سے۔۔۔؟"

وہ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا بولا۔۔۔۔

"یہ ہے نا اپنا فضل ڈرائیور ہے کافی دیر سے۔۔۔۔۔ اعتبار والا ہے۔۔۔۔"

وہ بولے تو اس نے اپنے سامنے بیٹھے شخص ہو انتہائی حسد بھری نظروں سے دیکھا۔۔۔۔

"ہم صحیح میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔"

وہ بولا تو داجان نے کچھ دیر اسے دیکھا پھر سامنے دیکھ کر بولے۔۔۔

"ابھی۔۔۔؟"

وہ تو جیسے اس کی غائب دماغی سے حیران تھے۔۔۔

"جی ابھی۔۔۔۔"

وہ بولا تو داجان نے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔

"حادثہ تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔۔۔ فلحال تم کچھ آرام کرو پھر بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ جتنے تہمل سے بول رہے تھے اسے اتنی ہی بے چینی اور جلدی تھی۔۔۔۔۔

"داجان آپ میری بات نہیں سمجھ رہے۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔۔

"کمرے میں جاؤ کچھ دیر بعد آجانا۔۔۔ میں تمہاری بات ضرور سنوں گا۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔ کچھ دیریوں ہی وہ اس ڈرائیور کو دیکھتا رہا اور اسی شنا میں ایک آدمی بولا۔۔۔

"تو شاہ صاحب پھر جمعہ کا دن رکھ لیا ہے اب ہم چلتے ہیں جمعہ کو ہم لڑکی کو نکاح کروا کر لے جائیں گے۔۔۔"

وہ بوڑھا آدمی جو ادھر ہی ملازم تھا شاید اس ڈرائیور کا باپ تھا بولا

"ٹھیک ہے پھر۔۔۔"

وہ آدمی جب یہ بول رہا تھا تو حارث اسے دل میں کئی گالیوں سے نوازا رہا تھا۔۔۔۔۔

حارث کو وہاں سے چلے جانا ہی مناسب لگا تھا وہ اٹھا اور وہاں سے چلا گیا اب اس کا رخ بی جان کی طرف تھا ایک یہی تو تھیں جنہیں وہ سب کچھ بتاتا تھا۔۔۔۔۔

اس نے دستک دیے بغیر ہی دروازہ کھولا تو بی جان کو آنکھیں بند کر کے تسبیح کرتا پایا وہ ان کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا اور ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا بی جان نے آنکھیں کھولیں اور اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔۔۔

"کیا ہوا ہے ایسے ہی کیوں آگیا میرا بچا کب آیا ہے واپس۔۔۔۔"

وہ اسے پریشان دیکھ کر خود بھی پریشان ہو چکی تھیں۔۔۔۔

"بی جان آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔۔؟"

وہ بے قراری سے بولا جیسے اس کا حق چھین لیا گیا ہو۔۔۔۔

"کیا نہیں بتایا میرے بچے۔۔۔۔"

وہ تھوڑا حیران ہوئیں کہ ناجانے کیا نہیں بتایا انھوں نے اپنے جان سے پیارے پوتے کو۔۔۔۔

"وہ بی جان وہ لڑکی وہ ماہِ زماں کی شادی وہ داجان اس لڑکے سے اس کا رشتہ کیسے طے کر سکتے ہیں۔۔۔۔"

وہ گھبرا یا ہوا تھا کسی چھوٹے بچے کی طرح۔۔۔۔

"کون سی لڑکی۔۔۔۔ کیسی شادی۔۔۔ اور یہ ماہِ زماں کون ہے۔۔۔ تم ٹھیک تو ہونا۔۔۔۔"

انہوں نے بولتے ہوئے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اس نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بولا۔۔۔۔

"بی جان لڑکی جو وہ پھٹان کی بیٹی جس کا باپ مر گیا تھا وہ جس کو میں نے اس دن آپ کے کمرے میں نے چائے کا کہا تھا وہی لڑکی۔۔۔ بی جان آپ کو تو سب پتا ہوتا ہے نا۔۔۔۔"

وہ بولا آنکھیں تقریباً نم ہو چکی تھیں وہ ایسے بول رہا تھا کہ جیسے کوئی بچہ اپنی گئی ہوئی چیز کی تلاش میں بولتا ہے۔۔۔۔

"ہاں وہ لڑکی۔۔۔۔ ہاں اس کا نام تو ماہ ہے نا اچھا شاید پورا نام ماہِ زماں ہو گا۔۔۔۔ تمہارے داجان نے تو اپنی وہ ذمہ داری نبھائی ہے جو انھیں اس لڑکی کے باپ نے کہی تھی۔۔۔۔ اور اب وہ لڑکی پوری عمر تھوڑی بیٹھی گی۔۔۔۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔

"بی جان۔۔۔ آپ۔۔۔

وہ بولتا کے عالیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔۔۔۔

"بی جان یہ آپ کی چائے۔۔۔۔ ارے حارث بیٹا کب آئے۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔

"بس ابھی ابھی۔۔۔"

اس نے کہا اور بی جان کی طرف دیکھا۔۔۔

"ہاں حارث تم جاؤ بعد میں بات کرتی ہوں میں تم سے۔۔۔"

بی جان نے کہا۔۔۔

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اسے کھودے گا۔۔۔

اس نے دستک دی۔۔۔۔

"آجائیں۔۔۔"

ناتلا بیگم بولیں۔۔۔

"ماما۔۔۔"

وہ کسی بچے کی طرح اپنی ماں کے پاس آیا تھا۔۔۔

"ہاں میہ بچے ماں صدقے۔۔۔ کب آئے۔۔۔"

وہ جو الماری میں کپڑے رکھ رہی تھیں اس کے پاس آکر اس کا ماتھا چومتی ہوئی بولیں۔۔۔

"بس ابھی ابھی۔۔۔"

وہ بولا اور ان کو بیڈ پر لا کر بیٹھا اور خود ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔۔۔

"ماما۔۔۔"

وہ بولا آنکھیں نم تھیں۔۔۔

"ہاں میری جان کیا ہوا ہے۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔

"ماما آپ بی جان سے بات کریں گی۔۔۔"

وہ بولا آنکھیں بند تھیں۔۔۔

"کیا بات کروں گی۔۔۔"

وہ حیران ہوئیں آج سے پہلے اس نے کبھی ایسے نہیں کیا تھا۔۔۔

"آپ نے کہا تھا نا کہ آپ اس سے میری شادی کروائیں گی جو مجھے پسند ہوگی۔۔۔"

وہ بہت مان سے بولا تھا۔۔۔

"ہاں میرے بچے کہا تھا۔۔۔ اچھا مجھے بتاؤ کون ہے وہ لڑکی پھر ہم اسے لے کر آئیں اپنے گھر تمہاری دلہن بنا کر۔۔۔"

وہ پیار سے اس کے سر میں ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔۔۔

"اما۔۔۔ کہیں سے لانے کی ضرورت نہیں ہے وہ گھر میں ہی ہے بس آپ بی جان سے کہہ دیں۔۔۔"

وہ سچ میں ایک چھوٹا بچہ لگ رہا تھا۔۔۔۔

"اچھا تو تم آئمہ کی بات کر رہے ہو۔۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔

"نہیں۔۔۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ وہ جوئی لڑکی آئی تھی ماہِ زماں۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"ماہِ زماں۔۔۔ یہ کون ہے ایسی تو کوئی لڑکی نہیں آئی میرے بچے۔۔۔۔"

وہ بولیں اسے تو ایسے لگ رہا تھا جیسے قسمت اس کے ساتھ کوئی مزاق کر رہی ہو۔۔۔۔

کیا یہ سب ایک سراب تھا وہ کسی خواب سے بیدار ہوا تھا یا پھر اس کے ساتھ کوئی کھیل رہا تھا۔ یا پھر سچ میں وہ پری چہرہ ایک سراب ہی تھا وہ حسن جو شاید وہ دیکھ نہیں سکا تھا ایک خواب تھا ان دیکھا خواب جس کی کوئی وقعت ہی نہیں

"ماما آئی ہے وہ اس کا نام ماہ ہے۔۔۔ ہے نا۔۔۔"

وہ دوبارہ بولا وہ انھیں یقین دلارہا تھا یا پھر اپنے آپ کو ٹوٹنے سے بچارہا تھا

"ہاں ماہ نام کی تو ہے۔۔۔ وہ نئی آئی تھی جس کے والد نہیں رہے اب۔۔۔"

وہ بولیں اور اسے تو جیسے زندگی مل گئی تھی۔

"لیکن تمہارا اس سے کیا کام حارث۔۔۔"

وہ رک کر دوبارہ بولیں۔۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔"

وہ بولا جیسے ایک چوٹا بچہ اپنی ماں سے ڈر جاتا ہے کے اسے کہیں ڈانٹ نادیں بلکل ویسے ہی۔۔۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی تھی فوراً۔ ایک تو سفر کی تھکان اور دوسرا بخار جو اسے ہو چکا تھا۔۔۔

شام کے سائے ہر طرف پھیل رہے تھے ہوا میں خنکی اب پہلے سے کافی زیادہ تھی۔۔۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ اپنے بیٹے کو بیڈ پر پایا اور اپنی بیگم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جو اس کے پاس بیٹھ کر اس کو پٹیاں کر رہی تھیں۔۔۔۔

"کیا ہوا بیگم صاحب زادے یہاں کیوں لیٹے ہوئے ہیں۔۔۔؟"

وہ کچھ پریشان ہوئے۔۔۔

"پتہ نہیں میرے بچے کو کیا ہوا ہے بہت تیز بخار ہے جب میرے پاس آیا تھا تو بہت بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔۔۔۔ نا جانے کس چیز کی بے چینی تھی۔۔۔"

وہ پریشان تھیں۔۔۔۔

"اچھا وہ داجان نے یاد کیا ہے آپ کے صاحب زادے کو۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔

حارث ہلکا سا کسمسایا اور اپنے ماتھے پر نمی کا احساس ہوا تو ہاتھ ماتھے پر رکھا جہاں پر ناٹلا بیگم نے پٹی رکھی ہوئی تھی۔۔۔

"ماں۔۔۔"

اس نے پہلی بار ماں کہا تھا جب وہ بچپن میں رویا کرتا تھا بس تب ہی ماں کہتا تھا لیکن آج وہ کس کو بتاتا ہے اس کا دل خون کے آنسو رویا ہے۔۔۔۔

"ہاں میرے بچے۔۔۔ ماں صدقے۔۔۔"

وہ بولیں۔۔۔ تو کمال صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

وہ بھی پریشان ہو گئے تھے۔۔۔۔

"کیا ہوا ہے حارث۔۔۔۔"

وہ پریشانی سے بولے۔۔۔

بابا۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"ہاں بیٹا۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔

"بابا داجان کہاں ہیں۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"بیٹا وہ اپنے کمرے میں ہیں۔۔۔ اور تمہیں بولا رہے ہیں۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"اچھا میں جا رہا ہوں۔۔۔"

وہ بول کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے۔۔۔ کمال۔۔۔"

وہ پریشانی سے بولیں۔۔۔

"اف بیگم یہ جوانی میں لڑکے ایسے ہی ہو جاتے۔۔۔۔"

وہ بولے اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔۔۔۔۔

وہ ان کے کمرے میں جا رہا تھا کہ سامنے سے آتی رکسانہ رکی اور بولی۔۔۔

"چھوٹے شاہ جی وہ بڑے شاہ صاحب آپ کو سٹڈی میں بلا رہے ہیں۔۔۔۔"

وہ بولی۔۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔"

وہ بولا اور آگے بڑھ گیا داجان کے کمرے کے وسط میں بنی سٹڈی کا دروازہ کھول کے وہ اندر داخل ہوا تو وہ کھڑکی کے پاس کھڑے کچھ سوچ میں گم تھے وہ آگے بڑھا اور ان کو پکارا۔۔۔

"داجی۔۔۔"

جب وہ چھوٹا تھا تو ان کو داجی کہتا تھا۔۔۔

وہ مڑے تو اسے دیکھ کر انھیں وہ پانچ سالہ حارث یاد آ گیا جو کسی کی شکایت کرتا ہوا آتا تھا آج بھی وہ ویسا ہی نڈھال سا بچہ لگ رہا تھا۔ لیکن آج وہ کس لیے آیا تھا اس سے تو وہ خود بھی ٹھیک سے واقف نہیں تھا

"آؤ۔۔۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔۔"

وہ بولے اور کچھ قدم چل کر اس تک آئے اور کندھا تھپتھپایا۔۔۔

"جانتے ہو جب تم چھوٹے تھے تو کبھی کبھی بہت ضد کیا کرتے تھے اپنی ہی منوایا کرتے تھے اور مجھے مجبوراً تمہاری ماننی پڑتی تھی نا چاہتے ہوئے بھی کیوں تم میں میری جان بستی تھی وقت بدلتے دیر نہیں لگتی دیکھ پتہ بھی نہیں چلا کتنے سال بیت گئے۔۔۔۔"

اب وہ کھڑکی کے پاس کھڑے تھے جب داجان چاند کو دیکھتے ہوئے بولے۔۔

"آج بھی آپ سے کچھ مانگوں گا تو دیں گے مجھے۔۔۔"

اس نے سوال کیا یا شاید پڑکھنا چاہا۔۔۔

"ہاں کہو۔۔۔"

وہ بولے۔۔

"لیکن ایک شرط ہے۔۔۔"

اس نے کہا تو داجان اس کی طرف مڑے۔۔

"بتاؤ۔۔۔"

انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا اور دوبارہ اپنا رخ سامنے کر لیا۔۔

"جو چیز مانگوں گا انکار نہیں کریں گے اور مجھے وہ چیز دے دیں گے۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

لہجہ پر امید تھا۔۔۔

"وہ۔۔"

حادثہ کچھ بولتا کہ داجان کا فون بج اٹھا انھوں نے فون اٹھایا اور اسے جانے کا اشارہ کیا وہ جن قدموں سے آیا تھا ناچا ہتے ہوئے بھی اپنی خواہش دبائے اسے جانا پڑا۔۔۔

کچھ خواہشوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا چاہیے ورنہ وہ حد سے بڑھ جائیں تو کئی زندگیوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ کر دیتی ہیں۔

سردیوں کا موسم تھا سردی اتنی نا تھی لیکن ہوا میں خنکی زیادہ ہونے کے باعث بہت محسوس ہوتی تھی لاہور کے پوش علاقے میں تین کنال کی وہ کوٹھی اس وقت اپنی شان و شوکت کے ساتھ موجود تھی کیا شان تھی اسے میں رہنے والوں کی وہ اس وقت اپنی بیٹی راجا ایک سال کی تھی اس کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی منظر ایک کشادہ کمرے کا تھا بڑی بڑی کھڑکیوں پر پردے گرے ہوئے تھے کنگ سائز بیڈ پر بیٹھی ہوئی وہ اپنی بیٹی کو مختلف طرح کے کھلونے دیکھانے میں مصروف تھی اس کمرے میں ہیئر نہیں تھا انور ٹر کے باعث کمرہ گرم تھا کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ہاتھ میں اپنا لیپ ٹوپ بیگ پکڑے دوسرے ہاتھ سے اپنے بال ماتھے سے ہٹاتا وہ اندر داخل ہوا تو سامنے اپنی شریک حیات اور اپنی جان سے پیاری بیٹی کو دیکھا اس نے اندر آکر بیگ صوفے پر رکھا اور کوٹ اتارا اور پھر بیڈ پر بیٹھی اپنی بیٹی کو اٹھایا جو بولنا سیکھ رہی تھی وہ روز ایک نیا لفظ بولتی تھی۔۔۔

"آج اتنی جلدی۔۔۔؟"

نور نے اسے جلدی آتا دیکھ کر پوچھا۔۔۔

"ہنم میٹنگ بھی نہیں تھی کوئی اور میں سوچ رہا تھا کہ ہم کہیں باہر چلتے ہیں گھومنے کیوں میرے بچے۔۔۔"

اس بار اس نے رد کو بھی مخاطب کیا جس پر اس نے کہا۔۔۔

"اُمم بابا اُمم۔۔۔"

وہ بول رہی تھی چھوٹی تھی اس لیے ابھی تک اتنا ہی بولتی تھی۔۔۔

"ٹھیک ہے تو پھر ڈنر ہم باہر کریں گے۔۔۔"

اس نے آئی برواچکا کر پوچھا اور کھڑی ہوئی۔۔۔

"ہاں۔۔۔"

اس نے کہا اور رد کو نور کے حوالے کیا۔۔۔

"میں نے کپڑے نکال دیے ہیں آپ فریش ہو جائیں۔۔۔"

نور نے کہا تو اس نے سر کو خم دیا اور بیڈ پر بیٹھ کر موبائل یوز کرنے لگا۔۔۔

وہ انا پرست تھا اس کی باتوں میں اقرار بھی تھا

اس کے چہتے ہوئے لہجے میں چھپا ہوا پیار بھی تھا

وہ مجھے لکھتا تھا کے منتظر نہ رہو۔۔۔

لیکن اس کی تحریر میں صدیوں کا انتظار بھی تھا

وہ کہتا تھا کہ نارو ٹھو منانا نہیں آتا

میری ناراضگی پر لیکن وہ بے قرار بھی تھا

میں شاید پھر نالکھتا اس کو اپنی خبر _____

محبت کا بھرم رکھنا تھا کچھ دل بے اختیار بھی تھا

شاید یہی اس کا انداز محبت ہو

وہ میرا ہدم بھی تھا ستم گزار بھی تھا

آج جمعہ کا دن تھا ساری تیاری مکمل تھی ایک وہ بے چین ساسفید شلواری قمیض کے ساتھ کالی چادر کندھوں پر ڈالے چہرے کی ہلکی داڑی مونچھ اسے اور بھی خوبصورت بنا رہی تھی بیٹھا اور گاہے بگاہے ایک نگاہ اس پر دورا رہا تھا جو سرخ لباس میں بھی ویسے ہی ڈھکی ہوئی تھی ہمیشہ کی طرح۔۔۔

"مولوی صاحب نکاح شروع کروایں۔۔۔۔"

داجان کی آواز آئی۔۔۔

اس بیٹھک میں بہت سے لوگ موجود تھے حویلی کے سارے مرد خواتین میں صرف بی جان۔۔۔

"ماہ ذماں ولد ضمان خان آپ کا نکاح افضل ولد وسیم احمد سے بیس ہزار روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔۔۔"

مولوی صاحب بولے۔۔

حارث کا دل دھڑکا۔۔ آنکھوں میں نمی تیر آئی اور رگیں تن گئیں۔۔۔۔

آخر کوئی اپنی محبت کا نام کسی اور کے ساتھ کیسے سن سکتا ہے اور وہ بھی کوئی مرد۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ بولی۔۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔"

"نہیں۔۔۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ اس کی آواز پوری بیٹھک میں گونجی تھی۔۔۔

"حارث یہ کیا حرکت ہے۔۔۔؟"

دا جان اٹھ کھڑے ہوئے تھے

"یہ نکاح نہیں ہو سکتا داجان۔۔؟"

وہ بولا شاید دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر چیخا ہی تھا

"میر تم ہوش میں ہو۔۔۔؟"

بی جان بولیں۔۔

"شہناز لڑکی کو لے کر اندر جاؤ۔۔"

داجان کے کہنے پر بی جان جاتیں کے حارث کے بولنے سے پہلے ہی و سیم جو ڈرائیور کا باپ تھا بولا۔۔

"یہ کیا ہو رہا ہے داجان ہم نکاح کروا کر بچی کو رخصت کروالے جانا چاہتے ہیں۔۔؟"

"اپنی اوقات میں رہو تم لے کر جاؤ گے۔۔ دفعہ ہو جاؤ تم یہاں سے اور کوئی نکاح نہیں ہو رہا تمہارا آئی سمجھ
آج نکاح ہو گا تو صرف میرا حارث شاہ کا آئی سمجھ اب دفعہ ہو جاؤ۔۔"

اس نے افضل کو گریبان سے پکڑ کر کہا اور غرا کر نکاح کا کہا

"حارث۔۔۔"

داجان نے اپنی روعب دار آواز میں بولے۔۔۔

"حارث بیٹایہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔"

رحمن چچا بولے تھے کمال صاحب کو اس کی کیفیت معلوم تھی مگر اب بھی وہ پوری

طرح واقف نہیں تھے

سب ملازم جو نکاح کے لیے آئے تھے سب باہر چلے گئے تھے اب تو حویلی کی تمام خواتین بھی آچکی تھیں۔۔۔ حویلی کے تمام افراد موجود تھے اس وقت اور وہ آج میر حارث شاہ کا بلکل نیا اور الگ روپ دیکھ رہے تھے جس سے وہ خود بھی ناواقف تھا آج نا جانے اسے کیا ہو گیا تھا وہ کیوں بھڑک اٹھا کیا وہ اتنی محبت کرتا تھا اس سے اس کے دل کا سوال تھا اور آج جواب مل چکا تھا "ہاں" دل زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

"میں بلکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔۔۔ اور خبردار جو اس لڑکی کا نکاح کسی غیرے غیرے سے کرنے کی کوشش کی کسی نے۔۔۔"

وہ غرایا۔۔۔۔

"تو تمہارے کہنے کا کیا مطلب ہے حارث۔۔۔ اگر کسی سے نہیں کروانا تھا تو پھر تم نے اس دن انکار کیوں کیا تھا بولو اس دن کیوں خیال نہیں آیا تمہیں۔۔۔"

داجان اب اس کے مقابل آکر اس سے پوچھ رہے تھے اس نے آنکھیں اٹھا کر انہیں شدید ملال سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ تو سب سے بڑی غلطی تھی اس کی زندگی کی۔۔۔

"حارث اس سب تماشے کا میں کیا مطلب سمجھوں بولو۔۔۔"

داجان نے کہا۔۔۔

"میں اس لڑکی سے نکاح کے لیے تیار ہوں۔۔۔"

وہ بولا کیا اعتراف تھا سب کو سانپ سو نگھ گیا تھا کسی کا دل چھن سے ٹوٹا تھا جس کی آواز صرف اسی کے کانوں میں گونجی تھی جس کا ٹوٹا تھا اس کی آواز کے بعد ایک زوردار تھپڑ کی آواز آئی تھی سب کو تو چپ لگ گئی تھی جیسے آج پہلی مرتبہ کسی نے 'عالم شاہ' کے پوتے 'میر حارث شاہ' پر ہاتھ اٹھایا تھا اور وہ خود عالم شاہ تھے کبھی کسی نے سوچا تھا کہ جس کو آج تک خروجِ نا آنے دی اسے آج تھپڑ ماریں گے اپنے ہاتھوں سے۔۔۔۔

"تم آج یہ صلہ دیا ہے میری شفقت کا، محبت کا۔ اتنا مان تھا تم اور تم نے یہ کیا کیا ہے آج اس خاندان کے چشم و چراغ ہو تم اور تم ایک ایسی لڑکی سے شادی کا سوچ رہے ہو جو ہمارے ہی گھر کام کرتی ہے تم نے سوچا بھی کیسے کے میں اپنے معیار سے گر جاؤں گا۔۔۔"

ایک اور تھپڑ۔۔

کوئی کچھ بول ہی نہیں رہا تھا کہیں شکوہ کن نظریں تھیں تو کہیں کوئی نظر کہہ رہی تھی کے کوئی تو لڑا اپنی محبت کے لیے۔۔

شاہ حویلی کا رواج تھا کہ وہ لوگ اپنے معیار کے مطابق رشتہ کیا کرے تھے خاندان کے سارے مردوں کے اور عورتوں کے رشتے خاندان میں ہی مل جاتے تھے کسی نے آج تک باہر کرنے کا سوچا بھی نا تھا ایک بار سوچا تھا اور جس نے سوچا تھا اس نے آج تک شادی نہ کی تھی 'کریم شاہ انھوں پہلی محبت کی تھی اور شاہ صاحب نہیں مانے تھے تو نہیں ملی محبت۔۔۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے اس نے کس سے محبت کی تھی جو اس کی محبت سے ناواقف تھا اور کسی اور سے محبت نہیں شاید عشق کرتا تھا اور اس کے لیے آج وہ پورے خاندان اور روایتوں اور رواجوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تھا اور وہ کیا تھی کچھ بھی نہیں کیا ملا اسے کچھ بھی نہیں سب فضول وہ رو رہی تھی اور وہ کیا کرتی محبت تو چھن گئی تھی اب کیا بچا تھا کچھ بھی نہیں۔۔۔

وجود عشق کا کوئی سرا ملا؟ نہیں ملا
خودی ملی؟ نہیں ملی، خدا ملا؟ نہیں ملا
تمہیں ہماری روح کے نشاں ملے؟ نہیں ملے
ہمیں تمہارے جسم کا پتہ ملا؟ نہیں ملا
یہ عہد رد کا عہد ہے! سورسم مسترد ہوئی
مسحِ وقت دار پر کھڑا ملا؟ نہیں ملا

"ہاں میں نے کیا ہے ایسا اور میں اس سے ہی شادی کروں گا۔۔۔"

حارث بولا۔۔۔ اب تو ضد تھی شاید۔۔۔

"حارث۔۔۔ ایک اور موقع۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔

اسے تو معلوم ہی نا تھا کہ کبھی وہ بھی کسی محفل کا عنوان ہوگی آج تھی وہ آج وہ میر حارث کے عشق کا عنوان تھی آنکھیں لال ہو گئیں تھیں بغیر کسی قصور کے اتنی ضلالت کیا اس دن کے لیے پیدا کیا تھا آپ نے اللہ تعالیٰ۔۔۔ دل نے دہائی دی وہ تو چپ تھی اسے چپ لگ گئی تھی۔۔۔ آخر کیا قصور تھا اس معصوم کا جسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ اس کے باپ نے کتنا قرض لیا تھا جس کے لیے اتنی ضلالت اٹھانی پڑ رہی ہے اسے۔۔۔ وہ تو بالکل معصوم تھی سچ میں وہ تو ایسے ہی رولی گئی تھی۔۔۔

"میں کہہ چکا ہوں میرا یہی فیصلہ ہے۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔ ماہ نے سراٹھا کر اس دیوانے کو دیکھا کیا کوئی اس سے اتنی محبت کرتا تھا اور اسے نہیں پتہ تھا۔۔۔ کسی نے رشک سے ماہ کو دیکھا تھا کیا قسمت ہے اس کی میر حارث جیسے شخص کی محبت کو پالیا اس نے میں کیوں نہیں۔۔۔ یہ آہ آئمہ کی تھی اس کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔۔۔

"سب لوگ اپنے اپنے کام کریں۔۔۔ اور حارث شام کو اپنا فیصلہ بتانا۔۔۔"

شاید انھیں امید تھی۔۔۔

"شہناز اس لڑکی کو کمرے میں بند کر دو اور خبردار کوئی اس کے کمرے میں گیا تو۔۔۔"

ان کی آواز پر سب کانپ گئے تھے۔۔۔

سب لوگ جارہے تھے ناکلا بیگم نے کمال صاحب کی طرف دیکھا تو انھوں نے اشارہ کیا کہ تسلی رکھو۔۔۔
سب کے جانے کے بعد کمال صاحب نے حارث کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔ اس نے اپنے باپ کو
دیکھا۔۔۔ اور پھر ان کے پیچھے ہی اس کی محبت جارہی تھی اس سے دور۔۔۔

وہ بھی مرے مرے قدموں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔ سب اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔۔۔

وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے کھانے کے ساتھ ساتھ تھوڑی بہت گفتگو بھی ان کے درمیان ہو رہی تھی ابھی نور کچھ کہہ ہی رہی تھی کے

بڑا بڑا کر کے Gucci ایک لڑکی جو بلو جینز کے ساتھ وائٹ ٹی شرٹ پہنے جس پر

لکھا ہوا بڑا واضح ہو رہا تھا۔۔۔ وہ ان کے پاس آ کر رکی اور بولی۔۔۔

"کیسے ہو حمزہ اور کل آئے کیوں نہیں

U know I miss u so much...OH! Who is she...and cute baby

یہ کس کا ہے۔۔۔ کتنا پیارا ہے نا۔۔۔"

وہ لڑکی اتنی فری کیسے ہو سکتی تھی حمزہ کے ساتھ وہ بھی نور کے سامنے حمزہ کی توسانسی کی اٹک گئی تھی اور نور کا تو غصے سے برا حال تھا اب وہ لڑکی بولتے ہوئے بیٹھ چکی تھی۔۔۔ نور ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"کیا ہے یہ اٹھو۔۔۔ فوراً اٹھو۔۔۔"

نور نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور چیخی۔۔۔

"How dare u to touch me like that..?"

وہ لڑکی بھی نور پر چلائی۔۔۔

"How dare u okay..." اور تم ہوتی کون ہو میرے شوہر کے ساتھ اتنی فری ہونے والی ہاں۔۔۔۔"

نور کو وہ لڑکی اس وقت زہر لگ رہی تھی نا جانے کیوں آج سے پہلے بہت دفعہ حمزہ لڑکیوں کے ساتھ گھر آتا تھا لیکن آج تو نور کو آگ لگ گئی تھی۔۔۔۔

"میں تمہارے شوہر کی۔۔۔"

ابھی وہ لڑکی کچھ بولتی کے حمزہ بھی چلا اٹھا تھا۔۔۔۔

"پلیز۔۔۔ تم یہاں سے جاؤ۔۔۔"

"کیوں یہ کون ہے حمزہ اس لڑکی نے مجھ سے کتنی بد تمیزی اور تم نے اسے کیوں نہیں بتایا اسے بتاؤ میں کون ہوں بتاؤ حمزہ ورنہ میں بتاؤں۔۔۔؟"

وہ لڑکی اب حمزہ سے کہہ رہی تھی نور کو لگ رہا تھا کہ اس کا حمزہ اس سے دور ہو رہا ہے اسے لگ رہا تھا کہ وہ تین سال دوبارہ واپس آرہے ہیں۔۔۔ نہیں کوئی بھی عورت اس سے اس کی محبت اس کا حمزہ اس کا شوہر نہیں چھین سکتی تھی۔۔۔۔

"Just Shut Up"۔۔

نور دوبارہ چیختی۔۔۔

"حمزہ یہ۔۔۔"

اس بار نور نے حمزہ کی بازو جھنجھور کر اس سے پوچھا۔۔۔ حمزہ نے نور کی آنکھوں میں دیکھا حمزہ کو لگا کے اگر وہ بول دے گا تو وہ آج اپنی محبت کھودے گا نور کی آنکھوں میں بے یقینی سی تھی جیسے وہ کہہ رہی ہوں کہ وہ اس سب کو سچ نہیں مانتی۔۔۔

"تم جاؤ لیزا۔۔۔"

حمزہ نے اس لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔۔۔ اسے اس کا نام بھی پتہ ہے کیسے حمزہ کیا اسے سچ میں جانتا ہے یہ لڑکی سچ کہہ رہی ہے کیا یہ حمزہ کی نہیں حمزہ صرف مجھ سے محبت کرتے ہیں اور کسی سے نہیں اس نے دل میں پیدا ہونے والے خیال کو جھٹکا۔۔۔

"اوکے لیکن پرمس می کے تم آج آؤ گے اوکے۔۔۔"

اس لڑکی نے حمزہ سے کہا اور چلی گئی وہ آئی اور گئی لیکن بہت سی چیزیں چھوڑ گئی تھی وہ رنجشیں ہی رنجشیں جو پہلے ہی ختم نہ ہوئیں تھیں اب وہ مزید بڑھ گئیں تھیں۔۔۔

"یہ۔۔۔"

نور اس کرسی پر ڈھے گئی تھی وہ حیران ہو گئی تھی کیا قسمت تھی اس کی ابھی اور کیا کیا باقی تھا۔۔۔ آنکھیں بھر آئی تھیں زبان سل گئی تھی اور لب پھڑپھڑا رہے تھے اس سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا حمزہ نے اپنی محبت بھری نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھا کتنی مشکل سے یقین دلایا تھا اس نے اپنی محبت کا لیکن پھر سے کوئی نا کوئی مشکل آکر کرکھڑی ہو ہی جاتی ہے وہ نور کے پاس آکر گھٹنوں کے بل بیٹھا کو اپنی انگلی کے پوروں سے اس کی آنکھوں سے ٹوٹنے والے موتی کو صاف کیا۔۔۔

"نور۔۔۔ نور زندگی۔۔۔ میری۔۔۔"

حمزہ نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھا منا چاہا لیکن نور نے اس کے ہاتھ جھٹکے۔۔۔

"پلیز۔۔۔"

اب وہ اٹھی اور ردا کو اپنی گود میں لیا جو بے بی سیٹ پر بیٹھی کھیل رہی تھی۔۔۔ نور نے اسے اٹھایا اور اپنے قدم بڑھانے لگی۔۔۔

"نور۔۔۔"

حمزہ نے اسے پکارا۔۔۔ وہ رکی نہیں تھی وہ چلتے ہوئے باہر آئی جہاں ان کی کار پارک تھی مگر وہ گاڑی کے پاس آنے کے بجائے اب مین روڈ کی طرف جاتی ہی کے حمزہ نے اس کی بازو تھامی اور اس کی گود سے ردا کو لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کار کی طرف لایا نور نے ہاتھ چھڑوانے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکر سکی۔۔۔

"حمزہ۔۔۔"

حمزہ نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور کار کا دروازہ کھولا اور نور کا بازو پکڑ کر اسے بیٹھانے لگا اس سے پہلے کے وہ گرتی وہ بیٹھ گئی اس کے بعد اس نے ردا کو اس گود میں بیٹھا کر کار کا دروازہ بند کیا اور دوسری طرف آکر کار کا دروازہ کھول کر بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کی وہ کچھ نابولا تھا شاید بولنا نہیں چاہتا تھا اسے پتہ تھا کہ وہ ابھی نہیں مانے گی اس لیے وہ کچھ نابولا۔۔۔

"مجھے ڈیورس چاہیے۔۔۔"

افن کیا کہا تھا اس نے حمزہ کا تودل ہی چیر دیا تھا اس نے وہ کہہ کیا چکی تھی اسے خود نہیں پتہ یا پھر وہ خود سے کہہ رہی تھی کہ اب بس۔۔۔

"میری بات کو ایسے ہی مت سمجھنا حمزہ۔۔۔ مجھے ڈیورس دو ورنہ میں خالوں گی تم سے۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔

"تمہیں جو کہنا ہے گھر جا کر کہنا تسلی سے۔۔۔"

وہ بہت پر سکون انداز میں بولا اور نور کو حیران کر گیا اتنا سکون۔۔۔ اب وہ سوچ چکی تھی اس کا یہ سکون ہی چھینے گی وہ۔۔۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی اس کا سکون تو وہی تھی۔۔۔ اس کی نور۔۔۔

کوئی ایسا جادو ٹونا کر

میرے عشق میں وہ دیوانہ ہو

یوں الٹ پلٹ کر گردش کی

میں شمع تو وہ پروانہ ہو

ذرا دیکھ کے چال ستاروں کی

کوئی زانچہ کھینچ قلندر سا

کوئی ایسا جنتِ منتر پڑھ

جو کر دے بخت سکندر سا

کوئی چلے ایسا کاٹ کے پھر

کوئی اس کاٹ نہ کر پائے

کوئی ایسا دے تعویز مجھے

وہ مجھ پر عاشق ہو جائے

وہ اپنی قسمت پر رورہی تھی اور کبھی ماہ کی قسمت پر رشک کر رہی تھی اور کبھی خدا کو دہائی دے رہی تھی کہ کیوں کیوں میرا حارث شاہ اس سے محبت نہیں ہوئی تھی کیوں کیوں۔۔۔ وہ اب رورہی تھی وہ اس وقت مسلے پر بیٹھی اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھی کیوں۔۔۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ اپنی آنکھیں نوچ لے جن سے اس نے اس حسن سراپا کو دیکھا تھا وہ تو سحو کن شخصیت رکھتا تھا سچ میں کیا حسن تھا اس کا یونی میں ہر لڑکی کا کرش تھا وہ تو پھر اس کی کزن تھی اس کے گھر میں ہی رہتی تھی اس کا قصور نہیں تھا کوئی وہ کیا کرتی اب۔۔۔

اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا سگریٹ کے کش پے کش لے رہا تھا وہ اس وقت کارپٹ پر بیٹھا تھا سامنے ہی شراب کی بوتل کھلی پڑی تھی اور ساتھ بہت سی سگریٹ پڑی ہوئی تھیں جو وہ پی چکا تھا اچانک دروازے

پر دستک ہوئی اس نے کوئی جواب نادیا تھا دروازہ کھلا انے والے شخصیت کیا تھی وہ بھی تو اپنے عشق میں
نڈھال تھے کتنے سال آج وہ ایسا نہیں ہونے دیں گے اب اور کسی کی محبت نہیں چھننے دیں گے وہ آج وہ اپنے
بہتجے کے عشق فتح چاہتے تھے ہاں آج وہ بولیں گے جیسے آج سے کئی سال پہلے وہ اپنی محبت کو پانے کے لیے
بولے تھے۔۔۔

"حارث۔۔۔"

وہ بول کر اندر آئے۔۔۔

"چاچو۔۔۔"

اس نے کہہ کر انھیں دیکھا وہ دروازہ بند کر کے اس کے پاس آکر نیچے ہی بیٹھ گئے اور بھکری ہوئی سگریٹ
اور شراب کی بوتل کو دیکھنے لگے۔۔۔

"دیکھ رہے ہیں نا بہت بدل گیا ہوں نا میں پتہ نہیں۔۔۔"

اس شراب کی بوتل اٹھا کر منہ کو لگائی اور پھر گھونٹ بھر کر رکھی اور بولا۔۔۔

"پتہ نہیں۔۔۔"

وہ بولا ہی تھا کہ دل کی کیفیت بتاتے ہوئے آنکھیں بھر آئیں آنسو آئے تھے ایک لڑی ہوئی آگئی تھی موتیوں کی اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑیں اور پھر بولا۔۔۔

"پتہ نہیں کیا ہوا مجھے وہ۔۔۔ اسے۔۔۔ میں نا۔۔۔ ہاں میں اسے آج تک نہیں دیکھا اس کی آنکھیں ایک بار غلطی سے دیکھ لیں تھیں میں نے تو اس کا چہرہ۔۔۔ ہاں چہرہ نہیں دیکھا آج تک۔۔۔ وہ اچھی ہے۔۔۔ مجھ سے

بہت ڈرتی ہے پتا ہے۔۔۔ پتا ہے میں بہت محبت کرتا ہوں۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں عشق کرتا ہوں۔۔۔

عشق۔۔۔ پتا نہیں کیا ہوا مجھے۔۔۔ یہاں بہت درد ہوتی ہے چاچو۔۔۔ داجان کو بتانا تھا لیکن۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ نہیں مانتے آپ ان سے کہیں ناپلیز۔۔۔ ان سے کہیں کے میں ہاں۔۔۔ آپ ان سے کہیں کے وہ مجھے میری ماہ دے دیں نامیں اسے یہاں نہیں لاؤں گا میں اسے۔۔۔ اس

کی شادی کسی اور سے کر رہے تھے۔۔۔"

وہ رویا۔۔۔ پھر سے آنکھیں رگڑیں اس نے۔۔۔

"اس کی شادی نا کریں نا کسی سے۔۔۔ ان سے کہیں۔۔۔ یہاں بہت درد ہوتی ہے چاچو۔۔۔ میں تو آپ کا شیر ہوں نا آج بہت درد ہو رہا ہے شیر کو آج شیر بہت زخمی ہے چاچو مجھ سے میری طاقت نالیں میں کچھ نہیں مانگوں گا پکا۔۔۔"

اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا وہ ایک بچا لگ رہا تھا اس وقت انھیں اپنا چھ برس کا شیر یاد آگیا تھا جو ان سے بہت پیار کرتا تھا اور وہ اس سے۔۔۔۔

"حارث میرے شیر۔۔۔"

ان کی آنکھیں اسے تکلیف میں دیکھ کر بھر آئی تھیں کتنی تکلیف ہوتی ہے وہ جانتے تھے آج وہ گزرے تھے مگر انھیں تو آرام آگیا تھا لیکن آج ان کا شیر تکلیف میں تھا۔۔۔

"چاچو۔۔۔"

وہ یہ کہہ کر ان کے گلے لگاؤہ رو رہا تھا دھاڑا تھا وہ ڈر گئے تھے آج وہ اس سے ڈر گئے تھے۔۔۔ وہ اب بھی ڈر رہے تھے۔۔۔

کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا بیڈ کے پاس وہ ٹیک لگائے گھٹنوں میں سر دیے رو رہی تھی اللہ سے ہی شکوہ کر سکتی تھی وہ کوئی تھا ہی نہیں اس کا ناماں ناباپ بابھائی بابھن کسے تکلیف بتاتی صرف اس کا ہمدرد اللہ ہی تھا اس وقت اصلی اور حقیقی ہمدرد وہی تھا جو سکون دیتا ہے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کی سنتا ہے۔۔۔

اس کے ساتھ جو ہو رہا تھا وہ برداشت کر رہی تھی اس طرح جیسے کوئی آزمائش ہوتی ہے اسے لگ رہا تھا جیسے اللہ اس کی آزمائش لے رہا ہے ہاں شاید ایسا ہی تھا۔۔۔

پر کھنا مت پر کھنے میں کوئی اپنا نہیں رہتا

کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا

بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا

جہاں دریا سمندر سے ملا دریا نہیں رہتا

تمہارا شہر تو بالکل نئے انداز والا ہے

ہمارے شہر میں بھی کوئی ہم سا نہیں رہتا

محبت ایک خوشبو ہے ہمیشہ ساتھ چلتی ہے

کوئی انسان تنہائی میں بھی تنہا نہیں رہتا

وہ آتے ہی رد اکولے کر گاڑی سے اتری اور اندر کی طرف بڑھی حمزہ نے گاڑی کا دروازہ بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور اب وہ تیار تھا نور کی ماردھاڑ سننے کے لیے جو کے اب اس کا حق بھی بنتا تھا۔۔۔

لیکن ایک چیز سے اب بھی وہ ناواقف تھا کہ یہ معاملہ انتہائی سنگین ہونے والا تھا۔۔۔

اس نے اندر آکر رد اکو بیڈ پر لیٹایا کیونکہ وہ سو رہی تھی اس نے ڈریسنگ سے ایک بیگ نکالا پہلے اپنے اور اب وہ رد اکو پر رکھ رہی تھی اس نے صرف وہی کپڑے لیے تھے جو اس نے اپنی سیلری سے خریدے تھے

شاید وہ اس کی ہر چیز چھوڑ جانا چاہتی تھی مگر وہ بھی تو اس کی ہی تھی تو وہ کیوں جارہی تھی آنسوؤں میں تیزی آئی تھی

وہ جلدی جلدی کام کر رہی تھی کے حمزہ اندر آیا اور اس کا یہ رد عمل دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے پہلے اپنی بیوی کو دیکھا جو اس کی محبت تھی اور پھر اپنی بیٹی کو سوتے ہوئے دیکھا جو اس کی جان تھی۔۔۔۔۔ وہ آگے بڑھا اور ڈریسنگ کے باہر کھڑا ہو گیا جہاں سے نور کپڑے نکال کر لارہی تھی اس بار نور آگے آئی تو اس نے حمزہ کو دیکھا پھر دوسری طرف سے نکلنے لگی تو حمزہ نے راستہ روکا پھر ادھر پھر ادھر وہ جس طرف ہوتی تھی وہ اس کا راستہ روک رہا تھا۔۔۔۔۔

"حمزہ پلیز۔۔۔"

وہ چلائی۔۔۔

"یار تم۔۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کے بازو تھامنے چاہے لیکن نہیں۔۔۔

"No Mr.Hamza...No more chance..."

وہ بولی اور آگے بڑھتی کے حمزہ نے جھٹکے سے اسے پکڑا اور اپنے سامنے کیا۔۔۔

"میری بات سنو پہلے۔۔۔"

اس کا لہجہ سخت اور گمبھیر تھا۔۔۔

"اب نہیں بہت سن چکی میں تمہارے جھوٹے دعوے تمہاری جھوٹی قسمیں، جھوٹی محبت اور جھوٹے وعدے۔۔۔"

وہ ایک سانس میں بول کر چپ ہوئی۔۔۔

"میری محبت جھوٹی نہیں ہے نور۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"ہاں محبت جھوٹی نہیں ہے ہوتی تو جھوٹی ہوتی نا۔۔۔ تھی ہی نہیں تم نے تو صرف دلا سے دیے ہیں مجھے تم نے مجھے چیٹ کیا ہے حمزہ۔۔۔"

You cheat me Hamza..you cheat me my fade cheat me bcz I loveyou
from the depth of my heart but you can't love me you just cheat me...
you are a cheater...you are a lyier...you kill my feelings and my heart
you kill my love...You are a killer..."

اس کی دل خراش چیخوں سے حمزہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا۔۔۔

"نور۔۔۔"

وہ بھی چیخا وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے سنے۔۔۔

"اس اب کچھ بھی نہیں۔۔۔"

وہ اسے دھکا دے کر آگے بڑھی اور کیڑے بیگ میں رکھ کر زپ بند کرنے لگی اس کے بعد اس نے اپنی چادر لی اور پھر ردا کو کمبل میں لپیٹا پھر اسے گود میں اٹھا کر اس نے اپنا موبائل اپنے پرس میں رکھا اور پھر بیگ لے کر باہر نکلی۔۔۔

"نور۔۔۔"

وہ پیچھے سے دھاڑا۔۔۔

"نور۔۔۔"

وہ اس تک آیا۔۔۔

"میری بیٹی کہیں نہیں جائے گی۔۔۔"

اس نے نور کی گود سے ردا کو لینا چاہا لیکن نہیں وہ نہیں لے سکا۔۔۔

"بلکل بھی نہیں خبر دار جو میری بیٹی کو ہاتھ لگایا ہو تو بہت ہو گیا حمزہ یہ میری بیٹی ہے آئی سمجھ تم اسے نہیں لے سکتے ہو مجھ سے سب کچھ لے تو لیا ہے اب یہ ہر گز نہیں دوں گی تمہیں۔۔۔"

کہہ کر اسے لیتی ہوئی باہر نکل گئی۔۔۔

"یہ کیا کیا تم نے۔۔۔"

وہ صوفے پر ڈھے گیا تھا اسے پتہ تھا اب وہ نہیں رکے گی۔۔۔

"بس کرو شیر بنو میں تمہیں ایک چیز بتاتا ہوں آج سے بیس سال پہلے میں بھی تمہاری طرح ہی ایک لڑکی سے محبت کر بیٹھا تھا میں نے بی جان کو بتایا بھائی کو بتایا جب بابا کو پتا چلا تو انھوں نے انکار کر دیا۔۔۔"

بیس سال پہلے۔۔۔

کریم شاہ ایک خوبصورت نوجوان تھے وہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کراچی گئے تھے وہاں ان کو ایک لڑکی سے محبت ہو گئی تھی لڑکی کے والد درزی تھے اور والدہ دو سال پہلے ہی انتقال کر چکی تھیں۔۔۔ وہ لڑکی جس سے کریم شاہ اپنا دل دے بیٹھے تھے اس کا نام فرید تھا وہ سانولے رنگ کی مالک مگر تیکھے نین نقش جو انھیں خوبصورت بناتے تھے وہ اخلاق کی اچھی تھیں اس کی ایک منگنی ٹوٹ چکی تھی جو ان کے کزن سے بچپن میں ہوئی تھی اس لیے ان کا آج تک کوئی رشتہ نہیں آیا تھا مگر فرید اور کریم شاہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور اظہار بھی کر چکے تھے فرید کے والد راضی تھے وہ بیٹی کی خوشیاں چاہتے تھے۔۔۔ مگر جیسے ہی یہ بات شاہ صاحب تک پہنچی تو حویلی میں جیسے طوفان آ گیا تھا

ان کے اتنے سخت انکار پر کریم شاہ گھر چھوڑ کر چلے گئے اس سب کی خبر فرید کو ہوئی تو انھیں کافی رنج ہوا تھا مگر کریم شاہ کی تسلی نے مطمئن کیا ہوا تھا شاہ صاحب نے فیصلہ کیا کہ کریم شاہ کو گھر بلا یا جائے اور پھر سے پوچھ لیا جائے مگر کریم شاہ کی محبت تھی وہ کیسے چھوڑتے۔۔۔ انھوں نے بات نامانی اور فرید کے گھر چلے گئے۔

اور اس وقت فرید اکا جنازہ ہو رہا تھا ان کی تکلیف ایسے تھی کہ دل پھٹ جائے گا۔۔۔ فرید اکے والد نے کریم شاہ کو قصور وار گردان کر باہر نکال دیا کریم شاہ پھر حویلی لوٹ آئے اور پھر اپنی محبت کے ساتھ ہی اب تک جیے۔۔۔ کیونکہ

محبت تو روح سے کی جاتی ہے نا جسم سے تو نفس کی خواہشیں بھی پوری کی جاتی ہیں۔۔۔۔

فرید اکی موت کی اصل وجہ یہ تھی کہ کریم شاہ ان سے نکاح کر چکے تھے اور فرید اکے والد کو یہ بات معلوم نا تھی جس کی وجہ سے انھوں نے فرید اکا رشتہ کسی اور سے طے کر دیا اس دن نکاح سے پہلے ہی فرید انے زہر کھا کر موت کو گلے لگا لیا۔۔۔

"تمہیں پتہ ہے حادثہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں تمہاری محبت ملے مگر کیا تم نے اس لڑکی سے اس کی رضا مندی پوچھی ہے۔۔۔"

وہ بولے تو وہ ساکت رہ گیا اسے تو نہیں پتا تھا وہ تو اس کے دل کا حال نہیں جانتا تھا نا۔۔۔ کیا وہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی۔۔۔

"میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھی ہے چاچو وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اگر نا کرتی تو وہ سب کو بتاتی کے میں اسے تنگ کیا ہے میرا مطلب۔۔۔"

وہ گر بڑایا۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔ اچھا خیر حارث وہ بچی معصوم ہے انجان ہے اور سب سے بڑھ کر یتیم ہے شادی کے بعد اس کے سارے رشتے تم سے ہی ہوں گے اور میں تمہارے لیے لڑوں گا میرے شیر۔۔۔"

وہ بول کر اٹھے اور اس کا کندھا تھپتھپا کر باہر نکل گئے۔۔۔

"وہی ہوا جس کا ڈر تھا آج اس نے ٹھیک نہیں کیا شہناز۔۔۔ اس نے آج بیس سال پہلے کا قصہ دوہرا کر ٹھیک نہیں کیا آج بالکل ویسے ہی وہ تن کر کھڑا ہو گیا تھا اپنی محبت کے لیے جسے ہم نے اپنے ہاتھوں سے پالا تھا جسے اپنی گود میں کھلایا تھا جسے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا جس ہر خواہش پوری کی تھی آج اس نے ہی۔۔۔۔"

وہ بول کر رکے۔۔۔۔

"تو پھر یہ خواہش بھی پوری کر دیں اس کی شاہ۔۔۔ کیوں وہ کہانی دوہرا رہے ہیں کیا ملے گا۔۔۔"

"شہناز۔۔۔۔"

وہ ان کی بات کاٹ کر دھاڑے۔۔۔

"شاہ بس کریں۔۔۔ بس اب تو نا کریں۔۔۔"

بی جان نے ان کے بازو تھام کر کہا۔۔۔

وہ شراب پی کر وہیں ڈھے گیا تھا چاچو کو گئے کافی دیر ہو گئی تھی اچانک ہی اس کی طبیعت خراب ہونے لگی تھی اسے قے آرہی تھی وہ اٹھ کر واشروم کی طرف بڑھا اور سنک پر جھکا اس نے ٹیپ ان کی اور پھر اپنا منہ تو لیے سے صاف کیا باہر

نکلا تو وہ بیڈ کے قریب ہی تھا کہ سر چکر آیا اور وہ زمین بوس ہو گیا۔۔۔۔۔

"میں کیا کروں شہناز۔۔۔ وہ لڑکی تم کیا کہہ رہی ہو کے میں اپنے معیار سے گرجاؤں ہر گز نہیں۔۔۔
میں۔۔۔"

وہ اپنا فیصلہ سناتے ہی کے دروازے کی دستک پر ر کے اجازت دی۔۔۔

"داجان وہ بھائی۔۔۔ وہ بھائی بے ہوش ہو گئے ہیں ان کے کپڑوں پر خون تھا پتا نہیں وہ۔۔۔"

آنیہ ہانپتی ہوئی حارث کے بارے میں بتا رہی تھی۔۔۔

"کیا ہوا ہے حارث کو۔۔۔"

بی جان نے کہا۔۔۔

"اگر میرے بچے کو کچھ ہونا شاہ تو پھر بھول جانیئے گا مجھے بھی۔۔۔"

بی جان نے کیا وار کیا تھا۔۔۔ آخریہ کس کو پتا تھا کہ بی جان بھی تو داجان کی محبت ہی تھیں۔۔۔

"شہناز۔۔۔"

وہ بھی پیچھے گئے۔۔۔۔

ہم سزاؤں کے حق دار بنے ہیں کب سے

تم ہی کہہ دو کہ جرم ہے کیا محبت کرنا؟

کالج روڈ پر وہ اکیلی لڑکی انجان رستہ اور ہر طرف شام کے سائے پھیل رہے تھے وہ اکیلی اپنی بیٹی کو لے کر کہاں جائے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اچانک اسے اپنی دوست کا خیال آیا اس نے اسے کال کی اس کی دوست نے اسے کہا کہ وہ اسے کچھ دیر میں ریسیو کرے گی اب وہ اس وقت فٹ پاتھ پر کھڑی اپنی دوست کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

سب لوگ اس وقت اس کے کمرے میں جمع تھے ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر کے جا چکا تھا اور اب نائلا بیگم اس کے سرہانے بیٹھی ہوئیں تھیں اور دوسری جانب بی جان بیٹھی ہوئیں تھیں کمال صاحب، زیشان، آنیہ، نازیہ

بیگم اس وقت کچن میں حارث کے سوپ بنارہی تھیں عالیہ بیگم اور رحمن صاحب بھی وہیں موجود تھے کے اسی ثنا میں داجان اندر آئے۔۔۔

"داجان آئیں نا آپ یہاں بیٹھ جا۔۔۔"

رحمن صاحب ان کے آنے پر کچھ بولتے کے شاہ صاحب نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔۔۔

"کیا کہا ہے ڈاکٹر نے کسی طبیعت ہے اس کی۔۔۔؟"

وہ بولے۔۔۔

"ڈاکٹر نے کچھ دوائیاں لکھ کر دی ہیں ابھی ہوش میں آئیں گے تو وہ دینی ہے اب بہتر ہیں پہلے سے بھائی۔۔۔۔"

زیشان نے ان کو آگاہ کیا۔۔۔۔

"ہنم۔۔۔"

انہوں نے مختصر جواب دیا۔۔۔

"ماں۔۔۔۔ آہ۔۔"

حارث کو ہوش آچکا تھا دھیرے دھیرے وہ آنکھیں کھول رہا تھا۔۔ پہلے اندھیرا تھا اور پھر اسے اپنی ماں اور
بی جان کا چہرہ دیکھائی دیا۔۔۔۔

"میرا بچا ماں صدقے۔۔۔ اٹھو بیٹا آنکھیں کھولو۔۔۔"

حادث کے ہوش میں آنے پر بی جان اور ناکلا بیگم دونوں متوجہ ہوئیں۔۔۔۔

"اف۔۔۔"

وہ درد سے کراہا تھا اس کا سر پھٹ جانے کو تھا۔۔۔

"مجھے لڑکے سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔۔"

وہ کہہ کر رکے۔۔۔

"سب باہر جائیں۔۔۔۔"

وہ بولے سب نے پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر ایک ایک کر کے سب باہر جانے لگے بی جان باہر بارہی تھیں کے انھوں نے ایک نظر شاہ صاحب کو دیکھا جو کوئی عزم لیے کھڑے تھے شاہ صاحب ان کی نظروں کا مفہوم سمجھ چکے تھے اس لیے ایک نظر دیکھ کر نظریں پھیر لیں۔۔۔

دا جان حارث کی طرف بڑھے وہ ان کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھنے لگا ہی تھا کہ۔۔۔

"لیٹے رہو۔۔۔۔"

وہ نہیں اٹھا۔۔۔ وہ اس کے پاس کی بیٹھ گئے تھے۔۔۔

"حارث میں نے تمہیں اپنے ہاتھوں سے پالا ہے۔۔۔"

وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولے۔۔۔ حارث نے ان کو دیکھا وہ کتنے ضعیف ہو گئے تھے۔۔۔

"داجان۔۔۔"

وہ کچھ بولتا کے انھوں نے بات کاٹی۔۔۔

"تم بول چکے ہو اب سنو۔۔۔"

وہ رکے۔۔۔۔۔

"میں نے بہت سال پہلے اپنے دل پر پتھر رکھ اپنے بیٹے کے فیصلے پر انکار کیا تھا روایات کو برقرار رکھنے کی وجہ سے اور جب وہ چلا گیا تو وہ چل بسی اور پھر اب اس کا حال تمہارے سامنے ہے وہ جس حال میں ہے جس تکلیف سے گزرا ہے میں سمجھ سکتا ہوں لیکن اس کا درد بہت ہے میں اسے دیکھ کر جس تکلیف میں ہوں میں نہیں چاہتا تم بھی اس تکلیف سے گزرو تم میں میری جان بستی ہے حارث میں نے تمہارے ہر خواہش پوری کی ہے تمہیں کیا لگا تھا یہ پوری نہیں کروں گا۔۔۔"

وہ اٹھنا چاہتا تھا لیکن درد کی شدت ہی بہت تھی۔۔۔

"لیٹے رہو اپنے آپ کو تکلیف نہ دو بچے۔۔۔ حارث مجھے نہیں پتا لیکن مجھے بتاؤ اگر میں آج ہاں کہہ دوں گا تو کیا یہ انصاف ہو گا نا جانے کیسی آزمائش ہے میں تب بھی بے بس تھا اور اب بھی لیکن شاید مجھے میری غلطی کے ازالے کا موقع ملا ہو دیکھو بیٹا میں منا نہیں کروں گا جہاں اتنی خواہشیں پوری کی ہیں وہاں یہ بھی سہی۔۔۔۔۔ لیکن یاد رکھنا کبھی رشتوں میں درارنا آنے پائے تمہارا ابھی صرف نکاح ہو گا اور رخصتی آئمہ کی شادی پر اس بچی کی شادی کرنی ہے حارث اس کے لیے رشتہ پہلے تلاش کرنا ہے ہمیں۔۔۔۔۔"

وہ بولے۔۔۔۔۔ حارث تو مانو پھولے نہیں سمارہا تھا کیا خوشی تھی دل تو کھل اٹھا تھا۔۔۔۔۔ اب وہ درد بھلا کر اٹھا اور داجان کے گلے لگا۔۔۔۔۔

"شکریہ داجان۔۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔"

اس نے کہا تو داجان نے اس کا کندھا تھپتھپا کر اسے خود سے الگ کیا اور بولے۔۔۔۔۔

"اٹھو اور تیار ہو کر نیچے آؤ۔۔۔۔۔"

وہ بولے تو اس نے ان کو حیرانی سے دیکھا۔۔۔۔۔

اس خبر پر سب خوش ہو گئے تھے اور ہوتے بھی کیوں ناحویلی کی پہلی شادی تھی یہ کریم شاہ کی خوشی دیدنی تھی۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہے میں آپ سے تھوڑی دیر بعد بات کروں گی۔۔۔"

وہ کچن کے ایک کونے میں جہاں باغیچے کا دروازہ کھلتا تھا وہاں کھڑی کسی سے بات کر رہی تھی۔۔۔

"ہاں اوکے میں۔۔۔ ہاں کل اوکے اگر کل سب جائیں گے تو میں آپ سے ضرور ملوں گی۔۔۔ جی اوکے۔۔۔"

اس نے فون بند کر کے ادھر ادھر دیکھا اور باہر کی جانب بڑھی جہاں سے آنیہ آتی دیکھائی دے رہی تھی وہ اصل میں میٹھائی لینے آئی تھی اور پھر اسے ماہ کو تیار کرنے بھی جانا تھا اسے آتا دیکھ کر عافیہ جو فون سن کر آئی تھی بولی۔۔

"کہاں جارہی ہو اور آئیہ کہاں ہے۔۔۔"

اس نے آنیہ سے پوچھا۔۔۔

"آئیہ تو اپنے کمرے میں ہے اور آپ یہاں کیا کر رہی تھیں۔۔۔؟"

اس نے تفشیشی انداز میں پوچھا تھا عافیہ کی سانس رک گئی تھی۔۔۔

"ہاں وہ میں دراصل یہاں پر ہاں میں نے سوچا کہ سب کے لیے چائے لے جاؤں۔۔۔"

وہ بولی ہی کے آنیہ نے بات کاٹی۔۔

"چائے تو میں پہلے ہی لے گئی تھی آپ۔۔۔"

اس کی بات پر عافیہ تو بھرک اٹھی تھی۔۔۔

"زیادہ زبان نہیں چل رہی تمہاری۔۔۔"

عافیہ اسے کہتی ہوئی وہاں سے جلدی جلدی باہر نکلی اور کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔۔

"عجیب ہی مسئلہ ہے ان کا۔۔۔"

آنیہ کہہ کر مٹھائی پلیٹ میں نکال رہی تھی کہ اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہے۔۔۔ وہ مڑی تو اس نے اپنے پیچھے زیشان کو دیکھا جو گلاب جامن کھا کر اس کے ڈوپٹے سے اب ہاتھ صاف کرنے میں مصروف تھا آنیہ کو تپ چڑھ گئی تھی۔۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟"

اس نے غصے سے کہہ کر اپنا ڈوپٹہ کھینچا۔۔۔

"میں نے کیا کیا ہے۔۔؟"

زیشان نے فل ڈرامائی انداز میں کہا۔۔۔

"یہ کیا تھا آپ ہاتھ صاف کر رہے تھے میرا ڈوپیٹہ خراب کر دیا۔۔"

وہ چڑھ کر بولی۔۔۔ اور مڑ کر اپنا کام کرنے لگی۔۔۔

"میرے ہاتھ اتنے بھی بڑے نہیں تھے کہ تمہارا پورا ڈوپیٹہ گندا ہو گیا ہے بس تھوڑے سے صاف کیے

ہیں۔۔۔"

اس نے معصومیت سے آنکھیں کھول کر کہا۔۔۔

"آپ جیتے اور میں ہاری میرا دماغ مت کھائیں چلیں جائیں اب اگر کسی نے دیکھ لیا تو پتہ نہیں کیا سوچے گا۔۔۔"

آنیہ نے کہا۔۔۔

"آہن۔۔۔ کون کیا سوچتا ہے کیا بولتا ہے کیا کرتا ہے۔۔۔ اس سب کی تمہیں بڑی فکر ہے میری فکر کی کبھی۔۔۔ کبھی میرا سوچا۔۔۔ نہیں میری بیگم کو تو بس سب کی فکر ہوتی ہے میرے علاوہ۔۔۔"

وہ بولا اور اسے غصے سے گھورا اس کے اس طرح گھورنے پر آنیہ نے نظریں جھکائیں۔۔۔

"میں سوچ رہا تھا کہ بھائی کے نکاح کے ساتھ اپنی رخصتی ہو جائے۔۔ کیوں اچھا خیال ہے نا۔۔"

"نہیں بلکل بھی نہیں۔۔"

وہ تو جیسے فوراً الرٹ ہو گئی تھی۔۔۔\

"کیا کہا۔۔۔ ہاں بولنا زرا۔۔"

زیشان اسے غصے سے دیکھتا ہوا اس کے قریب آیا اور اپنا کان اس کے پاس کر کے پوچھنے لگا۔۔

"میں کہہ رہی تھی کہ ابھی نہیں۔۔۔ میرا مطلب ہے ابھی تو آئمہؑ آپنی اور عافیہؑ آپنی بھی رہتی ہیں نا اور پھر بھائی کا بھی صرف نکاح ہی ہے ابھی بس تو ہم کیسے اس لیے نہیں۔۔۔"

اس کے کہنے پر وہ پاس آیا۔۔۔ اور اپنی آئی برواچکا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

"مطلب کے ابھی نہیں۔۔۔"

وہ پیچھے ہو کر بولی۔۔۔

"ہاں تو ٹھیک ہے ابھی نہیں کرتے پر بعد میں اس کا بدلہ تمہیں چکانا پڑے گا مسسز زیشان شاہ۔۔۔"

اس نے کہا اور ایک طرف سے گزر کر چلا گیا۔۔۔

"بدلہ کیوں میں نے کیا کیا ہے بھلا ایسے ہی کچھ کریں تو صحیح میں بتاؤں گی پھر۔۔۔"

آنہ نے سوچا۔۔۔

"کیا مطلب ہے نکاح ہو رہا ہے۔۔۔ کس کا"

آنہ نے آکر آئمہ کو بتایا کہ نکاح ہو رہا ہے پر کس کا وہ اب بتا رہی تھی۔۔۔

"وہ حارث بھائی اور ماہ کا۔۔۔"

اسے لگ رہا تھا کہ سب ختم ہو چکا ہے پر وہ اس چیز کے لیے خود کو پہلے ہی تیار کر چکی تھی کیوں کہ اسے پتہ تھا کہ میر حارث کوئی چیز مانگے اور پوری نا ہو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی تھی اسے غم تھا بس اتنا ہی کہ وہ سنبھل سکے۔۔۔ اسے نے اپنے آنسو صاف کیے اور بولی۔۔۔

"کوئی بات نہیں شاید میری قسمت میں کچھ اور تھا میں ایسے ہی اپنے فیصلے کیسے بیٹھی تھی میں تو کسی اور کی امانت ہوں تو میں کیوں اب مزید اس امانت میں خیانت کروں جب جان چکی ہوں کہ وہ میرا نہیں ہے۔۔۔"

اس کے دماغ نے کہا تھا وہ سمجھ چکی تھی۔۔۔۔

شام کے پانچ بج رہے تھے ساری تیاریاں مکمل تھیں سب لوگ اس وقت شاہ حویلی کے لاؤنج میں موجود تھے ایک تین سیٹر صوفہ جس پر اس وقت حارث درمیان میں بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ہی مولوی صاحب بیٹھے تھے نکاح شروع ہونے والا تھا عافیہ اس وقت فون سن کر نیچے آئی تو آنیہ نے اسے دیکھا اسے عافیہ کی حرکتیں بہت مشکوک لگ رہی تھیں سب موجود تھے سب خوش بھی تھے سوائے اس کے مگر اس نے اپنے دل کو سمجھالیا تھا اب وہ بہتر تھی مگر اصل دکھ تو اس کا تھا جو بغیر کسی مقصد کے رل رہی تھی بغیر کسی قصور کے اس کا کیا قصور تھا بھلا اس سے کسی نے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے پر نہیں۔۔۔ کوئی نہیں کسی کو اپنی خوشی اور غمی میں وہ تو بھول ہی گئی کہ وہ بھی انسان ہے۔۔۔ اس کی بھی مرضی ہے۔۔۔

پر صحیح کہتے ہیں عورت میں بہت صبر ہوتا ہے اس کا قصور نہ بھی ہو تب بھی وہ بہت کچھ سہہ لیتی ہے عورت کبھی کبھی بہت مجبور ہو جاتی ہے اپنے رشتوں کے ہاتھوں اپنے دل کے ہاتھوں اور کبھی کبھی اپنی قسمت کے ہاتھوں۔۔۔۔

"دنیا ایک خواب ہے جس خواب میں عورت ایک اہم کردار ہے جو اس خواب کو سہانا بھی کر دیتی ہے اور اس خواب کو عزاب بھی بنا دیتی ہے اب چاہے وہ عورت ماں ہے بیٹی ہے بیوی ہے بہن ہے یا وہ محبوبہ ہے۔۔۔۔"

"عورت کئی دفعہ بہت کچھ برداشت بھی کر لیتی ہے اور بہت کچھ برباد بھی کر دیتی ہے۔۔"

کچھ ہی دیر بعد اسے تیار کر کے لایا گیا تھا اب بھی وہ لال رنگ بھاری کا مدار لہنگے میں ملبوس تھی بس فرق یہ تھا کہ اس بار وہ میر حارث شاہ کے نام کا جوڑا پہن کر آئی تھی چہرہ پر ہنوز اسی طرح گھونگھٹ تھا کیا کوئی مرد کسی عورت کی محبت میں اتنا بھی دیوانہ ہو سکتا ہے کہ اسے دیکھے بغیر ہی نکاح میں لے لے۔۔؟ اور اس کا جواب اسے آج مل گیا تھا ہاں ہو سکتا ہے پر ہاں محبت اتنی آسان بھی نہیں۔۔۔

"محبت کرنا گناہ نہیں ہے پر اس محبت میں کوئی غلط کام کرنا اور یہ سمجھ لینا کہ محبت آسان ہے تو یہی محبت سانپ کی طرح ڈس لیتی ہے۔۔۔۔"

قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

"بے شک عورت ایک فتنہ ہے"

"میر حارث شاہ ولد کمال شاہ آپ کا نکاح ماہِ زماں ولد ضامن خان بعوزِ پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

نکاح شروع ہو چکا تھا مولوی صاحب حارث سے مخاطب تھے۔۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔"

اس نے کہا اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑک رہا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی خواب ہو کیا محبت اس طرح مل بھی جاتی ہے آخر ملتی بھی کیوں نا وہ میر حارث شاہ تھا اس کے لیے کوئی بھی کام مشکل تھوڑی ہے۔۔۔ مگر محبت تو مشکل ہی تھی نا۔۔۔ دل کے جواب نے دماغ کو شکست دے دی تھی۔۔۔۔

"میر حارث شاہ ولد کمال شاہ آپ کا نکاح ماہ زماں ولد ضمان خان بعوز پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

دوسری بار پوچھا گیا تھا۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔۔"

اس نے دوبارہ کہا۔۔۔

"میر حارث شاہ ولد کمال شاہ آپ کا نکاح ماہ زماں ولد ضمان خان بعوز پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

تیسری بار پوچھا گیا تھا۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔

"ماہ زماں ولد ضمان خان آپ کا نکاح میر حارث شاہ ولد کمال شاہ سے بعوز پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

اس بار اس لال لہنگے میں ملبوس بے قصور سے پوچھا گیا تھا اس اپنی قے مت پر شدید رونا آرہا تھا کاش بابا آپ یہاں ہوتے۔۔۔ دل نے دہائی دی پر جانے والا لوٹ تھوڑی سکتا ہے دماغ نے سمجھایا آنسوؤں میں مزید روانی آئی بی جان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

"بیٹی بولو۔۔۔"

حارث نے اس کی طرف دیکھا کوئی آواز نہیں آرہی تھی اس لال انچل کے پار سے کیا جواب ہو گا اس کا اس نے انکار کر دیا تو دل میں اچانک وسوسہ آیا تھا۔۔۔ نہیں۔۔۔ دماغ نے رد کیا۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔"

اس نے کہہ دیا تھا اب وہ اپنی بھی نہیں رہی تھی اب وہ کسی اور کی تھی پر نہیں وہ تو ہمیشہ سے اسی کی تھی جس کے پاس جارہی تھی وہ تو اسی کی تھی ازل سے آخر وہ اس کے جسم کا حصہ تھی بس یہ تو اقرار تھا کہ وہ اسی کی ہے جواب وہ کر چکی

تھی۔۔۔

"ماہ زماں ولد ضمان خان آپ کا نکاح میر حارث شاہ ولد کمال شاہ سے بعوز پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

پھر پوچھا گیا تھا۔۔۔ شدت سے باپ کی یاد آئی تھی۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔۔"

اس وقت اسے کتنی ضرورت تھی اپنے ماں باپ کی پر نہیں کوئی نہیں بس اللہ ہی تھا وہی تو ہوتا جہاں کوئی نہیں ہوتا وہاں اللہ ہی تو ہوتا ہے جہاں سب کچھ پیچھے رہ جاتا ہے نا وہاں وہ ذاتِ کامل موجود ہوتی ہے وہی سہارا دیتی ہے وہی مدد کرتی ہے کوئی مدد نہیں کرتا ہم کیوں کسی سے مدد مانگیں جب وہ موجود ہے وہ تو دوست بھی ہے اپنا وہ سب کچھ ہے وہ ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے تو انسان یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ وہ اسے وہ نہیں دے گا جو وہ چاہتا ہے بس بہت یہ ہے کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے ہر چیز اپنے وقت کی منتظر ہے پر اگر مانگتے وقت یقین رکھتے ہو تو اتنا بھی یقین رکھا کرو کہ وہ جب "کن" کہہ دے تو بس سب ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ بس اس پر یقین ہو اور کسی پر نہیں بس اس پر۔۔۔۔۔ یقین ہو کہ وہی مدد کرے گا اور کوئی نہیں اور کسی سے مانگنے سے پہلے اس سے تو مانگ کر دیکھو جو کہتا ہے۔۔۔۔۔ "مانگ مجھ سے میں تجھے عطا کروں گا۔۔۔" مگر نہیں ہم تو پہلے سب سے کہتے ہیں اور آخر میں یاد آتا ہے کہ ہاں کوئی ہے جو بغیر کہے ہی سب سنتا ہے جو ہمارے بولے بغیر ہی ہمارے احوال جانتا ہے۔۔۔۔۔ "بے شک وہ سب جاننے والا مہربان ہے۔۔۔۔۔"

"ماہِ زماں ولدِ ضمان خان آپ کا نکاح میر حارث شاہ ولدِ کمال شاہ سے بعوزِ پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

پوچھا گیا تھا۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔"

اس بار دل نے قبول کر لیا تھا اسے وہ اسے اپنے دل سے اپنا چکی تھی۔۔۔

نکاح کے کلمات کے اب سب ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے اور سب خوش تھے ہاں اب سب خوش تھے آئمہ تھوڑی بہت اداس تھی پر یہ تو اس کا حق تھا نا پر اب وہ کافی سنبھل گئی تھی۔۔۔

ہم جو تم سے ملے ہیں اتفاق تھوڑی ہے؟

مل کے تم کو چھوڑ دیں مزاق تھوڑی ہے؟

اگر ہوتی محبت تم سے ایک حد تک تو چھوڑ دیتے

پر ہماری تم سے محبت کا حساب تھوڑی ہے؟

اب تم ڈھونڈو گے میری اس غزل کا جواب

یہ میرے دل کی آواز ہے کتاب تھوڑی ہے۔۔۔!

"کیا سوچا ہے پھر اب۔۔۔۔"

اس کی دوست جو اس وقت اس کے سامنے ہی بیٹھی تھی اس سے مخاطب تھی آج اسے دو ماہ ہو گئے تھے ہاں
دو ماہ۔۔۔۔۔

"کس بارے میں۔۔۔"

نور نے کہا وہ اس وقت ردا کو سیری لیک کھلا رہی تھی۔۔۔۔

"تم جیسے جانتی نہیں کے مین کیا کہہ رہی ہوں یار آف کورس اپنی لائف میں موو آن کرو ناب کیا تم اس کے لیے بیٹھی رہو گی وہ چاہے اپنی زندگی میں خوش ہو اب۔۔۔ نوبہ سلیزیا۔۔"

اس نے بات کاٹی۔۔۔

"کیا چاہتی ہو۔۔ مین اس سے ڈیورس لے لوں۔۔۔ میں یہ نہیں کر سکتی کم از کم۔۔۔"

وہ بولی آخر وہ کیسے چھوڑ دیتی تنہائی تو برداشت پر کم از کم اس نام تو تھا اس کے پاس۔۔۔۔۔۔

"نور دیکھو اسے تو اپنی بیٹی کی فکر نہیں کے وہ تمہارے پاس اور تم کیا سوچ کر بیٹھی ہو کے وہ ایک دن آئے گا اور تم سے معافی مانگے گا اور تم سب کچھ بھول کر اس کے ساتھ چلی جاؤ گی۔۔ اور پیپی اینڈنگ۔۔۔ واو۔۔۔ اگر یہ سوچ ہے نا تمہاری تو بس۔۔۔ اف نور۔۔۔ اس خول سے باہر آؤ۔۔۔ اس بچی کا سوچو۔۔۔ کب تک ایسے ہی جاب کر کے گزارا کرو گی۔۔۔۔"

سدر ابولی وہ آج اس کے پاس آئی تھی یہ وہی دوست تھی جس کے پاس نور ایک ہفتے کے لیے رکی تھی اور پھر نور نے ایک فلیٹ کرائے پر لے لیا تھا اور اس نے جاب دوبارہ شروع کر دی تھی اب کچھ تو کرنا ہی تھا اس نے۔۔۔۔۔۔

"مجھے یقین ہے کہ میرے پاس ضرور آئے گا میرا دل کہتا ہے۔۔۔ وہ ضرور آئے گا۔۔۔"

وہ بول رہی تھی کہ سدرانے بات کاٹی۔۔۔

"دیکھو نوریں کوئی فلم نہیں ہے کہ ہاں میرے کرن آر جن آئیں گے اور وہ آگیا ہاں۔۔۔ ہوش میں آؤیہ زندگی ہے کوئی مزاق نہیں ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔"

Don't destroy your life...it's not a game..it's a reality which you must be
face okay..."

سدرابولی وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی شاید نور نے سوچا پرچہ بے تاثر تھا۔۔۔

"میں کچھ نہیں کر سکتی اب کیا کروں میں۔۔۔ مجھے ڈیورس وہ خود ہی دے دے گا اور میں نے کون سا کہیں شادی کرنی ہے کہ مجھے ڈیورس چاہیے ہوگی۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔

آخر وہ کیسے کسی سے اور شادی کر لیتی کیا اتنا آسان ہوتا ہے کہیں بھی شادی کر لینا کسی کو بھی چھوڑ دینا۔۔۔۔۔

"اوکے۔۔۔۔۔ یار تم کرو جو دل کرتا ہے کچھ چاہیے ہو تو بتانا اور ہاں کل آفس ٹائم پر آجانا۔۔"

سدرانے کہا اور اپنا بیگ اٹھاتی وہ نور سے مل کر چلی گئی۔۔ نور نے ایک سانس ہوا کے سپرد کی اور رد اکو دیکھا جو کھلونو سے کھیل رہی تھی اب وہ کرو لینگ کرنے لگی تھی وہ کرول کتی ہوئی نور تک آئی اور اس کی ٹانگوں کے ساتھ ہی جمٹ گئی جیسے کہہ رہی ہو کہ مجھے اٹھائیں۔۔ نور نے جھک کر اسے اپنی گود میں لیا اور پھر باری باری اس کے گال چھوئے وہ تھوڑا تھوڑا بولنا شروع ہوئی تھی۔۔۔

"بابا بابا۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ اُمم۔۔۔۔۔ باب"

اس نے پہلا لفظ ہی "بابا" سیکھا تھا پہلے کچھ دن تو وہ بہت روتی تھی پھر اب نہیں روتی تھی دن بھر وہ میڈ کے پاس ہوتی تھی اور شام کو نور آتی تھی تو وہ اسے سنبھالتی تھی۔۔۔

"مما کی جان۔۔۔۔۔ ردا۔۔۔"

نور اب اس کے ساتھ کھیل رہی تھی اور اسے پیار بھی کر رہی تھی۔۔۔۔

نکاح کو ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی ماہ کو اوپری منزل میں لے جایا گیا تھا اس کو آنیہ کے ساتھ ٹھہرنے کا کہا گیا تھا وہ آنیہ کے کمرے میں تھی۔۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔۔

لال رنگ کے کامدار بھاری جوڑے پر گولڈن رنگ کا کام ہوا تھا اسے بہت زیادہ میک اپ کی ضرورت نہیں پڑی تھی بس ہلکا سا میک اپ کیا گیا تھا جس نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے وہ سچ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا کہ لال رنگ اسی کے لیے بنا ہو۔۔۔۔ اس نے اپنی قسمت کے ساتھ سمجھوتا کر لیا تھا وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔۔۔۔

بھوری آنکھوں میں آج الگ ہی چمک تھی۔۔۔۔

"زیشان۔۔۔۔"

اس نے ہلکی سی آواز رحمن شاہ کے پاس کھڑے زیشان کو دی۔۔۔ زیشان اس تک آیا اور اس کے کان میں
بولا۔۔۔۔

"کیا ہے۔۔۔"

"یار ایک ہیلپ کر دے۔۔۔۔"

حارث نے کہا تو زیشان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رینگ گئی۔۔۔۔

"ہاں بول دے کے بھا بھی سے ملاقات کرنی ہے۔۔۔۔"

زیشان کے بولنے پر حارث نے اسے مصنوعی گھوری سے نوازا۔۔۔۔

"اچھا ایسے نام مجھے تم دیکھو سینے سے لگا لوں گا پر میں تجھے پھر بھی نہیں لگاؤں گا"

"زیشان۔۔۔۔"

حارث نے دانت پیستے ہوئے کہا۔۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہے صبر کر۔۔۔۔"

زیشان نے کہا اور جانے لگا کہ حارث نے اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔

"تو مہربانی کر کے راستہ صاف کر بس۔۔۔۔"

حارث نے کہا۔۔۔۔

"اچھا جان۔۔۔۔"

زیشان نے کہا تو حارث نے اس کو کندھے پر چت لگائی۔۔۔۔

"میں آنیہ سے کہتا ہوں۔۔۔۔"

زیشان نے کہا اور کچن کی طرف گیا جہاں ابھی آنیہ آئی تھی۔۔۔

"یہ کوئی کام ضرور دیکھائے گا۔۔۔"

حارث نے اسے کچن کی طرف جاتا دیکھ کر دل میں کہا۔۔۔

"سنو۔۔"

زیشان نے کچن میں جا کر اس سے کہا جو ٹرے میں گلاس رکھ رہی تھی اب وہ ٹرے اٹھا کر ڈائننگ ہال میں لے جاتی کہ زیشان کی آواز پر اس نے زیشان کی طرف دیکھا جو فریج سے ٹیک لگائے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔"

زیشان نے ہنوز ویسے ہی کھڑے کہا۔۔۔

"اچھا۔۔ مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔۔ بتانے کے لیے شکریہ۔۔۔۔"

آنیہ نے کہا اور جانے لگی کے زیشان نے اسے پکارا۔۔۔

"آنیہ۔۔۔"

اب وہ اسے انور کر کے ڈائننگ ہال کی طرف بڑھی وہ بھی اس کے پیچھے آیا۔۔۔

"آنیہ بہری ہو گئی ہو کیا۔۔۔؟"

زیشان نے اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہاں جب سے آپ کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔۔۔۔"

وہ گلاس ٹرے میں سے نکالتی ہوئی بولی۔۔۔

"میری بات سنو۔۔"

زیشان نے اس کی بازو پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا تو اس نے زیشان کا ہاتھ جھٹکا اور پھر دوبارہ اپنا کام کرتے ہوئے بولی۔۔۔۔

"بات تو بولیں۔۔۔ پھر ہی سنوں گی نا۔۔"

"اچھا ماہ بھا بھی تمہارے کمرے میں ہیں نا۔۔"

اس نے کہا تو آنیہ نے کی طرف دیکھ کر آئی برو آچکائی۔۔

"یار وہ بھائی نے بات کرنی ہے بھا بھی سے تو ایک ملاقات۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ملاقات کا کہا۔۔۔۔

"او وہ۔۔۔ اچھا جی۔۔۔ حارث بھائی توبہ ہے ویسے آپ کا ہی آئیڈیا ہو گا ضرور ورنہ بھائی ایسے کہاں ہے وہ تو اتنے بولڈ ہیں۔۔۔"

آنہ بولی تو زیشان نے اس کی غصے دیکھا اور اس راستہ روک کر بولا۔۔۔

"اسی نے کہا میں کوئی پاگل نہیں ہوں بولو اب کچھ۔۔۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں اوپر کمرے میں جاتی ہوں۔۔۔ تو آپ بھائی کو لے آئیں مگر یاد رکھیے گا عافیہ کی نظر پڑی تو سمجھ لیجی مئے گا کے امی کو پتہ چل گیا اور پھر پوری حویلی میں تماشہ ہو گا۔۔۔۔"

اس نے کہا تو زیشان نے اسے دیکھ سر ہلایا۔۔۔۔

"ٹھیک ہے جا کر اشارہ کر دینا اور دیکھ لینا پہلے کے اوپر کون کون ہے۔۔۔"

زیشان نے اس سے کہا۔۔۔

"اوکے۔۔"

وہ کہہ کر اوپر کی جانب بڑھی۔۔۔

"ہاں۔۔۔"

زیشان کو آتا دیکھ کر حارث نے آئی برواچکائی۔۔۔

"اوکے ہے۔۔۔ چل اب۔۔۔"

اس نے کہا تو حارث اوپر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ وہ اوپر آیا تو آنیہ اپنے کمرے کے باہر کھڑی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

"آہ۔۔۔ بھائی آنیہ۔۔۔"

آنیہ نے اسے دیکھ کر کہا۔۔۔

"آنیہ بچے اندر گئیں تھیں۔۔۔"

اس نے پوچھا وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ جانتی ہے کہ وہ آرہا ہے۔۔۔

"نہیں بھائی اگر آپ کہتے ہیں تو میں بھا بھی کو بتادوں پہلے۔۔۔"

آنہ نے کہا تو حارث بولا۔۔۔

"نہیں اس اوکے۔۔۔ تھینک یو۔۔۔"

حارث نے یہ کہا تو اتنی ہی دیر تک زیشان بھی آچکا تھا وہ ان تک آکر بولا۔۔۔

"جواب۔۔۔"

زیشان نے کہا۔۔۔

"جار ہا ہوں۔۔۔"

اس نے زیشان کو گھورا۔۔۔

"خیال رکھنا اور کوئی آئے تو ایک مسڈ کال کر دینا اوکے۔۔۔"

حارث نے کہا۔۔

اوکے۔۔۔ اور کچھ سر۔۔۔ روم سروس کھولی ہوئی ہے ہیں چل جا اب۔۔۔"

زیشان نے کہا۔۔۔

"بھائی آپ روم لاک کر لیجئے گا۔۔۔ کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔۔۔"

آنیہ نے کہا تو حارث نے ان دونوں کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ اب آگے پیچھے ہو بھی جاؤ وہ دونوں کمرے سے تھوڑا آگئے آکر کھڑے ہو گئے حارث نے ان دونوں کو دیکھا۔۔۔ "حارث صاحب اگر پکڑے گئے تو بے عزتی بہت ہونی ہے۔۔۔"

اس نے دل میں سوچا اور دروازہ کھولا۔۔۔

وہ جو اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ رہی تھی اور اندازہ لگا رہی تھی کہ سچ میں وہ اتنی خوبصورت ہے۔۔۔۔۔ وہ اندر آیا تو وہ اس نے دروازہ کھلنے کی آواز پر اپنا رخ موڑا ہی تھا کہ اسے دیکھ کر ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔ حارث کو

لگ رہا تھا کہ ہر چیز تھم گئی ہو۔۔۔ وہ آگے بڑھا تو اب وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی وہ تو اس کی سوچ سے بھی زیادہ خوبصورت تھی۔۔۔ وہ ہلکے سے میک اپ میں بھی قیامت ڈھا رہی تھی۔۔۔ وہ آگے بڑھا۔۔۔ اب وہ اس کے سامنے کھڑا تھا حارث نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اوپر کیا۔۔۔

"ماہ۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔ ماہ کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آجائے گا۔۔۔

"جی۔۔۔"

اس نے کہا تو حارث کو اس پر اتنا پیار آیا کہ اس کا دل کر رہا تھا کہ پوری دنیا اس کے قدموں ڈھیر کر دے۔۔۔

"تمہیں پتا ہے ماہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔۔ بس مجھے تم سے وفاداری کے علاوہ کچھ بھی نہیں چاہیے۔۔۔ میری محبت کافی ہے ہم دونوں کے لیے۔۔۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں ماہ ہمیشہ تمہارے ساتھ وفادار رہوں گا کبھی تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔۔۔ ایک بات پوچھوں۔۔۔"

حارث نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔۔۔ اس کے پوچھنے پر ماہ نے سر ہلایا۔۔۔

"تم خوش ہو۔۔۔"

اس نے کہا تو ماہ کو لگا جیسے اس کا دل دھڑک کر باہر آ جائیگا۔۔۔

"جی۔۔۔"

ماہ نے مختصر جواب دیا حارث نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی۔۔۔

"ہمیشہ میں تمہیں خوش رکھوں گا یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔۔۔"

حارث نے کہا۔۔۔

"ناجانے کیا تھا ایسا تم کے مجھے تم سے محبت ہو گئی۔۔۔ جانتی ہو یہ آنکھیں۔۔۔"

ماہ نے نظریں اٹھائیں۔۔۔ تو حارث نے باری باری اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھے۔۔۔

"ان آنکھوں نے بہت بے چین کیا ہے مجھے۔۔۔۔"

وہ بولا ہی تھا کہ فون رنگ ہوا۔۔۔

"ہاں۔۔۔"

حارث بولا۔۔۔

"یار حارث کون سا رومینٹک سین ختم نہیں ہو رہا۔۔۔"

زیشان غصے سے بولا۔۔

"کیوں۔۔۔؟"

حارث بولا۔۔۔ ماہ نے اس کی طرف دیکھا۔۔

"بیٹا دروازہ لوک تھا یا نہیں۔۔۔"

وہ بولا تو جارت نے دروازے کو دیکھا جیسے کوئی اسے کھولنے کی کوشش کر رہا ہو۔۔۔

"دروازے پر کون ہے۔۔۔ نکلے ایک کام۔۔۔"

وہ کچھ بولتا کے باہر سے آواز آئی۔۔۔

"ارے دروازہ کھولو بھئی۔۔۔ ماہ۔۔۔ اندر ہو یا نہیں۔۔۔"

باہر سے عافیہ کی آواز پر ماہ پوری طرح ڈر گئی تھی اس نے جارت کی طرف دیکھا۔۔

"اسے کہو کے بڑی ہوں۔۔۔۔"

جارت نے ماہ کو کہا۔۔۔

"کیا مطلب میں جھوٹ کیوں بولوں۔۔۔"

ماہ نے کہا۔۔۔

"اچھا جاؤ سچ بولو پھر۔۔۔۔"

حارث کے کہنے پر ماہ نے سر نیچے کیا اور پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہا تھا ایک بار پھر دروازہ زور سے
بجا۔۔

"عافیہ آپ بعد میں آجائیے گا میں ابھی چینج کر لوں۔۔۔"

وہ بولی حارث نے اسے دیکھا۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ مرو میری طرف سے۔۔۔"

عافیہ نے آخری بات آہستہ کہی تھی وہ جاچکی تھی ماہ دروازے سے مڑی تو حارث اپنے سینے پر ہاتھ باندھے
اسے دیکھ رہا تھا اور پھر بولا۔۔۔۔۔

"یہ سچ تھا نا۔۔"

وہ بولا تو ماہ نے نظریں جھکائیں۔۔۔

"اچھا خیر۔۔ اب میں چلتا ہوں۔۔۔"

وہ جاتا کے اس کی آواز پر مڑا۔۔

"میر۔۔۔"

ہائے کیا کہا تھا اس نے۔۔۔

"جی میری جان۔۔۔۔"

اس کے کہنے پر ماہ گھبرا گئی اس نے نکاح کے وقت اس کا پہلا نام یہی سنا تھا تو اس لیے اسے لگا کے اس کا نام میر ہے۔۔۔

"وہ آپ کا فون۔۔۔"

اس نے اس کا فون دیا جو اس نے بیڈ پر پھینک دیا تھا۔۔۔

"اوہ تھینک یو۔۔۔"

حارث نے کہا اور اس کی پیشانی چومتا ہوا باہر نکل گیا۔۔۔

"ہو گئے سارے سین۔۔۔"

باہر کھڑے زیشان نے غصے سے کہا۔۔۔

"بکو اس بند۔۔۔"

حارث کہہ کر چلا گیا جبکہ آئیہ زیشان کو زبان چڑا کر کمرے میں چلی گئی۔۔۔

"تیری تو۔۔۔"

وہ حادثہ کے پیچھے گیا جواب نیچے جارہا تھا۔۔

"ہاں ٹھیک ہے کل ملیں گے اوکے ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔۔"

وہ پھر کسی سے بات کر رہی تھی۔۔۔

وہ بات کر کے مڑی ہی تھی کہ پیچھے بی جان کھڑی تھیں۔۔۔ کیا وہ سن چکی ہیں۔۔۔ انکے سننے کا تو پتا نہیں لیکن اب عافیہ سن ضرور ہو چکی تھی۔۔۔

"کیا کر رہی تھیں اس وقت یہاں۔۔۔۔۔ یہاں کیا کام ہے تمہارا۔۔۔۔۔"

بی جان نے پوچھا لہجہ سخت تھا۔۔۔

"وہ میں بی جان وہ پانی لینے آئی تھی آپ نے تو ڈرا ہی دیا۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔

"پانی لے لیا ہو مہارانی نے تو جاؤ اپنے کمرے میں اور اگر آج میری جگہ کوئی حویلی کا مرد دیکھ لیتا تا تمہیں تو پھر کیا قیامت ٹوٹی جانتی ہو ناب جاؤ۔۔۔"

بی جان نے اسے ڈانٹا۔۔۔۔ وہ پانی کی بوتل لیتی وہاں سے اوپر بھاگ گئی۔۔۔

ہمیشہ ساتھ رہنے کی عادت کچھ نہیں ہوتی

جو لمحے مل گئے جی لو، ریاضت کچھ نہیں ہوتی

جسے محرومیاں ملی ہوں وہی جان سکتا ہے

زبانی حوصلہ، جھوٹی مروت کچھ نہیں ہوتی

کئی رشتوں کو جب پرکھا، نتیجہ ایک ہی نکلا

ضرورت ہی سب کچھ ہے، محبت کچھ نہیں ہوتی

کسی نے چھوڑ کے جانا ہو تو پھر چھوڑ ہی جاتا ہے

بچھڑنا ہو تو پھر صدیوں کی رفاقت کچھ نہیں ہوتی

تعلق ٹوٹ جائے تو سفینے ڈوب جاتے ہیں

سب کہنے کی باتیں ہیں، حقیقت کچھ نہیں ہوتی

لاہور کی سڑکوں پر معمول کے مطابق رش تھا اس وقت وہ جس جگہ تھی وہاں پر اتنا رش نہیں تھا بس اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں وہ اس وقت فٹ پاتھ پر چل رہی تھی اسے اب تک کوئی رکشہ نہیں ملا تھا اس لیے اس نے پیدل گھر جانے کا فیصلہ کیا راستے رواں تھے بس ذہن کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے عاری تھا یا پھر شاید وہ کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی یا وہ جو سوچ رہی تھی وہ ناممکن تھا۔۔۔۔ بہت دیر تک جلنے کے بعد احساس ہوا کہ شام ہو رہی ہے اور وہ گھر سے کچھ آگے نکل آئی ہے۔۔۔۔

وہ بار بار اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ چاہے اپنے شوہر سے الگ رہ رہی تھی لیکن کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ اس کے کسی نکاح میں ہوتے ہوئے اسے پرپوز کرے یا کوئی بھی اعتراف۔۔۔۔۔ مگر کوئی کرچکا تھا جب اس نے اس سے وہ سب کہا تو اس کا دل کیا کہ اس شخص کا منہ توڑ دے۔۔۔۔۔ اور شاید وہ کر بھی چکی ہوتی مگر وہ مجبور تھی اس وقت وہ اسی کی جگہ کھڑی تھی۔۔۔۔۔

شاہ حویلی میں اس وقت سب لوگ شام کا کھانا کھا رہے تھے ڈائننگ کی دونوں طرف لگی صدارتی کرسیوں پر داجان اور بی جان بر اجمان تھے آج وہ بھی انہیں کے بیچ بیٹھی تھی۔۔۔۔۔ آنیہ اور آئمہ کے درمیان۔۔۔۔۔ وہ کچھ لمحے بعد ہی اپنی نظر اس پر ڈالتا وہ معصوم سی گڑیا لگ رہی تھی اب وہ اسے دیکھنے کا پورا حق رکھتا تھا۔۔۔۔۔

آئمہ اب کافی سنبھل چکی تھی اب وہ فکر مند نہیں تھی بس زیادہ ہی سوچنا شروع کر دیا تھا اس نے حارث کے بارے میں حویلی میں آج داجان نے بتایا تھا کہ کل آئمہ کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آرہے ہیں۔۔۔۔

سب لوگ اس سب سے بہت خوش تھے بس داجان کو فکر تھی کیونکہ وہ حارث کو جانتے تھے وہ بہت جنونی تھا ہمیشہ سے ہی۔۔۔۔

حویلی کا ماحول اب کافی خوش گوار تھا سب لوگ اسے قبول کر چکے تھے آخر کو وہ اس گھر کی بڑی بہو تھی۔۔۔۔

رات کا پہر تھا وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی اسے پھر سے اس کی کال آنے لگی تھی۔۔۔۔ اس نے کال اٹینڈ کی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔ جی۔۔۔؟"

وہ بولی۔۔۔

"کیسی ہو۔۔۔؟"

ایک شناسا مگر مردانہ آواز ابھری۔۔

"آپ نے اس وقت ---؟"

وہ بولتی کے وہ بولا---

"میں نے جو تم سے کہا ہے وہ کرو ---؟"

وہ سختی سے بولا---

"دیکھیں احسن --- میں کیسے یہ سب کر سکتی ہوں اور پھر --- آپ نہیں جانتے کے میں اگر ایسا کچھ بھی کیا تو
کیا رد عمل ہو گا داجان ہمیں جان سے مار دیں گے --- میں کیسے اپنے گھر والوں کی عزت پر داغ لگا کر جاسکتی
ہوں ---"

عافیہ بولی۔۔۔

وہ بالکل سہی بولی تھی کیا کسی لڑکی کے لیے کوئی اس کے باپ سے زیادہ بھی کوئی اسے پیارا ہو سکتا ہے کیا کوئی ماں سے زیادہ بھی پیار کرتا ہے کیا کوئی بھائی سے بھی زیادہ لاڈ اٹھاتا کیا کوئی بہن سے زیادہ بھی ہم راز ہوتا ہے۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر کیا کوئی بھی لڑکی چاہے گی کے اس کا باپ جب گھر سے باہر نکلے تو اس کا سر جھکا ہو ا ہو کیا کوئی لڑکی چاہے گی کے اس کے بھائی کو دیکھ کر لوگ باتیں کریں۔۔۔۔

"تو پھر ہمارے درمیان جو کچھ بھی ہو اوہ میں تمہارے گھر والوں کو بتا دیتا ہوں اور ہمارے ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں ہو گا۔۔۔"

وہ دھمکی دیتے ہوئے بولا۔۔۔۔

اس کی بات سن کر عافیہ ساکت رہ گئی۔۔۔ اچانک بہت سارے خوف سے ایک گھیر لیا۔۔۔ اس نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا یہ کیا

ہو رہا تھا اس کے ساتھ۔۔۔۔

"دیکھیں احسن۔۔۔ آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔ میں کچھ دن تک سوچ کر آپ کو بتاتی ہوں۔۔۔"

اس نے کہا وہ سب ٹالنا چاہتی تھی تا کہ وہ یہ سب اپنی ماں یا پھر کسی کو بھی بتا سکے۔۔۔

"کچھ دن نہیں ڈیر بس کل کا دن پرسوں میں تمہیں خود اسی وقت لینے آؤں گا۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔"

وہ بولی اور فون کاٹ کر گرنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔۔۔ یہ کیا ہو گیا تھا۔۔۔

"کیا یہ سب ختم نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں میں تو اس سے محبت کرتی ہوں نا تو پھر ڈر کیسا میں احسن کے ساتھ چلی جاؤں گی اور ویسے بھی کوئی کیوں کچھ کہے گا ہم ملک سے باہر چلے جائیں گے۔۔۔ ویسے بھی احسن مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔۔۔ اور"

بہت سی سوچیں دماغ میں گردش کر رہی تھیں اگر جاتی تب بھی بدنامی تھی اور ناجاتی تب بھی۔۔۔۔

مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ قدم انتہائی غلط ہو گا۔۔۔ اور بہت سے لوگ اس سے متاثر ہو سکتے ہیں۔۔۔۔

"کیا ہو امیرے بے بی کو۔۔۔ اوو واما لیٹ ہو گئیں ناسوری۔۔۔ بس میرے بے بی۔۔۔"

وہ بہت لیٹ گھر پہنچی تھی جب وہ گھر آئی تو رد در در ہی تھی چاہے جتنے مرضی سنبھالنے والے موجود ہوں
جب تک بچہ ماں کی گود میں نہ آجائے تب تک اسے سکون نہیں آتا۔۔۔ آخر ماں تو ماں ہوتی ہے۔

وہ اسے گود میں لے کر چپ کر واتی رہی کچھ دیر بعد اسے خیال آیا کہ اس نے تو آفس کا کام بھی کرنا تھا مگر اس کا تودل ہی نہیں کر رہا تھا اس کمپنی میں جاب کرنے کو بس مجبوری اور حالات۔۔۔۔۔

مجبوری ایک ایسی چیز ہے جو ہم سے ہر وہ کام کروالیتی ہے جو ہم نہیں کرنا چاہتے۔۔۔۔۔

وہ اب ردا کو کھانا کھلا کر سلا چکی تھی پھر کچھ دیر بعد اپنا کام کر کے وہ ردا کے ساتھ آکر لیٹ گئی اور اپنے فون پر آئے میسیجز چیک کرنے لگی۔۔۔۔۔

پھر اس نے اپنے فون کا وال پیپر دیکھا۔۔۔۔۔ جس پر وہ دونوں کھڑے مسکرا رہے تھے اور حمزہ نے ردا کو اپنی گود میں اٹھا رکھا تھا۔۔۔۔۔ اسے بہت افسوس تھا کہ اس نے آخر کیوں حمزہ کی بات نہیں سنی۔۔۔۔۔ وہ جس کے لیے سب کچھ چھوڑ چکی تھی وہی تو رہ گیا تھا دنیا میں اس کا۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ کون تھا اس کا اس کے ماں باپ کے بعد اس کے ماموں بھی تو اسے رکھ سکتے تھے لیکن انھوں نے اسے رکھنا ضروری نہیں سمجھا مگر اس نے

تو اسے اپنے پاس رکھا چاہے غصہ کیا مگر تحفظ بھی تو دیا چاہے بات ناکی مگر کھانے کو تو دیا۔۔۔ وہ تو بچپن سے اس سے محبت کرتی تھی تو اب کیسے۔۔۔۔

محبت کی تو پہلی شرط ہی یقین ہے۔۔۔۔۔

کیا ہو گیا تھا مجھے کوئی بات نہیں اگر اس نے شادی کر بھی لی تھی تو کیا جاتا وہ مجھے کمرے سے نکال دیتا اور کیا کر لیتا وہ۔۔۔ مجھے یقین ہے وہ آج بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتا ہے جتنی کل کرتا تھا۔۔۔ اس نے تو مجھے روکا تھا میں ہی نہیں رکی۔۔۔

شاید پچھتاوا تھا۔۔۔ اب تو بس پچھتاوا در پچھتاوا تھا اس کے علاوہ کیا تھا اس کے پاس محبت تو پاس تھی نہیں وہ کندھا نہیں تھا۔۔۔ جس پر سر رکھ کر رو سکتی۔۔۔ وہ شخص نہیں تھا جس سے فرمائشیں کرتی۔۔۔ ہاں آج وہ

نہیں تھا۔۔۔ اس کا شوہر اس کے پاس نہیں تھا۔۔۔۔۔ اے کاش حمزہ تم میرے پاس ہوتے تو میں بتاتی کے
آج تمہاری محبت کی توہین ہوئی ہے تمہاری محبت کو کسی اور اپنا بنانے کے مانگا ہے مگر میرا وعدہ ہے اپنی محبت
سے کے میں حمزہ ملک کے علاوہ کسی کو اپنے اوپر کسی قسم کا حق نہیں دوں گی۔۔۔

وہ اپنے دل کو اپنا حال سنار ہی تھی۔۔۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی تصویر کو دیکھ رہی تھی نا جانے کب نیند
مہربان ہوئی اس پر اور وہ سو گئی تھی۔۔۔

اس کے آنسو قبر تک پیچھانا چھوڑیں گے میرا

میں اگر مر جاؤں اس کا دھیان رکھنا، ٹھیک ہے؟

اک تیری آواز سننے کے لیے زندہ ہیں ہم

تو ہی جب خاموش ہو جائے تو کیا ٹھیک ہے

پانچ ماہ ہو چلے تھے آج اسے گھر سے آئے ایک بار بھی اس نے پلٹ کر اس کا ناپو چھا تھا۔۔۔ اب تو دل پچھتا رہا تھا کہ وہ آئی ہی کیوں تھی۔۔۔

سچ کہتے ہیں یہ معاشرہ ایک جنگل ہے اس میں بہت سے بھیڑیے رہتے ہیں جن سے حفاظت صرف آپ کا محافظ ہی کر سکتا ہے مگر وہ اپنا محافظ چھوڑ آئی تھی اور اب اس معاشرے کے بھیڑیے اس کی جان کے دشمن تھے۔۔۔

اس معاشرے میں بہت سے بھیڑیے ہیں جو عورتوں کو اپنی حوس کا نشانہ بنا کر ان کی اور ان کے خاندان کی عزت کی دھجیاڑتے ہیں۔۔۔ مگر ان ظالموں کو یہ خبر نہیں کہ "اس کی لاٹھی بے آواز ہے"

وہ بڑا انصاف کرنے والا مہربان ہے وہ نہایت رحم کرنے والا ہے وہ تو ذرا بھی ظلم نہیں کرتا ظلم تو انسان خود کرتا ہے اپنے اوپر۔۔۔۔

اب اسے بہت ڈر لگتا تھا رد اب ایک سال کی ہو گئی تھی اور نور نے اس کمپنی میں جاب چھوڑ دی تھی لیکن اب "عمر اسماعیل" جو کے نور کا یونی فیلو تھا اور اس کی پہلے والی کمپنی کا بوس تھا جو کے اسے پرپوز بھی کر چکا تھا مگر نور نے اسے صاف انکار کیا اور ریزائن دے دیا مگر اب بات بڑھ چکی تھی عمر اسے فون کر کے تنگ کرتا کبھی کسی مارکیٹ میں روک کر دھمکیاں دیتا تو کبھی رد کے حوالے سے نور بہت پریشان ہو گئی تھی۔۔۔۔

وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی اور رد اندر کمرے میں سو رہی تھی اس نے جاب چھوڑنے کے بعد ایک ہاسپٹل میں کام کیا لیکن اسے نکال دیا گیا پھر اس نے کسی سکول میں جاب دیکھی مگر نہیں آج وہ بیٹھی اخباروں میں جاب کے اشتہار ڈھونڈ رہی تھی اسے ایک جاب کا اشتہار نظر آیا "ملک انڈسٹریز" اس نے زیر لب دوہرایا۔۔۔۔

"صبح جاؤں گی۔۔۔"

اس نے ارادہ کیا۔۔۔

"کہاں ہو تم حمزہ کاش ایک بار آکر کہو تو میں تمہارے ساتھ چلوں اب تو تمہاری بے وفائی بھی قبول ہے۔۔۔۔۔ بس تمہاری موجودگی چاہیے ایک احساس چاہیے ایک محفوظ حصار چاہیے جو صرف میرا محافظ ہی مجھے دے سکتا ہے۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔

بنت حوا کی حرمت بھی بازار میں بکتی ہے

کہیں باغی نکلتی ہے، کہیں گھر میں نابستی ہے

کہتے ہیں کبھی کبھی انسان کے اوپر ایک ایسی آزمائش ڈالی جاتی ہے جن میں چنی جانے والی دونوں چیزیں بہت عزیز ہوتی ہیں لیکن اس میں ایک مسلیہت ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر ایک چیز حاصل ہو گئی تو دوسری خود ہی مل جائے گی۔۔۔ مگر انسان صد اکا نا شکر وہ چیز لے لیتا ہے جس کا لالچ ہو اور یہ بھی نہیں دیکھتا کہ دوسری چیز کتنی ضروری ہے۔۔۔

عافیہ کی زندگی میں بھی بس ایسی ہی آزمائش آئی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اسے فیصلہ کرنے میں بڑی دشواری کا سامنا تھا مگر۔۔۔ "محبت" اور "عزت" میں فیصلہ کرنا کچھ مشکل تو نہیں۔۔۔

بس عقل ہونی چاہیے۔۔۔ جو اس وقت عافیہ کے پاس ہونے کے باوجود کہیں گم تھی۔۔۔ وہ صحیح چیز کو سمجھنا چاہتی ہی نہیں تھی۔۔۔

وہ یہ نہیں جانتی تھی۔۔۔ جہاں عورت کو محبت تو ملے پر عزت ناملے تو عورت وہاں کبھی خوش نہیں رہتی۔۔۔۔

اور جہاں عزت ملے وہاں وہ پوری زندگی بغیر کسی خواہش کے گزار دیتی ہے۔۔۔ کیوں کہ وہ بہت مضبوط ہوتی ہے۔۔۔ اگر عورت کو کوئی مرد عزت دے تو وہ پوری زندگی اس کی وفاداری میں گزار دیتی ہے۔۔۔ وہ کڑے سے کڑے حالات میں بھی آپ کا سہارا بن جاتی ہے۔۔۔۔

عافیہ یہ جنگ لڑ رہی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا۔۔۔ اس نے فون اٹھایا تو اس پر احسن کا لینگ لکھا آ رہا تھا۔۔۔ کچھ سوچنے کے بعد اس نے فون اٹھایا۔۔۔

"ہیلو۔۔۔"

اس نے گبھرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔

"ہاں عافیہ بتاؤ مجھے۔۔۔ میں اب تمہارے لیے تو نہیں بیٹھا ہوں گانا۔۔۔"

اس نے کہا اس کے الفاظ عافیہ کو کسی خنچی کی طرح محسوس ہوئے جو سیدھا اس کے دل میں لگا۔۔۔۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔

رکی۔۔۔۔

"میں اپنے ماں باپ کی عزت خراب نہیں کروں گی۔۔۔"

وہ پھر بول کر رکی۔۔۔

"واہ بڑی جلدی یاد آیا کہ اس سب سے ماں باپ کی عزت خراب ہوتی ہے۔۔۔ بی بی مجھے بتاؤ ورنہ مجھے کوئی دیر نہیں لگے گی تمہارے گھر آنے میں۔۔۔"

احسن نے درشتگی سے کہا۔۔۔

"احسن۔۔۔"

وہ اس کی بات پر حیران ہو گئی تھی یہ وہی مرد تھا جو اس کے پیچھے آیا تھا اپنی محبت کا اظہار کرنے میں۔۔۔ نہیں۔۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے ساتھ مزاق کیا جا رہا ہو مگر نہیں۔۔۔

کبھی کبھی انسان کو اپنے اعمال کا کفارہ اپنی زندگی میں آنے والی آزمائش سے چوکنا پڑتا ہے اور وہ سب اسے اس وقت مزاق لگ رہا ہوتا ہے۔۔۔ یا پھر وہ اسے قسمت کا ظلم کہہ کر گزار لیتا ہے۔۔۔۔

"کیا احسن۔۔۔ تم بتا رہی ہو یا آؤں میں۔۔۔"

وہ پھر تیزی سے بولا۔۔۔

"احسن آپ رشتہ نہیں لاسکتے۔۔۔"

اس نے کہا جیسے ابھی بھی اس پر یقین ہو۔۔۔

"نہیں۔۔۔ دیکھو عافیہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے کسی کو کچھ پتا نہیں چلے گا۔۔۔ میں تمہیں بہت دور لے جاؤں گا جہاں کوئی بھی ناہو تمہارے خوابوں کا گھر دوں گا تمہیں۔۔۔"

وہ اسے مطمئن کرتے ہوئے بولا۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہے آپ رات کو آجائے گا۔۔۔ میں آپ کا انتظار کروں گی۔۔۔"

اس نے احسن سے کہا اور احسن اسے آنے کا طریقہ سمجھانے لگا۔۔۔

کہاں دور کھڑی زندگی اس عورت کے کیے فیصلے پر ہنس رہی تھی۔۔۔ کہتے ہیں عورت مرد کو ایک نظر میں دیکھ کر پہچان جاتی ہے۔۔۔ اس نے آج اپنا فیصلہ کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ وہ دنیا کی سب سے بیوقوف عورت ہے۔۔۔ کیا عورت کے لیے "عزت" سے بڑھ کر کوئی چیز ہوتی ہے۔۔۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ ہمارا معاشرہ کیسا ہے۔۔۔

اگر نہیں تو انھیں بتانا چاہیے۔۔۔ ان کی حفاظت کے لیے۔۔۔

ایک عورت کے لیے اس کی "عزت" سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی۔۔۔ اور جہاں وہ کسی چیز کو اپنی عزت پر ترجیحی دیتی ہے وہیں سمجھ لو کہ اس کی عقل پر اس خالق نے پردا ڈال دیا ہے اور اس کا امتحان لے رہا ہے۔۔۔ مگر اس میں "جیت" اور "ہار" کی صورت نہیں ہوتی۔۔۔ یہاں پر "جیت" اور "سیکھ" ہوتی ہے۔۔۔ یاں تو جیت جاؤ گے یا پھر اس امتحان میں کچھ سیکھ جاؤ گے۔۔۔

اور اسے لگ رہا تھا کہ اس کے قدم جیت کی طرف ہے۔۔۔ مگر کبھی کبھی اپنے اعمال ہی راہ میں بڑی آزمائشیں بن کر حائل ہو جاتے ہیں۔۔۔

رات کا پہر تھا وہ گہری نیند میں تھی کے اس نے آہستہ سے ردوازہ کھولا اور دبے پاؤں چلتا ہوا دوسری طرف آیا جہاں اس کی جان سو رہی تھی۔۔۔ وہ آہستہ سے اس کے پاس بیٹھا اور اسے اٹھا کر اس کا چہرہ اچومنے لگا۔۔۔ دو موتی ٹوٹ کر داڑھی میں جذب ہوئے۔۔۔ اس نے دوبارہ اسے لیٹایا اور لایا ہوا سامان اس کے قریب رکھا اور اس کی پیشانی چومتا ہوا ہلکی سی آواز میں بولا۔۔۔

"Happy Birth Day my love..."

اس نے اپنی جان سے پیاری بیٹی کو کہا اور بار بار پھر اس کے گال چومتے ہوئے اٹھا اور ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھا۔۔۔ اس کے چہرے پر زردیاں گھلی ہوئیں تھیں۔۔۔ اسے اپنے کیے پر افسوس ہوا مگر اس کی غلطی نہیں تھی اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔۔۔۔

وہ دوسری طرف گیا اور کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد بولا۔۔۔

"I'm still waiting for u...my heartbeat..."

آنکھیں بھر آئیں تھی۔۔۔ اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور دونوں کو ایک نظر دیکھ کر اپنے آ سے ایک عہد کرتا باہر نکل گیا۔۔۔

وہ گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے آنکھوں پر سن گلاس پہنے وائٹ ٹی۔ شرٹ کے نیچے بلو جینز سرخ سپید رنگ ہلکی مونچھیں اور داڑھی ہاتھ میں رولیکس پہنے چہرے پر بلا کی سنجیدگی لیے وہ جون کی کڑی دھوپ میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

اسے انتظار کرتے ابھی کچھ منٹ ہی ہوئے تھے کہ وہ دور سے آتی دیکھائی دی۔۔۔

"آپ آگئے مجھے لگا سچ میں نہیں آئیں گے۔۔۔"

آنیہ بولی۔۔۔

"ہاں تمہیں لگنا بھی جاہیے تھا حرکتیں درست ہوں تو اچھے کی امید بھی رکھ سکو تم۔۔۔"

وہ بولتا ہوا اپنی طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھا اور اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا جو منہ کھولے حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔

"آپ نابہت ہی کوئی۔۔۔"

وہ کچھ بولتی کے ڈیشان نے اسے کڑی نظروں سے دیکھا۔۔۔

"آپ نا۔۔۔ میں بھائی کو بتاؤں گی جا کر۔۔۔ اور داجان کو بھی۔۔۔ آپ مجھ پر بہت غصہ کرتے ہیں۔۔۔"

اس کی بات پر اس نے اپنی ہنسی ضبط کی۔۔۔

"اچھا۔۔۔ تم بتاؤ گی۔۔۔"

اس نے ڈرامائی انداز میں کہا۔۔۔

"ہاں بتاؤ گی۔۔۔"

وہ پھر بولی۔۔۔

"تو پھر تم آگے نہیں پڑھو گی اور آج تمہارا آخری پیپر تھا۔۔۔"

اس نے کہا تو آنیہ نے جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

اسے لگا کہ وہ مزاق کر رہا ہے۔۔۔

"وہی جو تم نے سمجھا۔۔۔ اگر تم بتاؤ گی تو میں بھی تم پر پابندی لگانے کا حق رکھتا ہوں۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"ویری فنی۔۔۔"

آنیہ نے کہا اور خاموشی بیٹھ گئی۔۔۔

زیشان اسے جانتا تھا وہ بس ابھی ہی خاموش ہوئی ہے۔۔۔۔

وہ رات کے کسی پہر نیند میں تھی کہ اسے حمزہ کے پرفیوم کی خوشبو آئی مگر نیند طاری تھی اور انکھیں کھلنے سے انکاری تھیں اس نے اس سب کو ایک خواب سمجھا اور نظر انداز کر دیا۔۔۔

"یہ کون لایا ہے۔۔"

وہ ابھی اٹھی ہی تھی اس نے ردا کی سائیڈ پر پڑے ہوئے ڈھیروں گفٹ دیکھے وہ اٹھ کر اس طرف آئی اور بہت سے غبارے زمین پر پھیلے ہوئے تھے۔۔۔

اس نے ردا کے پاس پڑا ہوا ایک کارڈ دیکھا اور اس کے اوپر لکھی ہوئی سطریں پڑھنا شروع کیں۔۔۔۔

"موسم بدل تو جانے دو، تو تم بھی لوٹ آؤ گے"

زمانہ کاٹ کھائے گا، تو تم بھی لوٹ آؤ گے"

از اقصیٰ خانم

یہ نور کی ڈائری میں اس نے لکھی تھی اور نور اسے پڑھ کر سنایا کرتی تھی جس پر حمزہ اسے بہت ڈانٹا کرتا تھا۔۔۔

دیکھو میں لوٹ آیا ہوں تمہارے پاس بالکل ویسا بن کر جیسا تم چاہتی تھی۔۔۔ ایک بار واپس آ جاؤ۔۔۔ آئی پرومیں کبھی کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔۔۔ ایک بار آ جاؤ اپنے لیے نہیں تو کم از کم ہم اپنی بیٹی کے لیے تو ساتھ رہ سکتے ہیں نا۔۔۔ پلیز۔۔۔

ابھی اتنا ہی پڑھا تھا اس نے کہ وہ روتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اور پڑھے گی تو مجبور ہو جائے گی اور وہ اب مجبور نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔۔

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو دیکھا اور پھر اسے کھول کر دوبارہ پڑھنے لگی۔۔۔

"نور میں جانتا ہوں کہ میری بھی غلطی تھی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں تھا جیسا تم سمجھی تھی وہ لڑکی میری فیانسی تھی تمہیں تو یاد ہو گا کہ خالہ کی بیٹی سے میری انگیجمنٹ ہوئی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ میں نے شادی کر لی تھی اس نے کچھ دن پہلے فون کیا تھا پر میں بعد میں ملنے کا کہہ کر ٹال دیا تھا اور اس دن وہ اچانک آگئی تھی میری غلطی نہیں تھی اور میں یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ تمہاری غلطی تھی بس قسمت میں ایسے دن لگھے تھے مگر اب تو واپس آ جاؤ۔۔۔ جہاں ختم کیا تھا وہیں سے شروع کریں گے۔۔۔ میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کرتا لیکن یقین دلاتا ہوں کہ تم سے زیادہ کوئی اہم نہیں ہے مجھے۔۔۔"

Please come back... I m still waiting for you...

ایک قدم میں نے بڑھایا اور اب تمہاری باری۔۔۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔۔۔"

تمہارا حمزہ (صرف اور صرف تمہارا)

دل کر رہا تھا کہ وہ اس خط کو پر ہتی جائے اور اس کی باتیں سنتی جائے۔۔۔ عورت بھی پتا نہیں کیا چیز ہے۔۔۔

"عورت سخت ہو تو پھر پتھر سے بھی زیادہ سخت، مضبوط ہو تو چٹانوں سی اور نرم ہو جائے تو روئیں سے بھی زیادہ نرم۔۔"

اس نے خط بند کیا اور پھر اسے سنبھال کر دراز میں رکھ دیا۔۔۔ اور نیچے پڑے ہوئے کئی کھلونے کے ڈبے دیکھے۔۔۔۔ اور پھر

اسے نے ردا کو دیکھا۔۔۔۔

باپ بھی کیا چیز ہوتا ہے نادرخت سا سایہ دیتا ہے بادشاہوں سی آسائش دیتا ہے چٹانوں سی مضبوطی دیتا ہے ہر برائی سے بچاتا ہے ردا کا باپ بھی اس کے لیے بھی کر رہا تھا مگر نور کو افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے کیوں کسی کی بیٹی کو اس سے دور کیا۔۔۔۔ میرے بابا۔۔۔ اسے شدت سے اپنے باپ کی یاد آئی۔۔۔ اتنی شدت تھی کہ وہ ہنریانی ہو گئی تھی اس وہ کھلونوں کے دبے اٹھائے اور کمرے سے باہر پھینک دیے اس کی لائی ہر چیز پھینک دی اس نے۔۔۔

"نہیں چاہیے کچھ۔۔۔ نہیں چاہیے کوئی مجھے۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔"

کیا کیا تھا اس کے باپ نے اس کے باپ نے اس کو اور اس کی ماں کو گھر سے باہر نکال دیا تھا اور پھر اس کی ماں نے ایک کوٹھی میں کام کرنا شروع کیا اور ایک دن اس دنیا سے رخصت ہو گئی اور کچھ دن بعد اس گھر کے اکلوتے وارث نے نور کو اپنے نکاح میں لے لیا۔۔۔۔۔

حمزہ کے باپ کے بعد اس کی ماں بھی گزر گئی۔۔۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔۔"

وہ دوبارہ چیخی۔۔۔۔۔

"کہاں ہو تم۔۔۔ نہیں چاہیے ہو تم۔۔۔ کیوں۔۔۔ کیوں کیا تم ایسا۔۔۔ کیوں میری کیا غلطی تھی۔۔۔ بابا کہاں ہیں آپ۔۔۔"

وہ چلا رہی تھی۔۔۔ دھاڑیں مار کر رو رہی تھی مگر نہیں۔۔۔ کوئی نہیں تھا آج اس کا شوہر ماجود نہیں تھا اس کے پاس جو اس کے آنسو صاف کرتا اور اسے کندھا دیتا آج وہ کندھا نہیں تھا جس پر سر رکھ کر وہ روتی۔۔۔

باپ اور بیٹی کا رشتہ بھی کتنا انمول ہوتا ہے ناباپ اپنی بیٹی کی ہر خواہش پوری کرتا ہے اور بغیر یہ سوچے کے ناجانے آگے جا کر اسے ایسا ہی گھر ملے گا جہاں اس کی ہر خواہش پوری ہو۔۔۔ مگر اس کے باپ نے تو آج تک اسے دیکھا ہی نہیں تھا۔۔۔

اسے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ کس طرح لاڈ اٹھوائے جاتے ہیں۔۔۔ کس طرح ایک بیٹی اپنے باپ سے فرمائشیں کرتی ہے۔۔۔ کس طرح ایک باپ روز تھک کر آتا ہے اور پھر بھی اپنی بیٹی کے ساتھ کھیلتا ہے اس سے باتیں کرتا ہے۔۔۔ اس کو پیار کرتا ہے اسے انگلی پکڑ کر چلنا سیکھاتا ہے۔۔۔ اسے اپنے ساتھ بیٹھا کر کھانا کھیلاتا ہے۔۔۔ اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس کو اپنے ساتھ سلاتا ہے۔۔۔ اسے سکول چھوڑنے جاتا ہے۔۔۔ اس کے لیے کھلونے لاتا ہے۔۔۔ اسے کندھے پر بیٹھاتا ہے۔۔۔ اس کے لیے گھوڑا بنتا ہے۔۔۔ اور اسے محفوظ حصار دیتا ہے یہ سب ایک باپ ہی کرتا ہے۔۔۔۔۔

مگر اس کے باپ نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا۔۔۔ اور پھر آج تک وہ اپنے باپ کی وجہ سے طرح طرح کی آزمائشوں سے گزر رہی تھی اس کے باپ کے کیے کا کفارہ وہ آج تک ادا کر رہی تھی جس طرح اس کے باپ نے اپنی بیوی کو نکلا اور اس کے ساتھ براسلوک کیا اسی طرح آج جب وہ کسی کی بیوی بنی تھی اس کے ساتھ ہوا تھا۔۔۔

شاہ حویلی میں آج کچھ لوگ آئمہ کو دیکھنے آئے تھے اور انہیں آئمہ بہت اچھی لگی تھی۔۔۔ رشتہ پکا ہو چکا تھا اور شادی کی تاریخ بھی طے کر دی گئی تھی۔۔۔

"کیا کر رہی ہو۔۔۔"

وہ اس وقت کچن میں شام کے کھانے کے لیے تیاری کر رہی تھی کہ وہ اس تک آکر بولا۔۔۔

"کھانا بنا رہی تھی۔۔۔"

ماہ نے کہا۔۔۔

"ہنم۔۔۔ آئیہ نہیں آئی اب تک۔۔۔"

حادث نے اس سے پوچھا۔۔۔ وہ اس وقت کالی شلوار قمیض کے اوپر کالی ہی چادر اوڑھے اس کے پاس کھڑا تھا۔۔۔ ماہ بھی اس وقت کالے اور گلابی رنگ کے پریٹڈ سوٹ مین ملبوس تھی۔۔۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں آئی۔۔۔"

ماہ نے سلاڈ کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہمم۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔"

اس نے کہا اور پھر اس کی صرف دیکھنا شروع کر دیا۔۔۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی بغیر کسی زیبائیش و آرائش کے

"آپ کو کچھ چاہیے۔۔۔"

ماہ نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر پوچھا۔۔۔

"ہاں۔۔۔"

اس کے اس طرح کہنے پر ماہ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر نظریں جھکا گئی وہ اب بھی اپنے کام میں مصروف تھی۔۔۔

"چائے چاہیے۔۔۔۔"

وہ بولا۔۔۔

"چائے چاہیے کون سی جناب۔۔۔"

گاڑی کی چابی اپنی ہاتھ کی انگلی پر گھماتا ہوا وہ گانا گاتے ہوئے کچن میں داخل ہوا ہی تھا کہ حارث نے اس کے طرح گانا گانے پر اسے ایک سخت گھوری سے نوازا۔۔۔

اور وہیں ماہ کی ہنسی نکل گئی۔۔۔

"میں نے کیا کہا ہے یار۔۔"

زیشان نے کہا اور پھر کچن سے باہر چلا گیا۔۔

"بہت ہنسی آرہی ہے۔۔۔ چائے لے کر آؤ ذرا بتاتا ہوں تمہیں۔۔۔۔"

حارث نے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔۔

ماہ نے جاے بنائی اور پھر آنیہ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔۔۔۔

"آنیہ۔۔۔"

آنیہ جو ابھی یونی پیپر دے کر آئی تھی اور بیٹھی ہوئی تھی کے بولانے بولی۔۔۔

"جی بھابھی۔۔۔۔"

"ایک کام کرو گی۔۔۔۔ یہ چائے حارث کو دے آؤ کمرے میں۔۔۔"

ماہ نے کہا۔۔

"او کے لیکن بھابھی سب ٹھیک ہے نابھائی اور آپکی کوئی لڑائی ہوئی ہے کیا"

آنہ نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔

"نہیں بس ایسے ہی مجھے نیچے کام تھا اس وجہ سے کہہ رہی ہوں۔۔۔"

ماہ نے بہانہ بنایا کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ حارث کا دماغ خراب ہونے میں وقت نہیں لگتا۔۔

"ٹھیک ہے میں دے آتی ہوں۔۔۔"

آنہ چائے دینے گئی تو ماہ نیچے چلی گئی۔۔۔

اس نے دروازے کے قریب جا کر دستک دی۔۔۔

آجائیں۔۔۔"

اجازت دی گئی۔۔۔

"بھائی آپ کی چائے۔۔۔"

آنیہ اندر آئی تو اچانک حارث کو ماہ پر غصہ آیا کیوں کے وہ اسے چائے کا کہہ کر آیا تھا کہ اوپر لے کر آئے اور وہ چائے آنیہ کو دے کر چلی گئی۔۔۔

"یہ واپس لے جاؤ۔۔۔"

حارث نے کہا اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔۔۔

"جی بھائی۔۔۔"

وہ چائے لے کر نیچے کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

وہ کچن میں چائے لے کر واپس آئی تو ماہ نے کہا۔۔۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"وہ بھائی نے کہا کہ واپس لے جاؤ۔۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔"

ماہ نے کہا۔۔۔ ناراض ہو گئے ہیں۔۔۔ اس نے دل میں سوچا۔۔

سنوچندا! اسے کہنا

بہت بے تاب رہتا ہوں

بہت بارش بھی ہو جائے

پھر بے آب رہتا ہوں

سچ میں وہ بہت ٹوٹ گیا تھا اسے تو بس اب وہی چاہیے تھی جو اس کا سکون تھی اس کی اولاد اس کی بیوی اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے کر آئے گا۔۔۔

ایک لڑکی کی مثال ایک پھول کی مانند ہے جو اگر تو اپنے باغ میں اپنے پودے کے ساتھ جڑا رہتا ہے تو بہت قیمت ہوتی ہے اس کی مگر جیسے ہی وہ پھول ٹوٹ جائے یا پھر اگر وہ پودے سے الگ ہو جائے تو اس کی قیمت کچھ بھی نہیں رہتی وہ پیروں کے نیچے آکر روند دیا جاتا ہے نا تو اس پر کوئی پھل لگ سکتا ہے اور نا ہی وہ بہار کی رونق بننے کے قابل رہتا ہے اسی طرح اگر اس باغ کا مالک اسے کسی خریدار کو دیتا ہے تو اس خریدار کو اس پھول کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے مگر جو پھول اسی طرح بغیر خریدے لے جائے تو وہ اس کی کیا قدر کرے گا۔۔۔

یہی ایک لڑکی کی زندگی ہے جب ماں باپ رخصت کرتے ہیں تو کچھ سوچ سمجھ کر رخصت کرتے ہیں مگر جب لڑکیاں خود نکل جاتی ہیں تو وہ اپنا کیا سوچے گی پھر سوچنے کو کیا بچتا ہے جب اسے اپنے ماں باپ کی عزت کی پرواہ نہ ہوئی کیا کوئی ماں باپ سے بڑھ کر بھی چاہتا ہے۔۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔

عافیہ بھی اسی پریشانی سے گزر رہی تھی مگر کہتے ہیں جب عقل پر پردہ پڑ جائے تو پھر کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اللہ کے سوا۔۔۔۔

رات کا دوسرا پہر تھا حویلی میں سناٹا تھا سب سو رہے تھے مگر وہ حویلی کی راہ داریوں سے سنبھل کر گزرتی ہوئی نیچے بڑھ رہی تھی دروازے پر پہنچ کر اس نے حویلی پر نظر دوڑائی یہاں ہی گزرا تھا بچپن بابا کے آنگن میں پر کہاں پرواہ تھی کسے تھی وہ تو چلی تھی بابا کے آنگن کو بدنام کرنے ہائے قسمت بھی کیا چیز ہے تختہ پلٹ دیتی ہے انسان کا۔۔۔

دروازہ کھلا اس نے ایک نظر دیکھا پلٹی قدم باہر رکھا اور اب سے نیا سفر جاری تھا مگر ناجانے یہ نیا سفر کتنا
انجان اور دشوار تھا۔۔۔

احسن اس کا انتظار کر رہا تھا وہ حویلی سے باہر نکلی حویلی کے دو گاڑد تھے ایک اندر تھا اور ایک سو رہا تھا باقی
سارے ملازم کو اٹر مین تھے کسے پتہ تھا کہ آج کیا ہو جائے گا۔۔۔۔

حویلی سے نکلی چند قدم کے فاصلے پر اپنی گاڑی میں احسن اس کا انتظار کر رہا تھا وہ اس کی گاڑی مین بیٹھی۔۔۔

"آگئی تم کب سے انتظار تھا اس پل کا۔۔۔"

احسن نے اس کے بیٹھتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔۔۔

"میرا دل عجیب ہو رہا ہے۔۔۔"

عافیہ نے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔۔۔ اسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔۔

"سب ٹھیک ہے یا۔۔۔"

احسن نے اسے کہا۔۔

مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔

سورج کی کرنیں معمول کے مطابق اپنے آب و تاب سے نکلی تھیں سب معمول پر تھا سوائے حویلی کے صبح ناشتے کی میز کے سب عجیب تھا ہوتا بھی کیوں نا عافیہ آج ناشتے پر نیچے نا آئی تھی بی جان نے آنیہ کو کہا تھا کہ اسے بلائیں جب دروازہ کھلا تو وہ اندر موجود نا تھی ہوتی بھی کیوں وہ تو جا چکی تھی کہیں دور شاید نا آنے کے لیے حویلی میں ایک شور اٹھا تھا سب جان چکے تھے کہ آخر کار وہ ہو ہی گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا مگر یہ اچھا نہیں ہوا تھا بہت غلط ہوا تھا شاہ حویلی کا نام بدنام ہونے سے بچانا تھا اب عالیہ بیگم کا رور و کر بر حال تھا ظاہر ہے بیٹی تھی مگر بیٹی کو تو ایک بار بھی خیال نا آیا کہ میری ماں کی تربیت پر انگلیاں اٹھیں گی اسے تو بس اپنی ہی پڑی تھی۔۔۔

سب مرد اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔۔۔ کے داجان بولے۔۔

"یہ بات حویلی کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلی چاہیے سب خواتین کو سمجھا دیا جائے اور سب ملازموں کو بھی دوسرا لڑکی کی تلاش شروع کر پتہ بھی تو چلے کے کس نے اتنی جرات کی ہے۔۔۔ حارث اور زیشان تم دونوں جاؤ ڈھونڈو لڑکی کہاں ہے اور ہاں حویلی لے آنا اس لڑکے سمیت۔۔۔"

"جی داجان۔۔۔"

وہ دونوں یہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔

"یہ اچھا نہیں ہو ار حمن یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔ پڑھائی اتنی ہی اچھی ہوتی ہے جس سے اچھے برے میں تمیز آجائے۔۔۔۔ جو ہوا اسے حل کریں اور ہاں اس دوران بہتر ہے کہ حویلی کی خواتین کا باہر آنا ناجائز ہے۔۔۔ اور بات کہیں باہر نہ نکلے۔۔۔"

داجان اپنا حکم سناتے ہوئے اٹھے اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔۔۔

حادثہ اور زیشان جاتو چکے تھے پر ان کے سر پر تو جنون سوار تھا ان کو لانے کا ناکہا جاتا تو وہ شاید ان کا قتل ہی کر دیتے۔۔۔

رحمن صاحب کی تو بیٹی تھی بیٹی رخصت ہو جائے تو باپ اس ہو جاتا ہے پر اب تو بیٹی گھر سے بھاگ گئی تھی وہی بیٹی جسے ہاتھوں میں پالا تھا انگلی پکڑ کے چلنا سیکھایا تھا ہاں وہی بیٹیاں ہوتی ہیں جو بدنام کر دیتی ہیں۔۔۔۔۔

ٹھیک کہا ہے قرآن میں اللہ نے:

"عورت مکر ہے۔۔۔"

یہ ایسا مکر ہے جو بیچ-ا ہے تو گھر کو سوار دے اور چاہے تو برباد کر دے یہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔۔۔

احسن ہم کہاں ہیں۔۔۔؟"

اس نے احسن سے پوچھا احسن اسے ایک گھر میں لے کر آیا تھا جہاں بہت گندگی تھی دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ گھر کئی سالوں سے بند پڑا ہوا ہے اور یہ بات کچھ سچ بھی تھی تو کیا پھر ایک بنتِ حوا برباد ہونے والی تھی۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ پر کبھی کبھی عورت اپنی بربادی کا سبب خود بنتی ہے اور کئی دفعہ وہ سچ میں بے گناہ ماری جاتی ہے اس عورت کی وجہ سے جس نے وہ غلطی پہلے خود کی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ پر لوگ بھول جاتے ہیں۔۔۔۔۔

جیسے ہر مرد ایک جیسا نہیں ہوتا ویسے ہر عورت ایک جیسی نہیں ہوتی۔۔۔۔۔

کئی جگہوں پر عورتوں کی فطرت بھی ایک جیسی ہے جیسے کئی جگہ مردوں کی فطرت ایک جیسی ہے۔۔۔۔۔

"ہم وہیں ہیں جہاں ہمیں ہونا چاہیے ڈیر۔۔۔"

احسن کا انداز اسے کچھ عیب سا لگتا تھا

"احسن ہمیں تو نکاح بھی کرنا تھا نا۔۔۔"

اس نے دوبارہ کہا جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ سب ٹھیک ہے

"نکاح۔۔۔ اس کی کیا ضرورت ہے اب بھلا۔۔۔ نکاح تو اس لیے کرتے ہیں نا کہ ہم لڑکی کو رخصت کر کے اپنے گھر لے آئیں مگر اب تو تم آچکی ہو نا۔۔۔"

احسن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا احسن کا تعلق ایک گینگ سے تھا جو لڑکیوں کو کڈنیپ کر کے انھیں بچہ دیتے تھے اور اس نے عافیہ کے ساتھ بھی یہی کرنا تھا۔۔۔۔

"احسن۔۔۔

عافیہ نے بے یقینی سے احسن کو دیکھا اور کچھ کہنے والی تھی کہ احسن نے اسے کلوروفارم جو اس نے پہلے ہی رومال پر ڈال رکھی تھی اسے سنگھا کر اسے بے ہوش کر دیا احسن نے اسے پاس پڑے خستہ حال صوفے پر لیٹایا۔۔۔۔ اور کسی کو فون کرنے لگا۔۔۔

"ہاں۔۔۔ کب تک آؤ گے۔۔۔ اوکے ٹھیک ہے آدھے گھنٹے تک اوکے میں ایڈریس سینڈ کرتا ہوں اوکے اوکے۔۔۔"

اس نے فون کاٹا اور حقارت بھری نظروں سے عافیہ کے ہوش و خروش سے بیگانہ وجود کو دیکھا اور وہاں سے
باہر نکل گیا۔۔۔

کوئی امید باقی ہے

کوئی تو آس باقی ہے

ابھی احساس زندہ ہے

ابھی احساس باقی ہے

بلکتے سوکھتے سپنوں

کی اب بھی پیاس باقی ہے

ابھی بھی پیاس باقی ہے!!

"کام ہو گیا۔۔۔ ہاں۔۔۔ میرے پیسے۔۔۔"

احسن نے مقابل سے مطالبہ کیا۔۔۔

"یہ لے۔۔"

مقابل جو منہ پر نقاب پہنے ہوئے تھا اسے ایک لفافہ جس میں بہت بھاری قیمت تھی اسے بڑھاتا ہوا بولا۔۔۔

"شکریہ۔۔۔ اب تم اپنے راستے اور میں اپنے ناتو میں اس لڑکی کو جانتا ہوں اور ناہی تجھے۔۔۔"

اس دونوں نے ایک ساتھ عافیہ کو دیکھ کر قہقہہ لگایا جو اس وقت بے ہوش پڑی تھی۔۔۔

"سلام۔۔۔"

نقاب پوش شخص باہر نکل گیا۔۔۔ اور دوسرے دو آدمی پیچھے عافیہ کو ایک بوری میں ڈال کر ڈیگی میں رکھنے لگے۔۔۔۔

غلطی اس کی تھی پر اتنی نہیں ہاں سزا بہت بڑی تھی اس کی جواب اسے مل رہی تھی غلطی تو ماں باپ کی بھی ہوتی ہے ناکوں وہ اپنی اولاد کو اس سب سے پہلے آگاہ نہیں کر دیتے آخر کتنی دیر کتنی دیر تک وہ اپنے اولاد کو چھوٹا سمجھیں گے یہی غلطی ہم کرتے۔۔۔ کیوں ہم اپنے بچوں کو پہلے آگاہ نہیں کرتے۔۔۔ اور پھر غلطی ہو جانے پر ان کو ہی قصور وار ٹھہراتے ہیں۔۔۔ جب کے زیادہ نہیں تو تھوڑی غلطی ان کی اپنی بھی ہوتی ہے مگر وہ نہیں مانتے۔۔۔۔

حویلی کی خوشیوں کو تو جیسے نظر لگ گئی تھی۔۔۔ رحمن صاحب پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور روتے بھی کیوں ناکیا نہیں دیا تھا انھوں نے اپنی بیٹی کو کیا نہیں دیا تھا بیٹیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہتے ہیں بیٹیاں ماں باپ کا

احساس کرتی ہیں مگر آج کل کی بیٹیاں انھیں ماں باپ کو بدنام کر دیتی ہیں کیوں کیا وہ ان کے ماں باپ نہیں کیا ماں نے جنم نہیں دیا یا باپ نے کھانے کو نہیں دیا۔۔۔۔۔ باپ کی شفقت یاد نہیں رہتی ماں کی ممتا کی پرواہ نہیں رہتی۔۔۔۔۔

کیا کوئی ماں باپ سے بڑھ کر چاہتا ہے کیا کوئی بھائی سے بڑھ کر چاہتا ہے کیا کوئی بہن سے زیادہ راز دار ہے۔۔۔ اگر ان سب رشتوں کا پاس نہیں رہتا تو اس کا ہی خیال کر لیتیں جس نے پیدا کیا جس نے کھانے کو دیا جس نے سوچنے کو دماغ دیا عقل و شعور دیا مگر نہیں۔۔۔۔۔

انسان ناشکر ہے۔۔۔۔۔

یہ تو قرآن بھی کہتا ہے۔۔۔۔۔

عالیہ بیگم کارور و کر بر حال تھا سب خواتین تسلی دے رہی تھیں۔۔۔۔

"بی جان آپ کچھ کھالیں۔۔۔"

ماہ بی جان کے پاس آئی وہ کھانے کی ٹرے بھی ساتھ لائی تھی داجان سو رہے تھے ان کو نیند کی دوا دی گئی تھی داجان کا ٹینشن سے بلیڈ پریش رہائی ہو گیا تھا اور بی جان نے کل سے سہی سے کھانا نہیں کھایا تھا۔۔۔۔

"نہیں۔۔۔ مجھے نہیں کھانا۔۔۔"

بی جان نے منا کیا۔۔۔

"بی جان آپ سمجھنے کی کوشش کریں نا آپ نہیں کھایں گی تو طبیعت خراب ہو جائے گی پلیز میرے لیے۔۔۔"

ماہ نے انھیں سمجھانا چاہا۔۔۔ اور ایک نوالہ بنا کر اس کی طرف بڑھایا انھوں نے تھوڑا سا کھانے کھانے کے بعد مزید کھانے سے انکار کر دیا۔۔۔۔

حویلی کا نظام ہل گیا تھا کچھ بھی معمول پر نہیں تھا کئی لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا ظاہر ہے آگ لگے تو دھواں پھیل ہی جاتا ہے۔۔۔۔

"زیشان۔۔۔"

انیہ نے زیشان کو بلایا جو اس وقت حویلی کی اوپری منزل پر ٹیئرس پر کھڑا سموکنگ کر رہا تھا اس کی آواز پر نہیں مڑا وہ اس تک گئی اور اس کے ہاتھ میں سگریٹ دیکھ کر حیران ہو گئی اور بولی۔۔۔

"زیشان یہ۔۔۔"

اس نے سگریٹ لینی چاہی تو زیشان نے ایک سانس میں ختم کر کے ایش ٹرے میں مسل دی اور اس کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔

"کام بولو۔۔۔"

اس کے اس طرح کہنے پر آنیہ کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

چاہے عافیہ حارث اور زیشان کی بہن نہیں تھی مگر بہن کی طرح تو تھی اور اس گھر کی عزت تھی آخر۔۔۔

کہتے ہیں جب ایک عورت یا لڑکی گھر سے باہر نکلتی ہے تو اپنے گھر کی عزت ساتھ لے کر نکلتی ہے چاہے تو محفوظ رکھے اور چاہے تو بدنام کر دے۔۔۔

"وہ زیشان۔۔۔ دراصل کالج میں۔۔۔"

وہ کچھ بولتی کے اس نے بات کاٹی۔۔۔

"تم نہیں جاؤ گی۔۔۔۔"

زیشان سختی سے بولا۔۔۔

"زیشان میرے۔۔۔۔"

اس نے پھر بولنے کی کوشش کی مگر۔۔۔۔۔

"کہہ دیا نا۔۔۔۔"

زیشان نے اس بار ڈانٹا۔۔۔۔

"میرے پیپر ہیں زیشان۔۔۔۔"

آنیہ نے روانی میں بولا۔۔۔

"ایک دفعہ سمجھ نہیں آئی۔۔۔۔"

زیشان نے پھر کہا لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی۔۔۔ آنیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔ اور بہہ گئے آنسو پر
مقابل نے ظلم کی انتہا کر دی آنسوؤں پر غور نہیں کیا۔۔۔۔

" You are so cruel....I hate you Zeshi..."

آنہیہ کہتی اپنی آنکھیں صاف کرتی وہاں سے چلی گئی جب بھی وہ ناراض ہوتی یا غصے میں ہوتی تب وہ زیشان کو زشی کہا کرتی تھی اور یہ اس کی ناراضگی کی نشانی تھی۔۔۔۔

زیشان سوچ میں پڑ گیا تھا وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا پر وہ جانتا تھا کہ وہ اسے منالے گا وہ ایسی ہی تھی مان جاتی تھی۔۔۔

مگر وقت اور قسمت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔۔۔

"پتہ چلا کچھ۔۔۔"

داجان نے حارث سے پوچھا۔۔۔ جو اس وقت باہر سے ہی آیا تھا وہ پوری رات گھر نہیں آیا تھا سب فکر مند تھے۔۔۔

"جی۔۔۔ چلا ہے۔۔۔ مگر بہت دیر کر دی ہے ہم نے۔۔۔ پر دعا کریں۔۔۔"

اسے واقع ہی بہت کچھ پتہ چل گیا تھا حارث کا ایک دوست جو کے پولیس میں تھا اس نے بہت مدد کی تھی
احسن اس وقت جیل میں تھا اور اس کا پتہ عافیہ کی سم سے چلا تھا جو قسمت سے گھر رہ گئی تھی۔۔۔ اور احسن
سب کچھ اگل چکا تھا اب بس عافیہ کا ملنا باقی تھا حارث گھر آیا تھا کچھ کرنے ورنہ وہ عافیہ کو لے کر ہی
آتا۔۔۔۔

"کیا پتہ چلا حارث بیٹا۔۔۔"

رحمن صاحب بیٹی کی خبر پر بے چین ہوئے۔۔۔۔

"چچا جان انشا اللہ شام تک عافیہ حویلی میں ہوگی۔۔۔۔ فکرنا کریں۔۔۔"

حارث نے کہا اور ایک نظر ماہ پر ڈالی جو بی جان کی اوٹ میں کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی حارث کے دیکھنے پر ماہ
کی نظریں جھک گئیں وہ اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔۔۔۔

"بیٹا جاؤ تم حارث کو کھانا اوپر ہی دے آؤ پتا نہیں کچھ کھایا بھی ہو گا یا نہیں۔۔۔"

بی جان نے فکر مندی سے کہا۔۔۔

"جی۔۔۔"

ماہ کہتی ہوئی کھانے لینے کے لیے پکن کی جانب بڑھی۔۔۔

"حارث۔۔۔"

اس کمرے کا دروازہ دو مرتبہ بجایا پر جواب نہ ملنے پر وہ اندر آگئی اور اس کی آنکھوں پر جو بازو اس نے رکھا تھا اس ہلا کر حارث کو آواز دی۔۔۔

"اٹھ جائیں۔۔۔"

ماہ پھر بولی۔۔۔

"مجھے نہیں کھانا کچھ۔۔۔ لے جاؤ اور اب کیوں آئی ہو آنیہ کو کیوں نہیں بھیجا۔۔۔"

حارث نے اس دن کا غصہ بھی اتارا۔۔۔

"سوری۔۔۔ پلیز آئندہ نہیں ہو گا مجھے اس دن کام تھا اس لیے اسے بھیج دیا اگر آ جاتی تو آپ کہتے کے رک جاؤ پھر اس لیے سوری۔۔۔ اٹھیں اب۔۔۔ میں نے بھی کچھ نہیں کھایا۔۔۔"

وہ بولی۔۔۔ حارث اٹھ کر بیٹھا۔۔۔ اور پھر ان دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔۔۔

وقت کا کام ہے گزرنا جیسا بھی ہو گزر ہی جاتا ہے کسی پر اچھا تو کسی پر برا۔۔۔۔۔ آج وہ جلدی اٹھ گیا تھا اس نے ناشیہ کرنے کے بعد گاڑی باہر نکالی کچھ دیر تک یوں ہی سڑکوں پر بے وجہ دوڑاتا رہا اس کے بعد اس نے ایک پارک کے سامنے اپنی گاڑی روکی وہاں بہت سی فیمیلیز تھیں ماں باپ اپنے بچوں کو لے کر آئے تھے اچانک اس کی نظر ایک کپل پر پڑی دیکھنے سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں ہر بینڈوائف ہیں وہ پارک کے اندر گیا یہ کسی سوسائٹی کا پارک تھا شاید۔۔۔ اور اسی سوسائٹی میں نور رہتی تھی پتہ نہیں وہ یہاں کیسے آگیا۔۔۔۔۔

حمزہ پارک کے اندر آیا اور ایک بیچ پر بیٹھ گیا نظر اب بھی اس کپل پر تھی وہ جو لڑکا تھا اس نے اپنی بیٹی کو گود میں اٹھایا ہوا تھا چونکہ ول ابھی چھوٹی تھی اتنے بچے بامشکل ہی چل پاتے ہیں اور ان کا بیٹا جو کھیل رہا تھا اور اس کی ماں یعنی وہ وہ جو لڑکی تھی وہ اسے گائیڈ کر رہی تھی کچھ دیر یوں ہی بیٹھا دیکھتا رہا اسے اس لڑکے کی گود میں وہ بچی دیکھ کر اپنی بیٹی کی یاد آگئی۔۔۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں اور سرخ ڈورے آنکھوں میں پھر چکی تھیں آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔۔۔۔۔۔۔

ہائے اولاد بھی کیا چیز ہے نا کیا کچھ نہیں کرتا انسان اپنی اولاد کے لیے جان تک وارد دیتا ہے پھر بیٹی تھی اس وہ بھی اکلوتی اسے شدت سے یاد آئی وہ کچھ سوچتے ہوئے اٹھا اور پارک سے باہر نکل کر گاڑی میں سوار ہوا اب اسے جانا تھا اپنی بیٹی سے ملنے اس کے پاس۔۔۔۔۔

احسن نے جن لوگوں کا پتہ بتایا تھا پولیس نے وہاں پر آج چھاپا مارنا تھا وہ کوئی مکان تھا مگر انتہائی خستہ حال۔۔ ایک ایک کر کے پولیس والے اندر گئے سب کے سب باوردی تھے اور ان کے ساتھ ہی حادثہ اور زیشان بھی۔۔۔ اس مکان کے اندر صرف دو آدمی تھے۔۔۔۔۔

"کیا ہے بھئی۔۔۔ یہاں کیسے آگئے ہیں آپ لوگ پوچھ کر آنا چاہیے تھا۔۔۔"

ایک آدمی نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔۔۔

"پوچھ کر تجھے میں بتاتا۔۔۔"

زیشان نے آگئے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑا ہی کے ایس پی جو کے حارث کا دوست تھا اس نے چڑوا یا۔۔۔

"زیشان رو کو ہمیں بات کرنے دو۔۔۔ وسیم دیکھو جا کر۔۔۔"

ایس پی جنید نے کاؤنٹیبل کو کہا۔۔۔

"صاحب اندر لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔۔۔"

اندر سے آواز آئی۔۔۔ اور ساتھ ہی ایک فائر کی آواز آئی اور وہ فائر انھیں میں سے ایک آدمی نے کیا تھا۔۔۔

"دیکھو میں دوبارہ گولی چلا دوں گا۔۔۔"

اس آدمی نے کہا۔۔۔

"اپنی گن نیچے کرو۔۔۔"

ایس پی جنید نے کہا۔۔۔

"ٹھا۔۔۔"

ایک اور فائر۔۔۔

"زیشان عافیہ کو لاؤ اندر سے۔۔۔"

حادث کے کہنے پر زیشان اندر گیا جہاں وہ کاؤنٹیبل کھڑا تھا اسے ہی دیکھنے لگا وہ بے ہوش تھی زیشان نے
آس پاس

نظریں دوڑاں پانی ایک جگہ مین تھا اس نے پانی کا پورا جگہ ہی اس کے چہرے پر دے مارا۔۔۔

"اے۔۔۔"

عافیہ نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔۔۔

"اٹھیں۔۔۔"

زیشان نے کہا۔۔۔

"زیشان۔۔۔ بھائی۔۔۔ میں۔۔۔"

اس نے سمجھنا چاہا۔۔۔ مگر دماغ اب بھی کام کرنے سے انکاری تھا پھر باہر سے ایک فائر کی آواز آئی اور وہ سہم گئی۔۔

"وقت نہیں ہے اٹھیں۔۔۔"

زیشان نے پھر کہا اس بار وہ اٹھی مگر ٹانگیں ساتھ دینے سے انکاری تھیں۔۔۔

"دھیان سے۔۔"

زیشان نے سہارا دیا وہ عافیہ کو بار لایا وہ آدمی اب بھی لڑ رہے تھے مگر پولیس کی گن ضبط کر کے انھیں گاڑی تک لے گئی تھی۔۔۔ وہ آدمی اب پولیس پیٹرول میں بیٹھ چکے تھے اور عافیہ کو زیشان گاڑی میں بیٹھا چکا تھا۔۔۔ کسی نے عافیہ کو چور نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔

"بہت شکریہ یار تمہارے تعاون کا۔"

حارث نے شکریہ ادا کیا۔۔۔ تو وہ متوجہ ہوا۔۔۔

"کوئی بات نہیں یار دوست ہی کام آتے ہیں۔۔۔"

جنید نے کہا۔۔۔ وہ بہت اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا تھا وہ حارث کے ساتھ ہی پڑھتا تھا اور ہو سٹل میں بھی ساتھ ہی تھا۔۔۔ اس کے ابو تھے صرف اس کی فیملی میں ماں جنم دیتی ہی چل بسی۔۔۔ اور بہن بھائی کوئی تھا نہیں۔۔۔۔

حادث گاڑی میں بیٹھا۔۔۔ زیشان نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر پیچھے بیٹھی عافیہ کو جو ناجانے کہاں گم تھی۔۔۔ اس کے تعاقب میں حادث نے پیچھے دیکھا مگر اور بھی کوئی عافیہ کو دیکھ رہا تھا اور بہت دور تک وہ نظریں گاڑی کے تعاقب میں دیکھتی رہیں اور پھر ایس پی جنید گاڑی میں سوار ہوئے۔۔۔۔

وہ اس وقت نور کے فلیٹ کی بلڈنگ کے باہر کھڑا تھا وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا تیسری منزل پر چوٹھا فلیٹ تھا جس میں نور رہ رہی تھی اس نے کچھ ہمت کر کے دروازے پر دستک دی پر ایک بار تو کوئی جواب نہیں آیا۔۔۔

اس نے پھر دستک دی۔۔۔

"جی کون۔۔۔"

اندر سے ایک آشنا سی آواز آئی اور ایک افتاد پر دروازہ کھلا مگر جو آنکھیں طالب کھڑی تھیں ان میں ایک دم حیرانی آئی اور پھر وہ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔۔۔ ایک انجان آدمی جو کہ وہی 'عمر اسماعیل' تھا اسماعیل انڈسٹریز کا مالک دروازہ کھولے کھڑا تھا اور اسے دیکھ کر بغیر کچھ کہے وہ باہر نکل گیا۔۔۔

حمزہ کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا جیسے یقین کرنا چاہتا ہو کہ کیا سچ میں وہی تھا اس کے جانے کے بعد اس نے نور کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی نور کے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی اس کے دل میں عجیب عجیب سے خیال آرہے تھے کہ نا جانے حمزہ اس کے بارے میں کیا سوچے گا۔۔۔

حمزہ نے نور کی طرف دیکھا اور نور نے حمزہ کی طرف اور پھر نور نے کچھ کہنے کے لیے اپنے لب واکبے۔۔۔

"تم۔۔۔ کیا لینے آئے ہو اب۔۔۔"

نور نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کو سخت کیا۔۔۔

"اندر آنے کی اجازت ملے گی۔۔۔"

حمزہ نے سر دلچے میں کہا۔۔۔

"کیا ہے اب تمہارا یہاں پر اور کس حق سے آئے ہو یہاں پر۔۔۔"

نور نے کہا۔۔۔

"حق تو بہت ہیں مجھے اپنی بیٹی سے ملنا ہے۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا

"ردا۔۔۔"

اس نے ردا کو آواز دی۔۔۔

"دیکھو حمزہ یہاں سے چلے جاؤ بہت مشکل سے سنبھالا ہے میں نے اسے خدا کے لیے یہاں سے چلے

جاؤ۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔

"وہ تو میں دیکھ چکا ہوں کہ کس نے تمہیں سبب نکالا ہوا ہے۔۔۔ بہت اچھے سے جھوٹ بول لیتی ہو تم اور پھر۔۔۔ خیر میں یہاں یہ باتیں نہیں کرنے آیا۔۔۔" (میں تو تمہیں لینے آیا تھا نور۔۔) اس کے دل نے دہائی دی۔۔۔

"تو پھر کس لیے آئیں ہیں آپ مسٹر حمزہ ملک۔۔۔ میں جان سکتی ہوں۔۔۔"

نور نے کہا کتنی تکلیف دیتیں ہیں یہ باتیں۔۔۔

"ردا کہاں ہے۔۔۔"

حمزہ نے کہا اور کہتے ہوئے ایک کمرے کا دروازہ کھولا جہاں ردا سو رہی تھی۔۔۔

"میرا بچہ۔۔۔"

حمزہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔۔۔ نور کمرے کے دروازے پر کھڑی تھی۔۔۔

"مل لیا ہو تو آپ جاسکتے ہیں۔۔۔"

نور نے پھر کہا۔۔۔

"ہاں جا رہا ہوں۔۔۔"

اس نے ردا کو گود میں اٹھایا اور اپنے کندھے پر ڈال کر اپنے ساتھ لگایا اور باہر جانے لگا کے نور بولی۔۔۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم اسے کہاں لے کر جا رہے ہو تم حمزہ یہ کیا حرکت ہے میری بیٹی مجھے واپس کرو۔۔۔"

نور نے حمزہ کے سامنے جا کر کہا۔۔۔

"میں تو اپنی بیٹی کو لے کر ہی جاؤں گا اور ویسے بھی اس سے تو تمہاری مشکل آسان ہو جائے گی نا میں تمہیں کل تک ڈائیورس کے پیپر ز بھیج دوں گا پھر جو چاہے تم کرنا۔۔۔"

اس نے کہا اور رد اکو گود میں لیے ہی باہر نکل گیا۔۔۔

نور سکتے میں آگئی تھی طلاق کی بات سن کر۔۔۔ اور پھر اسے جاتا دیکھ کر سکتا ٹوٹا اور وہ بولی۔۔۔

"حمرہ۔۔۔"

وہ چلائی۔۔۔ مگر وہ جاچکا تھا نور سیڑھیوں تک آئی مگر اس کی گاڑی بلڈنگ سے باہر نکل گئی تھی وہ دوبارہ فلیٹ میں آئی اور دروازہ بند کر کے وہیں بیٹھ گئی آنسو تھے کے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے کیا سچ میں وہ مجھے چھوڑ دے گا نہیں دل نے کہیں دور سے کہا تھا

شاہ حویلی میں سب کچھ پہلے کی طرح تو نہیں تھا مگر گزشتہ دن سے اب حالات بہتر تھے عافیہ واپس آچکی تھی آئمہ کار شہ تو پہلے ہی طے تھا جس پر وہ خوش بھی تھی ایسی ہی ہوتی ہیں لڑکیاں باپ کی عزت کے لیے اپنی زندگی قربان کر دینے والی خاندان کے لیے خاموش رہنا اپنے جذبات پر پردہ ڈال دینا اور پھر کوئی آرزو نہیں

رہتی۔۔۔ مگر وہ خوش تھی کہتے ہیں کہ شوہر اچھا ہو تو عورت کے زخم بھر جاتے ہیں وہ اس کے رنگ میں ڈھل جاتی ہے خوش رہتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ شوہر اچھا ہو۔۔۔

عافیہ کے لیے رشتے کی تلاش جاری تھی یہ بات تھیلی ضرور تھی مگر اتنی نہیں اور اب داجان کا حکم تھا کہ عافیہ کی شادی آئمہ کے ساتھ ہی ہوگی۔۔۔

اب عافیہ کے لیے رشتے کی تلاش جاری تھی۔۔۔

آنیہ کا کل پیپر تھا اور حویلی میں عورتوں کے باہر نکلنے پر پابندی تھی وہ زیشان کا رد عمل تو سن چکی تھی لیکن ابھی ایک امید تھی اسے وہ حادثہ سے کہہ سکتی تھی۔۔۔ شام کا وقت تھا ہر طرف اندھیرا پھیل رہا تھا اور نیچے کچن میں حویلی کی خواتین کھانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی اور حادثہ کے کمرے کے باہر جا کر دروازے پر دستک دی۔۔۔

"آجائیں۔۔۔"

اجازت دی گئی۔۔۔

"بھائی۔۔۔"

اس نے دروازہ کھول کر کہا۔۔۔ تو حارث جو بیڈ پر نیم دراز تھا اور لیپ ٹوپ پر کام کرنے میں مصروف تھا اس کی جانب متوجہ ہوا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔۔۔

"آجاؤ آنیہ۔۔۔"

آنیہ اندر گئی۔۔۔

"ہاں بولو بچے کوئی کام تھا۔۔۔"

حارث نے پوچھا۔۔۔

"جی بھائی ایک بات کرنی تھی۔۔۔"

وہ بولی۔۔

"ہاں بولو۔۔۔"

حارث نے کہا۔۔۔

"بھائی کل میرا پیپر ہے اور پیپر زفائل ہیں۔۔۔"

وہ بولی تو حارث ساری بات سمجھ گیا۔۔۔

"جاؤ بچے آپ اپنے پیپر کی تیاری کرو کل آپ کو زیشان لے جائے گا۔۔"

حارث نے تو جیسے اس کی ساری ٹینشن ہی دور کر دی تھی۔۔۔

"اور داجان۔۔۔"

ایک اور خیال آیا۔۔

"ان کی فکر ناکرو میں بات کر لوں گا۔۔ آپ جاؤ۔۔"

حارث نے کہا۔۔۔

"بھائی زیشان وہ نہیں مانیں گے میں نے ان سے پوچھا تھا انھوں نے ڈانٹ دیا تھا پہلے بھی۔۔۔"

وہ پھر فکر مندی سے بولی۔۔

"وہ کچھ نہیں کہے گا۔۔۔"

حادث نے پھر کہا اور اٹھ کر آنیہ کے سر پر پیار دیا اور پھر آنیہ باہر چلی گئی اس نے تیاری تو پہلے ہی کر لی تھی اور اب وہ نیچے پکن کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔

وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے سیکریٹری کو فون کیا اور بلایا۔۔۔

"May I come in sir...?"

حمزہ کے سیکریٹری نے پوچھا۔۔۔

"Yes come in.."

اس نے جواب دیا اور اس کا سیکریٹری علی اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔۔

"کیا کچھ پتا چلا۔۔۔"

حمزہ نے پوچھا۔۔۔ لہجے میں عجیب سی بے چینی تھی۔۔۔

"جی سر۔۔۔"

علی نے جواب دیا۔۔۔

"ہاں بولو۔۔۔"

حمزہ بولا۔۔۔

"سر میم اسماعیل انڈسٹریز میں جاب کرتی تھیں مگر اب نہیں کرتیں انھوں نے جاب بس دو ماہ ہی کی تھی اس کے بعد جاب چھوڑ کر ہاسپٹل میں جاب کرنا شروع کر چکی تھیں جو کے اب بھی کر رہی ہیں۔۔۔ اسماعیل انڈسٹریز کے مالک عمر اسماعیل نے میم کو پریوز کیا تھا اور میم نے جواب میں جاب چھوڑ دی تھی اور وہ اب میم کو بار بار تنگ کرتا ہے۔۔۔ اور ان کے حالات کی تنگی کی وجہ سے بار بار جاب آفر کرتا ہے۔۔۔"

اس کے کہنے کی دیر تھی کہ حمزہ نے اپنے آپ کو سنا شروع کیا۔۔

"پھیک ہے تم جاؤ اور سنو علی۔۔۔"

حمزہ کے کہنے پر وہ جاتے جاتے رکا۔۔۔

"جی سر۔۔"

علی نے کہا۔۔

"وہ ڈائورس کے پیپرز بھجوا دیے ہیں۔۔۔"

حمزہ نے بے چینی سے پوچھا۔۔

"جی سر وہ تو تب ہی بھجوا دیے تھے اب تک تو کوریئر ریسو ہو چکا ہو گا۔۔۔"

وہ بولا تو حمزہ کو لگا اب وہ جی نہیں پائے۔۔۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔ اور ہاں میری گاڑی نکالو۔۔۔"

اس نے کہا۔۔۔

"جی سر۔۔"

اس کے جاتے ہی حمزہ نے سر تھام لیا اور دو موتی ٹوٹ کر آنکھوں سے گرے۔۔

وہ اٹھا اور جب اس نے پکارا وہ اپنی بیوی کو لے کر ہی آئے گا۔۔

کتنا عجیب ہو گیا تھا سب کچھ اس کی زندگی میں اب تو اس کی بیٹی بھی نہیں تھی اس کے پاس۔۔۔

نور ایک مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی تھی نور کے باپ نے اس کو اور اس کی ماں کو گھر سے باہر نکال دیا کیوں کہ وہ نشہ کرتا تھا نور کی ماں نے ایک کوٹھی میں کام کرنا شروع کیا ملک صاحب کی کوٹھی جہاں وہ کام کرتی تھیں وہاں پر ملک صاحب ان کی بیگم اور ان کا ایک اکلوتا بیٹا "حمزہ ملک" رہتے تھے دن گزرتے گئے حمزہ کی والدہ کے بعد ان کے والد بھی چل بسے حمزہ کی منگنی اس کی خالہ زاد سے ہوئی تھی جو نور کو پتہ چلنے کے بعد ہی اس لڑکی کو پتہ چلا تھا کیوں کہ وہ ملک سے باہر رہائش پزیر تھی نور کی ماں کی وفات کے بعد نور اپنے ماموں کے گھر گئی مگر اس کی ممانی نے نکال دیا

نور جب دوبارہ وہاں آئی تو حمزہ نے اسے دیکھا دیکھتے ہی دیکھتے بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی حمزہ نے اس اٹھارہ برس کی لڑکی سے شادی کر لی۔۔۔ ناتوا والدین رہے اور نا ہی رشتے دار وہ دونوں خود ہی ایک دوسرے کے لیے سب کچھ تھے۔۔۔

حمزہ کے غیر قانونی کاموں کی وجہ سے نور کی اس سے چڑھ ہونے لگی تھی اس کے بعد حمزہ کارا تیں باہر گزارنا اور شراب نوشی وغیرہ نے ان کو ایک دوسرے سے بہت دور کر دیا بیٹی کی پیدائش کے بعد حمزہ کو احساس ہوا کہ وہ غلط کر رہا ہے اس نے سب کچھ چھوڑ دیا مگر نور نامانی اور اس کے بعد وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی حمزہ واقع اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتا تھا ایک اکلوتی تو بیٹی تھی اس کی اور نور۔۔۔ نور سے تو وہ بے پناہ محبت کرتا تھا ہاں

کبھی کبھی غصہ بھی کرتا تھا کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے جذبات کو بیان نہیں کر پاتے اور کچھ میں یہ فن ہوتا ہے۔۔۔۔

کل پوری رات رونے کے باعث اس کی آنکھیں سوجی ہوئیں تھیں وہ ابھی نہا کر آئی تھی کے باہر دروازہ بجا وہ دروازے کی طرف بڑھی اور اس نے کورریڑ والے کو دیکھا جو ہاتھ میں ایک لفافہ لیے کھڑا تھا۔

"جی۔۔۔؟"

اس نے پوچھا۔۔

"میم مسسز حمزہ ملک آپ ہیں۔۔۔"

اس کورریئر والے نے پوچھا۔۔۔

"جی۔۔ میں ہی ہوں۔۔۔"

نور نے کہا۔۔۔

"میم یہ آپ کا ہے اور یہاں سائن کر دیں۔۔۔"

اس کورریئر والے نے ایک لفافہ بڑھا جسے اس نے تھام لیا اور ایک پیپر کے اوپر سائن کیے اس نے اندر آکر دروازہ بند کیا اور اس لفافے کو کھولا۔۔۔

اس نے کھولا تو وہ کوئی لیگل پیپرز تھے اس نے کھول کر پہلی سطر پڑھی تو اس کا دل کانپ گیا۔۔۔۔۔

وہ پہلی سطر تھی۔۔۔۔۔ 'طلاق نامہ'۔۔۔۔۔ جیسے جیسے پڑھتی جا رہی تھی ویسے ویسے آنسو نکلتے جا رہے تھے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے وہ کاغذ نیچے گرے اور وہ خود بھی صوفے پر ڈھے گئی۔۔۔۔۔ آنسو نکلتے جا رہے تھے مگر اسے تو اتنی ہوش نہیں تھی کہ وہ رو رہی ہے ہاں اسے نہیں پتہ تھا اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اس کی جان نکال رہا ہے اچانک کچن سے پریش کو کر کی سیٹی کی آواز آئی اور اس کی سماعتوں سے نہیں ٹکرائی اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے کیوں ہے اچانک پھر آواز آئی

اور پریش کو کر پھٹ گیا اس کے پھٹنے کے ساتھ کی گیس کی بدبو پھیل رہی تھی اچانک کو کر پھٹنے پر وہ کچن کی طرف دوڑی اور کچن میں آگ لگ چکی تھی اس نے نل کھول کر پانی ڈالنا شروع کیا تو بوتل سے پانی ڈالنا کافی تھا اس نے کچن کے دروازے کے پیچھے بنی کیمینٹ کو کھولنے کے لیے کچن کا دروازہ بند کیا جو اس کی سب سے بڑی غلطی تھی پھر اس نے جگ لیا اور پانی ڈالنا شروع کیا مگن آگ مزید پھیل گئی اب اس کا سانس بند ہونا

شروع ہو گیا تھا کچن کی چیزیں جو جل رہیں تھیں دھواں پیدا کر رہیں تھیں اس نے کچن کے بند دروازے کو کھولنے کی کوشش کی مگر نہیں وہ نہیں کھلا

کتنی کوششوں کے بعد بھی نہیں کھلا نور کا دل گھبرا رہا تھا جب اس نے ہی چھوڑ دیا تو جینے کا کیا جواز۔۔۔ اس نے دل میں سوچا۔۔۔ دھواں پھیل چکا تھا باہر لوگوں نے دروازہ بجانا شروع کیا۔۔۔ حمزہ جیسے ہی پہنچا اس نے دیکھا کہ لوگ اس کے فلیٹ کے باہر جما ہیں وہ بھاگتا ہوا آگے بڑھا تو لوگوں کی چے مگویاں کچھ یوں تھیں۔۔۔

"ارے مجھے تو لگتا ہے مر گئی ہے آگ میں جل کر اسی لیے تو دروازہ نہیں کھول رہی۔۔۔"

اس عورت بولی۔۔

"کیا پتا خود مری ہو۔۔۔"

دوسری عورت نے اپنی رائے دی۔۔۔

کچھ مرد وہاں جمع تھے کچھ دروازہ بجا رہے تھے حمزہ آگے بڑھا اور دروازہ توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

"توڑ دو بھی نہیں کھول رہا کوئی دروازہ تو۔۔"

پیچھے سے آوازیں بلند ہوئیں۔۔

"ہاں بیٹا توڑ دو۔۔"

ایک بزرگ نے حمزہ کو کہا۔۔

اور پھر اس ہی جست میں اس نے دروازہ توڑ دیا وہ دیوانوں کی طرح اندر کی طرف گیا اور کچن کی طرف سے دھواں آتا دیکھ کر اندر بڑھا اور کچن کا دروازہ کھولا ایک دفعہ میں تو نہیں کھلا لیکن دوسری دفعہ جیسے ہی کھلا تو اس نے دیکھا کہ نور بے ہوش پڑی ہے وہ نور کو اپنی بازوؤں میں اٹھا کر باہر لایا اور صوفے پر لیٹا کر اس کی سانس چیک کرنے لگا جو چل رہی تھی۔۔۔ پھر اس کی نظر اچانک طلاق کے کاغذوں پر پڑی جو نور سے نیچے گر گئے تھے اس نے اٹھا کر پھاڑ دیے اور اپنی جیب میں ڈال لیے۔۔۔ اس نے نور کو اٹھایا بہت سے لوگ آس پاس جمع ہو کر دیکھ رہے تھے۔۔۔ کچھ نے کچن کی آگ بجھوانے کے لیے ریسکیو والوں کو خبر کی کچھ دیر میں ریسکیو والے چلے گئے اب بس وہاں اگاد کا لوگ ہی بچے تھے ان میں سے ایک عورت حمزہ کو نور کے قریب دیکھ کر بولی۔۔۔

"ارے آپ کون ہیں اس لڑکی کے۔۔۔"

حمزہ نے اس عورت کو دیکھا۔۔۔ پھر بولا۔۔۔

"بیوی ہے میری۔۔۔"

حمزہ کا انداز جتانے والا تھا۔۔۔

"تو آپ پہلے کہاں تھے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔۔۔"

اس عورت نے کہا تو نور کی ہمسائی بولی۔۔۔

"ارے نہیں اس لڑکی نے بتایا تھا کہ اس کا شوہر ملک سے باہر ہوتا ہے۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ سہی۔۔۔"

اس عورت نے کہا۔۔

"ڈاکٹر اب کیسی ہے یہ۔۔۔"

حمزہ نے اپنی فیملی ڈاکٹر سے پوچھا جو کہ ابھی ابھی آئیں تھیں اور اسے چیک کر چکی تھیں۔۔۔

"ٹھیک ہے بے ہوش ہے میں نیند کا انجیکشن دیا ہے دو گھنٹے بعد ہوش آجائے گا اور ہاں حمزہ بہت ٹینشن لیتی ہے یہ اتنا سٹریس مت دو اسے۔۔۔ اب اسے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔"

اس نے ڈاکٹر کو رخصت کیا اب گھر میں کوئی بھی نہیں تھا اس نے نور کو اٹھایا اور بلڈنگ سے باہر نکل آیا پھر اس نے نور کو گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا اور خود بھی بیٹھ گیا اب اسے گھر پہنچنا تھا۔۔۔

گھر جانے کے بعد اس نے نور کو اپنے کمرے میں لیٹایا اور پھر رداجو بیڈ پر ہی سو رہی تھی اسے پیار کیا اور باہر نکل گیا۔۔۔

اسے کسی کام سے باہر جانا تھا۔۔۔۔

"ماہ۔۔۔"

حارث نے اسے پکارا۔

"جی۔۔"

وہ جو اس وقت برتن دھو رہی تھی نل بند کرتی اس کی طرف مڑی۔

"کھانا کھایا ہے۔۔۔"

حارث نے اسے کہا اور پھر اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔۔

"نہیں۔۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا۔۔۔ حارث اس کے اس معصوم سے انداز پر مسکرایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے اس کی بالوں کی چند لٹیں جو چہرے پر جھول رہیں تھیں ان کو پیچھے کیا۔۔۔ ماہ کے گال سرخ ہو گئے تھے اس کا سر شرم سے مزید جھک گیا۔۔۔

"چلو تم کھانا گاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔"

حارث نے اسے کہا اور کچن سے باہر نکل گیا۔۔۔

رات کا پہر تھا آج حارث کچھ دیر سے آیا تھا سب لوگ کچھ ہی دیر پہلے اپنے کمروں میں سونے کے لیے گئے تھے اور ماہ ملازمہ کے ساتھ مل سارا کچن سمیٹ کر کچھ جو برتن رہ گئے تھے دھونے میں مصروف تھی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد حارث سیڑھیاں اترتا دیکھائی دیا۔۔۔ اس نے بلیک ٹراؤزر کے ساتھ سیلوٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔۔۔

اس کے برعکس ماہ نے اس وقت وائٹ کلر کی شلوار قمیض اور ساتھ میں وائٹ ہی حجاب لیا ہوا تھا۔۔۔

ماہ کھانا لگا چکی تھی اور حارث بھی بیٹھ چکا تھا۔۔۔

"بیٹھ جاؤ۔۔۔"

حارث نے اسے کھڑا دیکھ کر بولا۔۔۔

"جی۔۔۔"

وہ بیٹھ گئی۔۔۔

"اتنا کم کیوں بولتی ہو تم۔۔۔۔"

حارث نے اس کے چپ رہنے پر کہا۔۔۔ تو ماہ نے بس سر ہلا۔۔۔

"مجھ سے ڈر لگتا ہے۔۔۔"

حارث نے پوچھا۔۔۔

"نہیں۔۔"

ماہ نے کہا اور سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"پھر کیا بات ہے۔۔"

حارث نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔"

ماہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔۔"

اس نے ماہ کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اوپر کیا۔۔

"میں پسند نہیں ہوں۔۔"

حارث نے پوچھا تو ماہ نے کی جھکی نظریں اس کے چہرے پر گئیں اور دل سے بے اختیار نکلا۔۔ "ایسا تو نہیں ہے۔۔"

"ماہ۔۔۔ دیکھو اگر تم ایسے ہی جواب دو گی تو پھر میں کیسے سمجھوں گا تمہیں۔۔۔ ہم چلو ایک کام کرتے ہیں ہم باتیں کرتے ہیں اوکے پہلے کھانا کھالو۔۔"

حارث نے کہا۔۔

"کوئی آگیا تو۔۔۔"

ماہ نے اپنے ڈرنے کی وجہ بتائی۔۔۔

"اہو اس وجہ سے یار کیا ہو گیا اگر کوئی آ بھی گیا تو ہم میاں بیوی ہیں کوئی نا محرم تھوڑی ہیں۔۔۔"

حارث نے کہا تو ماہ تھوڑی بے فکر ہوئی۔۔۔

ان دونوں نے کھانا کھایا تو ماہ برتن اٹھانے کے لیے اٹھنے لگی تو حارث نے اسے بیٹھا کر ملازمہ کو برتن اٹھانے کا کہا اب حارث اور ماہ وہیں بیٹھے تھے۔۔۔

"ادھر دیکھو۔۔۔ میری آنکھوں میں۔۔۔"

حارث کے کہنے پر ماہ نے اس کی کالی آنکھوں میں دیکھا جہاں صرف اسے اپنا عکس دیکھائی دے رہا تھا۔۔۔

"کیا دیکھا۔۔۔"

حارث نے پوچھا۔۔۔

"خود کو۔۔۔"

ماہ نے کہا۔۔

"بس اسی طرح ہمیشہ مجھ میں خود کو پاؤ گی۔۔۔"

اور یہ کہتے ہوئے اس نے ماہ کی پیشانی چومی۔۔۔

"ماہ۔۔۔ ایک بات پوچھوں۔۔۔"

حارث نے کہا۔۔۔

"جی۔۔۔"

ماہ نے جواب دیا۔۔

"تم اس سب سے راضی ہونا۔۔ مطلب کوئی زبردستی تو نہیں۔۔۔"

حارث کے دل میں نا جانے کیوں ایک وہم تھا۔۔

"نہیں۔۔۔ میر۔۔۔ آپ میرے شوہر ہیں۔۔۔ میرے سارے جزبات آپ کے لیے۔۔۔"

ماہ نے کہا تو حارث کو اس کی بات نے روح تک سکون پہنچایا حارث نے اس کے ہاتھ کی پشت کو چوما اور بولا۔۔۔

"میری زندگی۔۔"

حارث نے کہا تو ماہ شرم سے نظریں جھکا لی۔۔

"بہت رات ہو گئی ہے۔۔"

ماہ نے کہا۔۔۔

"ہاں بلکل تم سو جاؤ۔۔"

حارث نے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔ ماہ کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا اور اپنی قسمت پر
ر شک کیا۔۔۔۔

پھر وہ بھی اپنے اور آنیہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

اس کی آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو اس نے ایک آشنا سی جگہ پر لیٹا پایا تھوڑا سا اٹھی تو اس نے اپنی دوسری طرف
اپنی بیٹی کو دیکھا اور پھر جلدی سے اس کے پاس گئی اور اٹھ کر بیٹھ گئی پھر نور نے ردا کو اپنی گود میں لیا اور اسے

پیار کرنے لگی نا جانے کب سے ردا اٹھی ہوئی تھی اس نے کمرے کو دیکھا ہاں یہ تو اسی کا کمرہ ہے اسنے سب کچھ یاد کیا تو کیا حمزہ نے اسے طلاق نہیں دی کیا وہ بچ گئی پر کیسے کیا حمزہ وہاں آیا تھا طرح طرح کے سوال اس کے ذہن میں اٹھ رہے تھے۔۔۔۔ اس نے ردا کو بیڈ پر دوبارہ لیٹایا اور پھر بیڈ سے نیچے اتری اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکلی۔۔۔ لاؤنج میں حمزہ بیٹھا ہوا تھا اور کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا اسے دیکھتے ہی حمزہ نے فون پر بات ختم کر کے فون بند کیا اور اس کی طرف بڑھا۔۔

"میں یہاں کیسے آئی۔۔"

اس نے حمزہ کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر سختی سے پوچھا۔۔

"یہاں کا کیا مطلب ہے تم میری بیوی ہو اور تمہیں یہیں ہونا چاہیے اپنے شوہر کے گھر میں میرے پاس۔۔"

حمزہ نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔۔

"دیکھو۔۔۔"

وہ کچھ بولتی کے ردا کے رونے کی آواز آنے لگی تو نور کمرے کی طرف بڑھی اور حمزہ بھی اس کے پیچھے چل دیا۔۔۔

اس نے کمرے میں آکر کر ردا کو فیڈر دیا اور اسے سسلانے لگی کچھ دیر بعد ردا سو گئی حمزہ اس سارے عمل کے دوران اسے

ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

اس کے سو جانے کے بعد نور بولی۔۔۔

"ہم ساتھ نہیں رہ سکتے۔۔۔"

نور نے سپاٹ لہجے میں حمزہ کر کہا۔۔۔

"کیوں۔۔۔؟"

حمزہ نے حیرانی اور سنجیدگی سے نور سے پوچھا

"کیونکہ آپ مجھے۔۔۔"

نور نے روتے ہوئے کہا اور حمزہ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بولا۔۔۔

"وہ غلطی سے آگئی تھی میں ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا اور آئی ایم ریٹلی سوری نور آئندہ کبھی بھی نہیں کروں
گاپکا پروممس۔۔۔"

حمزہ نے کان پکڑ کر سوری کی تو نور کو ہنسی آگئی۔۔۔

"اٹس اوکے۔۔"

نور نے کہا۔۔

"اسکا مطلب ہے کہ سارا قصور میرا تھا۔۔"

حمزہ نے مذاق کیا۔۔

"ہمم بلکل۔۔"

نور نے کہا۔۔

"آئی ایم سوری آئسندہ نہیں کروں گا۔۔"

اس نے کہا اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے دو موتی ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے گرے وہ پہلے اس کے سامنے بیٹھا تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اب وہ ہاتھ پکڑے ہی نیچے اس کے گھٹنوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا نور نے اس کے آنسو صاف کیے تو حمزہ نے اس کے ہاتھ کی پشت کو چوما۔۔۔۔۔

"میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا۔۔۔"

حمزہ نے کہا

"وہ تو ہر مرد کہتا ہے"

وہ رکی اور پھر بولی

شاید جانچ رہی تھی۔۔۔

"مگر کہنے میں اور پورا کرنے میں فرق ہوتا ہے۔۔۔ مرد وہ ہوتا ہے جو اپنے قول کا پکا ہوا اور جو اپنی کہی بات سے پھر جائے وہ پھر مرد تو نہ ہو انا پھر تو وہ جھوٹا ہوا۔۔۔"

نور نے کہا کہیں حمزہ کو اس کی بات سے تکلیف ہوئی پر بری نا لگی کیوں کہ اس نے بات بری کی ہی نہیں تھی۔۔۔

"میں تمہیں اتنی محبت دوں گا کہ تم سب بھول جاؤ گی"

حمزہ نے کہا

"حمزہ ایک عورت کو کبھی بھی محبت کی اتنی طلب نہیں ہوتی جتنی عزت کی ہوتی ہے عورت کو وہ مرد بھاتا ہے جو اس کی عزت کرے ورنہ محبت تو پیسے دے کر بھی لوگ حاصل کر لیتے ہیں۔۔۔"

نور نے کہا اس کی بات حمزہ کے دل کو لگی سچ میں اس کی بات میں دم تھا وہ ایسی ہی تھی اصل بات تو یہ تھی کہ وہ بھی اسی چیز سے متاثر ہوئی تھی۔۔

ایک عورت مرد سے صرف عزت چاہتی ہے اگر عورت کو عزت اور محبت میں سے ایک چیز کا فیصلہ کرنا پڑے تو وہ عزت ہی چنے گی شرط یہ ہے کہ عورت عقل مند ہو اور اگر وہ عورت بیوقوف ہو گی تو وہ محبت چنے گی عورت محبت پر عزت کو ترجیح دیتی ہے

جو مرد سمجھتے ہیں کہ اپنی بیوی کو وقت دے دیا ضرورتیں پوری کر دی تو پھر اب چاہے جو مرضی کرو نہیں ایسا نہیں ہوتا مرد تو وہ ہوتا ہے جو اگر اپنی بیوی کی ضرورتیں پوری کرے تو اس کا خیال بھی رکھے اسے وقت

دے تو محبت بھی کرے اور اگر محبت نہیں کرتا تو پھر اپنی بیوی کی اتنی عزت کرے کہ اسے کبھی محسوس ہی ناہونے دے کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔۔۔۔

اگر کوئی مرد بھری محفل میں (اس سے مراد کوئی اجتماع نہیں ہے) یعنی کسی تقریب میں اپنے خاندان والوں کے سامنے اپنی بیوی کی کوئی برائی کرے یا مذاق میں اس پر طنز کرے تو وہ اس بات کے لیے بھی تیار رہے کہ اس کی بیٹی کے ساتھ بھی کل کو ایسا ہو سکتا ہے یہ ایک حقیقت ہے جسے لوگ ماننے سے انکاری ہیں حقیقت ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی مانے یا نامانے وہ حقیقت ہی رہتی ہے کبھی بدلتی نہیں۔۔۔۔

"میں تم سے معافی مانگ چکا ہوں کیا ہم پر انی باتیں بھلا نہیں سکتے۔۔"

اس کے لہجے میں ایک پچھتاوا تھا

"میں بھولنا چاہتی ہوں پر کبھی کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو مجھے وہ سب سوچنے مجبور کر دیتا ہے۔۔۔"

نور اب رور ہی تھی۔۔

"نور یار رو تو نہیں۔۔ ادھر دیکھو۔۔"

اس نے نور کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا

"میں تمہارے ساتھ ہوں میں تمہیں کوئی تکلیف دینے کا سوچنا بھی نہیں چاہتا اب میں تم سے وعدہ کرتا ہوں نور میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا تمہیں محبت اور عزت دونوں دوں گا۔۔۔"

اس کے الفاظوں نے نور کی روح تک کو سکون دیا تھا۔۔۔

زبان ایسی چیز ہے جسے قابو میں رکھنا چاہیے انسان کی زبان اسے عزت بھی دلاتی ہے اور ذلت بھی۔۔

کسی صحابی نے حضرت محمد صلی علیہ والیہ وسلم سے پوچھا کہ زندگی کا خلاصہ کیا ہے

آپ نے اپنی زبان مبارک کو تھوڑا سا باہر نکالا اور پکڑ کر کہا:

"زبان۔۔۔ یہ زندگی کا خلاصہ ہے۔۔۔"

لفظ بہت معنی رکھتے ہیں ایک بار جب بات منہ سے نکل جاتی ہے ناتوا پس نہیں آسکتی اس بات کے مختلف اثرات ہوتے ہیں کچھ کے مثبت اور کچھ کے منفی ہمیشہ اسی لیے الفاظ کا چناؤ بہتر کرنا چاہیے۔۔

ہر لفظ کا معنی ہوتا ہے اور کوئی معنی بے معنی نہیں ہوتا بس ہم سمجھنے میں غلطی کر دیتے ہیں اور فوراً سوال داغ دیتے ہیں۔۔

جیسے ہر سوال کا جواب ہوتا ہے پر ہر جواب لا جواب نہیں ہوتا اور جو لا جواب ہو اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا

"بس مجھ پر یقین رکھو۔۔"

حزہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور اس کی پیشانی چومی۔۔

حادث آج لاہور گیا ہوا تھا کسی کام سے وہاں اس کی ملاقات جنید سے ہوئی تھی اس وقت وہ دونوں کسی کافی شاپ میں موجود تھے۔۔

"حارث یار ایک بات کرنی تھی۔۔۔"

جنید نے کہا

اسے بات تو دل کی کرنی تھی لیکن وہ حارث کے غصے سے اچھی طرح واقف تھا۔۔

"ہاں بولو۔۔"

حارث نے ہمیشہ کی طرح سنجیدگی سے کہا

"دیکھو بات سیریس ہے لیکن اتنے سیریس ہو کر مجھے ڈراؤ نہیں۔۔"

جنید نے مسکرا کر کہا اس کی بات پر حارث بھی مسکرا دیا۔۔

"او کے ٹھیک ہے تم بات بولو۔۔"

حارث نے کہا

"او کے تو بات ہے کے۔۔"

وہ رکا۔۔

"یار مجھے تمہاری بہن پسند ہے وہ جو آئی ڈونٹ نو اس کا نام بٹ جسے میں نے دیکھا تھا اس دن۔۔"

اس روانی میں کہا بغیر یہ دیکھے کے اگلا بندہ اس کا منہ توڑنے کو تیار تھا۔۔

"کمینے انسان۔۔۔"

حارث اپنی جگہ سے اٹھا۔۔

"حارث یار پلیز دیکھو تم میری نیچر سے واقف ہو میں ایسا تو نہیں ہوں پلیز بیٹھ جاؤ پھر چاہے مار لینا۔۔"

جنید نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بیٹھایا۔۔

"جنید بہت بری بات ہے تمہیں ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔"

حارث نے کہا آخر بہن تھی اس کی

"او کے تو تم بتاؤ میں کیا کہتا۔"

جنید نے کہا

"بولو آگے کیا چاہتے ہو۔"

حارث نے کہا

"مجھے اس سے شادی کرنی ہے۔"

اس نے کہا

"تم انکل کے ساتھ حویلی آور شیشہ لے کر میں داجان سے بات کروں گا انشا اللہ مان جائیں گے ویسے بھی عافیہ کار شیشہ ڈھونڈ رہے ہیں آج کل۔۔۔"

حارث نے اسے کہا۔۔

"اوکے میں اس سنڈے کو آجاؤں گا۔۔۔"

جنید نے کہا

"ہمم"

حارث نے کہا

"حارث سب ٹھیک ہو گا نا اگر تمہارے داجان نہیں مانے تو۔۔۔"

جنید نے کہا تو حارث جو موبائل پر جھکا میسج ٹائپ کرنے میں مصروف تھا اس کی انگلیاں پل کو تھمیں اس نے جنید کو غصے سے دیکھا۔۔ جنید نے اسے دیکھا اور اب اپنی کافی ختم کرنے لگا۔۔

"ماہ بھا بھی۔۔"

آنیہ اس تک آئی۔۔

"ہاں۔۔"

ماہ مڑی۔۔ ماہ اس وقت کچن میں کھانا بنا رہی تھی حارث نے کچھ دیر میں واپس آنا تھا۔۔

"چلیں آئیں سب بیٹھیں ہیں آپ بھی آئیں۔۔"

آنیہ نے کہا

اس وقت آنیہ کے کمرے میں عافیہ وہ اور آمنہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔۔

"تم چلو میں بس آتی ہوں۔۔۔"

ماہ نے جلدی جلدی اپنا کام مکمل کیا۔۔۔ حارث ابھی تک نہیں لوٹا تھا ماہ اپنا کام مکمل کر کے اوپر چلی گئی وہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو وہ سب بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔

"آئیں بھابھی۔۔۔"

آئمہ نے کہا

شاید یہی تھی محبت جو اس نے کی تھی عورت محبت کر بھی لے تو خاموش ہو جاتی ہے مگر مرد جب محبت کرتا ہے تو اس کے سر پر جنون سوار ہو جاتا ہے۔۔۔

کڑی بڑی مضبوط ہے اس جرم کردہ جنون کی

جو اکڑ نہیں تو سہی نہیں جو اکڑ بھی ہے تو نہیں سہی

بڑا جرم ہے اس جنون کا

جو سر جڑھا تو لٹا وہی

(اقصیٰ خانم)

کبھی کبھی حاصل کی گئی محبت میں وہ مذا نہیں ہوتا جو لا حاصل محبت میں ہوتا ہے

کبھی کبھی محبت پالینے پر اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور جہاں اہمیت ہوتی ہے وہاں محبت خود ہی ہو جاتی ہے۔۔

"تو اب عافی آپی اور آئمہ تو حویلی سے جانے والے ہیں تو میں سوچا کہ ان سے دوچار باتیں ہی کر لوں۔۔۔"

آنیہ نے شرارت سے کہا

"بد تمیز۔۔"

آئمہ نے اس کے کندھے پر چت لگائی

"ماہ بھابی۔۔ آئی ایم سو سوری میں نے اس دن آپ سے بد تمیزی کی تھی ریٹیلی سوری۔۔"

عافیہ نے معافی مانگی

"مجھے تو یاد بھی نہیں کب لیکن میں نے کبھی کسی کی بات کا برا نہیں منایا۔۔ کوئی بات نہیں۔۔ اور ویسے بھی معاف کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے"

اس نے کہا

"آپ بہت اچھی ہیں۔۔"

عافیہ نے کہا

"شکریہ۔۔۔"

ماہ نے نظریں جھکا کر کہا ابھی ابھی اس نے حجاب کر رکھا تھا

اور پھریوں ہی کچھ دیروہ سب باتیں کرتی رہیں۔۔۔۔

آج حویلی میں بڑی چہل پہل تھی ماہِ زماں، آنیہ اور آئمہ اس وقت کچن میں کام کر رہی تھیں اور عالیہ بیگم اور نالہ بیگم اس وقت بی جان کی ہدایات پر نوکروں کو ان کے کام سمجھا رہی تھیں جب کے نازیہ بیگم لڑکیوں کے پاس کچن میں ہی موجود تھیں کریم شاہ، رحمن شاہ اور جمال شاہ حویلی میں ہی تھے جبکہ کمال شاہ ڈیرے پر داجان اور حارث کے ساتھ گئے تھے اور زیشان کو بھی انتظامات دیکھنے تھے تو اسی لیے وہ بھی حویلی میں تھا

اس چہل پہل کی اہم وجہ یہ تھی کے لاہور سے عافیہ کار شہ لے کر کچھ لوگ آرہے تھے حارث داجان سے بات کر چکا تھا اور داجان بھی خوش تھے اس چیز سے۔۔۔

سب لڑکیاں کام کر رہی تھیں کے عافیہ کچن میں جھنجھلائی ہوئی داخل ہوئی

"تائی جان۔۔"

عافیہ نے کرسی پر بیٹھ کر سبزی کاٹتی نازیہ بیگم سے کہا اس کا منہ دیکھ کر انھیں ہنسی آئی وہ بولیں

"کیا ہوا ہے اور چہرہ کیوں اتر اہوا ہے۔۔۔ ادھر بیٹھ جاؤ۔۔"

انہوں نے اسے اپنے پاس بیٹھایا

"پتہ نہیں کیوں دل بہت گبھرا رہا ہے۔۔"

اس نے کہا تو آئمہ، ماہ اور آنیہ کی ہنسی ایک ساتھ نکل آئی۔۔

"دیکھیں یہ ہنس رہی ہیں۔۔"

عافیہ رو دینے کو تھی

"ایسا ہی ہوتا ہے میری بچی ان پر تو وقت گزر گیا نا اس لیے ہنس رہی ہیں ساری۔۔ ہا ہا کوئی حال نہیں کچھ نہیں ہوتا سب کے ساتھ ایسے ہی ہوتا ہے"

نازیہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر سمجھایا

"ہمم"

عافیہ نے سر ہلایا

"چلو۔۔ ماہ بیٹا آئمہ تم دونوں اسے اوپر لے جاؤ اور تیار کرو۔۔"

نازیہ بیگم نے ان دونوں کو حکم دیا

"جی تائی جان۔۔"

ماہ نے فرمانبرداری سے کہا

"چلو عافی کچھ نہیں ہو گا وہ تمہیں نہیں لے کر جائیں گے کہیں بس دیکھ کر جائیں گے۔۔"

آئمہ کی بات پر وہ سارے ہنس دیے

"چلو۔۔"

ماہ نے کہا اب وہ لوگ اسے کمرے میں لے جا رہے تھے۔۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں کوئی کام کر رہی تھی جب حمزہ اور ردا کمرے میں داخل ہوئے وہ ان کی طرف متوجہ ہوئی ردا بہت خوش تھی وہ حمزہ کو حمزی کہہ کر پکارتی تھی اس وقت ردا حمزہ کی گود میں تھی وہ دونوں دھوپ میں کھیلنے کے باعث پسینے سے شرابور تھے

"دیکھا ہو گئے نا خراب کپڑے۔۔"

نور نے ردا کے کپڑوں کو دیکھ کر کہا جن پر مٹی لگی ہوئی تھی

"ہاں تو کپڑے ہوتے ہی خراب کرنے کے لیے ہیں۔۔ ہے نا"

اس نے ردا کی طرف چہرہ کر کے کہا ردا نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کی ناک پکڑے اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھرا اور ساتھ ساتھ ہنس رہی تھی حمزہ نے اس کے ہاتھ چومے اور پھر باری باری گال بھی۔۔

"میرا بچہ۔۔"

حمزہ نے اس پیار نے کہا

"زیادہ مت لاڈ کیا کریں"

نور نے کہا

"کیوں اس پر بھی ٹیکس ہے اگر ہے تب بھی میں کروں گا"

حمزہ نے ایک بار پھر ردا کو پیار کیا

"کوئی حال نہیں ہے۔۔ اب چیلنج کریں فریش ہو جائیں اور اسے مجھے دیں میڈم۔۔"

نور نے کہا اور ردا کو اس کی گود سے لیا

"نور۔۔"

حمزہ نے ردا کو دیتے ہوئے کہا

"ہمم"

نور نے اس کی طرف دیکھا تو اسے محبت پاش نگاہوں سے اسے اپنی طرف دیکھتا پایا۔۔ حمزہ نے اس کی پیشانی چومی اور پھر ردا کی

"You both are my life..my love..."

حمزہ نے کہا

"اچھا جی اتنا پیار۔۔"

نور نے کہا

"بلکل کوئی شک"

حمزہ نے آئی برواچکا کر کہا

"اچھا اب جائیں"

نور نے اسے کہا اور پھر ردا کے کپڑے لینے کے لیے گئی

وہ لوگ آچکے تھے جنید کی ماں تو تھی نہیں اس لیے صرف فرقان صاحب ہی آئے تھے جنید کے ساتھ۔
فرقان صاحب جنید کے والد تھے۔

"شاہ صاحب آپ ہمیں بس اپنی بیٹی دے دیجئے اور اس سے بڑی کیا بات ہو سکتی ہے"

انہوں نے بات شروع کی

"ہماری بیٹی آج سے آپکی امانت ہے فرقان صاحب لیکن اگر اسے کوئی پریشانی ہوئی تو پھر ہم اس کے ساتھ کھڑے ہیں ہمیشہ۔۔"

داجان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا

"بلکل آپ فکرنا کریں آپ کی بیٹی ہماری بیٹی کوئی پریشانی کی بات ہی نہیں ہے شاہ صاحب۔۔"

فرقان صاحب نے کہا

"ہمم شہناز بیگم عافیہ کو بولائیں۔۔"

داجان نے بی جان سے کہا

"جی جاؤ آئمہ، ماہ بیٹا عافیہ کو لے آؤ۔۔"

بی جان نے کہا

"جی"

وہ دونوں اوپر کی جانب بڑھیں آنیہ بے چاری اس وقت کچن میں تھی

"عافی۔۔۔ چلو"

ماہ نے اسے کہا

"بھابھی بہت ڈر لگ رہا ہے پتہ نہیں کیا سوچیں گے۔۔"

عافیہ نے کہا

"اہو و عافی اٹھ بھی جاؤ کچھ نہیں کہیں گے"

آئمہ نے اسے حوصلہ دیا

"بھابھی آتم یار میں نہیں جارہی"

عافیہ پھر بیٹھ گئی

"عافی ادھر دیکھو"

عافیہ نے ماہ کی طرف دیکھا

"کچھ بھی نہیں ہوگا اور کوئی کچھ نہیں کہے گا جب کچھ کیا ہی نہیں تم نے وہ غلطی تھی اسے بھول جاؤ اور چپ ہو جاؤ جو ہو رہا ہے اس میں خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے نا۔؟"

ماہ نے کہا تو عافیہ نے سر ہلایا

"تو پھر کیسا ڈر جب یقین ہو تو فکر نہیں کیا کرتے"

ماہ نے کہا تو عافیہ اٹھی وہ تینوں مسکرا دی

وہ تینو نیچے کی طرف بڑھ گئیں

وہ نیچے گئی تو فرقان صاحب اور حارث اور زیشان اور حنید سب کھڑے ہو گئے فرقان صاحب نے اس کے سر پر پیار دیا اور شاہ صاحب سے کہا

"شاہ صاحب آج سے آپ کی بیٹی ہماری بیٹی۔۔"

فرقان صاحب نے کہا

"کیوں نہیں جناب"

شاہ صاحب بولے پھر عافیہ واپس چلی گئی رشتہ پکا ہو چکا تھا اور تاریخ بھی طے ہو چکی تھی آئمہ اور عافیہ کی شادی کے ساتھ ہی ماہ اور آنیہ کی رخصتی تھی

شاہ حویلی میں آج ہمیشہ کی طرح پرسکون ماحول تھا مگر کسے پتہ تھا اس سکون کو کسی کی بری نظر لگنے والی ہے آج داجان کی بہن سدرہ شاہ اپنی نواسی علوینہ کے ساتھ آرہی تھیں سدرہ بیگم کی ایک ہی بیٹی تھی جو کے بیوہ ہونے کے بعد دو سال ہی جی سکی تھیں اور اب سدرہ بیگم کی نواسی جو کے بہت مغرور طبیعت کی تھی ان کے ساتھ دو بیٹی سے پاکستان آرہے تھے۔۔۔

معمول کے مطابق شام کا کھانا بہت پرسکون ماحول میں کھایا جا رہا تھا کہ داجان کی آواز پر سب لوگ متوجہ ہوئے

"آپ سب لوگوں کو بتاتا چلوں کہ سدرہ باجی آرہی ہیں بہتر ہے کہ کوئی عافیہ والی بات ان کے سامنے نہ رکھے اور نا ہی حادثہ کے نکاح کا بتائیں نا جانے وہ اس بات کا کیا مطلب نکالیں یہ بات میں انھیں خود بتاؤں گا۔۔۔"

داجان کے سدرہ بیگم کی آمد کا بتانے پر بی بی جان کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا

سدرہ بیگم ایک مطلب پرست اور چالاک عورت تھیں اور علوینہ بھی کچھ اسی طبیعت کی مالک تھی

"اور ہاں ان کے ساتھ رانیہ کی بیٹی بھی ہوگی علوینہ۔۔۔"

انہوں نے ایک اور بم پھوڑا

بی جان کو اسی چیز کا ڈر تھا اور وہی ہوا تھا انہیں سدرہ بیگم کی طبیعت کا اچھے سے معلوم تھا کہ وہ کس لیے آرہی ہیں اور انہیں علوینہ کی آمد کا سن کر اندازہ ہو گیا تھا کہ شاہ صاحب نے نکاح کی بات چھپانے کا کیوں کہا ہے

"مجھے امید ہے کہ وہ شادی تک یہیں رکیں گی۔۔۔"

انہوں نے کہا بی جان کی تو بھوک ہی مر گئی تھی

نالا بیگم، نازیہ بیگم اور عالیہ بیگم کے بھی تاثرات کچھ ٹھیک نہیں تھے

"شہناز بیگم میری بات سنئے گا۔۔۔"

شاہ صاحب نے کہا اور ڈائمنگ ٹیبل سے اٹھ کر کمرے میں چلے گئے بی جان نے ایک سانس ہوا کے سپرد کی اور ان کے پیچھے چل دی بھوک تو پہلے ہی مٹ گئی تھی

"حمزہ۔۔"

نور ابھی سو کر اٹھی ہی تھی کہ اس نے حمزہ کو آنکھیں موندے ہی آواز دی پر وہ وہاں ہوتا تو سنا نا۔۔۔ نور ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس نے چاروں اطراف میں نظر دوڑائی پر اسے کہیں بھی ناپا کر وہ اٹھی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی پر حمزہ نہیں تھا اس نے واش روم میں دیکھا لیکن نہیں تھا وہ اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھسی فریش ہونے کے بعد بھی حمزہ کمرے میں نہیں تھا اسے تشویش ہوئی وہ ڈوپٹہ رگلے میں ڈالتی کمرے سے باہر نکلی تو خاموشی تھی لیکن کچن میں خوب آوازیں آرہی تھیں وہ کچن کی طرف بڑھی اور جیسے ہی اس نے اندر کا منظر دیکھا تو حیرانی کے ساتھ ساتھ اسے ہنسی آرہی تھی اور یہ نور کی ہنسی کا فوارہ چھوٹا تھا۔۔

حمزہ کچن میں ایپرل پہنے کھڑا تھا منہ کہیں آٹا کہیں میدہ اور کہیں ہلدی کے داغ لگے ہوئے تھے نور آگے بڑھی تو حمزہ نے معویت سے کہا

"سوچا تھا تمہارے لیے ناشتہ بناؤں گا۔۔۔ پر یہ۔۔۔"

اس نے کہتے ہوئے جلا ہوا انڈہ اور پراٹھا جو برطانیہ کے نقشے جیسے منظر پیش کرتا تھا اسے دیکھایا۔۔

"تھوڑا سا خراب ہے پر ٹیسٹ اچھا ہو گا مجھے یقین ہے۔۔"

حمزہ نے معویت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا

"ہائے اللہ حمزہ۔۔ ہا ہا ہا ہا"

نور کو اتنا ہنستا ہوا دیکھ کر حمزہ کو بھی ہنسی آگئی اب وہ دونوں ایک ساتھ ہنس رہے تھے وہ دونوں ایک ساتھ کتنے خوش تھے نا حمزہ نے یہ بات محسوس کی تھی

"You are looking so funny...hahaha"

نور نے کہا اور اپنے ڈوپٹے سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگی۔۔

"سوری۔۔"

حمزہ نے کہا

"کس لیے"

نور نے آئی برواچکا کر کہا

"اس سب کے لیے میں بس تمہارے لیے کرنا چاہتا تھا"

حمزہ بولتے ہوئے رکا

"پر کیوں"

نور نے کہا

"تم بھی تو کرتی ہونا"

حمزہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا

"پر آپ کو اس سب کی ضرورت نہیں ہے آپ کا ہونا ہی میرے لیے کافی ہے"

نور کہتی ہوئی اس کے ساتھ لگی

"تھینک یو"

حمزہ نے کہا اور اس کی پیشانی چومی

"کوئی بات نہیں"

نور نے کہا

"ابیہ"

حمزہ نے پورے کچن پر نظر دوڑاتے ہوئے اشارہ کیا جو کافی پھیلا ہوا تھا کہیں میدہ، آٹا تو کہیں انڈہ اور سبزیاں کہیں سٹائیری اور کریم تھی تو کہیں کارن فلیکس نیچے گرے ہوئے تھے

"یہ۔۔ آپ جائیں اور بیٹھیں میں ناشتالے کر آتی ہوں۔۔"

نور نے کہا اور اسے باہر بھیجا

"ردا کہاں ہے"

اچانک نور بولی

"ردا تو سلمہ کے پاس ہے"

حمزہ نے اسے بتایا

"اچھا"

نور نے کہا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی

دوبئی میں اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے اور وہ بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس ہائی پونی کیے کانوں میں ہینڈ فریز لگائے بے پرواہ سی ٹریک پر دوڑتی جا رہی تھی وہ ایک بیچ کے پاس رکی اور پانی پینے لگی ہلکے گلابی ہونٹ اب نم تھے وحشت زدہ آنکھوں کا رنگ گرے تھا وہ سانولے رنگ کی مالک تھی اب وہ پانی پی چکی تھی اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھا اور پارک سے باہر نکل گئی

"بی جان یہ سدرہ پھپھو کیوں آرہی ہیں"

نالا بیگم نے بی جان کو پریشان بیٹھے دیکھ کر پوچھا

"ہائے نالا جو بات مجھے لگ رہی ہے نا اگر وہی ہوئی تو پھر کچھ ٹھیک نہیں ہوگا"

انھوں نے کہا تو پاس بیٹھی نازیہ بیگم اور عالیہ بیگم بھی متوجہ ہوئیں

"بی جان کیوں"

نالا بیگم، نازیہ بیگم اور عالیہ بیگم نے یک زبان ہو کر پریشانی سے پوچھا

عالیہ بیگم عافیہ والے واقع کے بعد بہت بدل گئیں تھیں

"کیوں کے مجھے لگتا ہے کہ وہ اپنی نواسی کی شادی کروانا چاہتی ہے"

انھوں نے کہا تو عالیہ بیگم بولیں

"لیکن بی جان کس سے حادث اور زیشان تو نکاح شدہ ہیں تو پھر آپ فکر کیوں کرتی ہیں"

"کیوں کے حادث کے نکاح کا بتانے سے منع کیا ہے شاہ صاحب نے اور زیشان کے نکاح سے وہ واقف ہیں"

انھوں نے یہ کہہ کر ان تینوں کو بھی پریشانی میں ڈال دیا

"لیکن بی جان ماہ زماں کا اگر ہم نے ان کو نہیں بتایا تو پھر بھی وہ پوچھیں گی تو ہم کیا کہیں گے"

نازیہ بیگم نے کہا

"یہی تو بات ہے کہ میری بچی کو ان کے یہاں رکنے تک دوبارہ کواٹر میں رہنا پڑے گا اور ایسا حادثہ ہونے نہیں دے گا"

بی جان نے کہا

"بی جان آپ کا مطلب ہے کہ وہ اپنی نواسی کی شادی حادثہ سے کروانا چاہتی ہیں"

عالیہ بیگم نے کہا

"ہاں"

بی جان نے کہا

"لیکن بی جان ماہ کا کیا ہو گا وہ اس حویلی کی بہو ہے"

ناٹلا بیگم نے کہا

"یہی تو پریشانی ہے اور ویسے بھی سدرہ بہت تیز عورت ہے"

بی جان کے کہنے پر وہ تینو بھی پریشان ہوئیں تھیں

"خیر اب تم لوگ جاؤ کام دیکھو اپنا"

انھوں نے کہا

آخر وہ دن آہی پہنچا تھا جب وہ آرہی تھیں دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چلا تھا اور وہ لوگ ابھی فلائٹ میں تھے انھیں آدھا گھنٹہ لگنا تھا مزید پاکستان پہنچنے میں ماہ اپنا سامان سمیٹ رہی تھی اور آنیہ اور عافی اس کی مدد میں مصروف تھیں جبکہ آئمہ اس وقت کچن میں کھانا بنانے میں ناٹلا بیگم اور نازیہ بیگم کی مدد کر رہی تھی

وہ لوگ کام کر رہے تھے کہ آنیہ نے ماہ کا سوٹ کیس اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھی ہی تھی کہ وہ بھاری ہونے کی وجہ سے گر گیا عافی باہر پہنچتی کہ وہ حادثہ نے پکڑ لیا

"کیا ہو گیا ہے بچے آرام سے"

حادثہ نے اسے کہا

"کچھ نہیں ہوا بھائی میں ٹھیک ہوں"

آنیہ نے کہا

"یہ سامان کس کا ہے"

حادثہ جو کہ ایئر پورٹ جا رہا تھا بولا

"وہ بھائی ماہ بھابی کا"

آنیہ نے کہا

"تویہ کہاں لے کر جا رہی ہو"

حارث نے سختی سے کہا

"بھائی ماہ بھا بھی دوبارہ کواٹر میں شفٹ ہو رہی ہیں نا اس لیے آپ کو نہیں پتہ"

آنیہ نے کہا

اس کی بات سن حارث کا پارہ ہائی ہو چکا تھا

"کیوں؟"

اس بار لہجے میں بلا کی سنجیدگی شامل تھی

"بی جان نے کہا ہے اس لیے"

آنیہ کو اب اس ڈر لگ رہا تھا اس لیے وہ بیگ پکڑتی آگے بڑھنے لگی تو حارث دھاڑا وہ سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہو کر بولا تھا جو کے نیچے وسیع لاؤنج میں اترتی ہیں پوری حویلی میں اس کی آواز گونجی تھی

"امی۔۔۔ بی جان"

اس کی آواز پر تو آنیہ اچھل گئی تھی عافیہ اور ماہ بھی باہر آ کر کھڑے ہو گئے تھے

"کیا ہوا ہے"

نالا بیگم نے اوپر آ کر کہا پیچھے ہی نازیہ بیگم آئیں تھیں اور آئمہ بھی نیچے کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی اس نے حارث کو بھائی تسلیم کر لیا تھا سب نوکر اپنے کام چھوڑ کر متوجہ ہو چکے تھے بی جان بھی لاؤنج میں آچکی تھیں داجان جو اندر بیٹھے تھے وہ بھی آچکے تھے کریم صاحب بھی کمرے سے باہر آئے تھے اور زیشان جو جمال صاحب کے ساتھ ڈیرے پر گیا تھا ان کو لے کر آیا تو وہ بھی اب اوپر آچکا تھا

"یہ سامان کو اڑ میں کیوں جا رہا ہے میری بیوی کا"

پورے حق سے کہا تھا اس نے کیا بات تھی میرا حارث شاہ کی وہ آخر ایسا ہی تھا جنونی بے حد جنونی وہ شیروں جیسی دھاڑ رکھتا تھا جس کی ایک دھاڑ پر سب ہٹھک گئے تھے

"بیٹا تم نے داجان کی بات تو سنی تھی نا کے تمہاری دادی کو یہ نہیں بتانا کے تمہارا اور ماہ کا نکاح ہو چکا ہے تو پھر اس لیے بی بی جان نے کہا ہے کہ ماہ کو وہاں شفٹ کرنا ہے۔۔۔ بس تھوڑے دنوں کی بات ہے پھر ماہ آجائے گی واپس"

انہوں نے اپنے شیر جیسے بیٹے کو سمجھانا چاہا

"اور اگر وہ ناگئیں تو"

اس نے سنجیدگی سے کہا

"بیٹا دیکھو"

وہ بولیں کے بی بی جان آئمہ کے سہارے اوپر آچکی تھیں

"حارث"

بی جان نے کہا سب نے ان کو دیکھا

روعب تو وراثت میں ملا تھا

"سامان لے کر جاؤ لڑکیو اور حارث تم میرے ساتھ آؤ"

بی جان نے کہا اور حارث کے کمرے میں چلی گئیں

آنیہ عافیہ اور ماہ نے سامان اٹھایا اور نیچے چلی گئیں ماہ کے ہاتھ میں زیادہ سامان دیکھ کر آئمہ نے اس سے کچھ سامان لے لیا اور آنیہ کے پاس جو بھاری بیگ موجود تھا وہ زیشان اٹھا چکا تھا اب ان سب کا رخ کو اڑ کی طرف تھا سب لوگ حارث اور بی جان کو کمرے میں جاتا دیکھ کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے

"بی جان"

وہ کچھ کہا کے بی جان نے کہا

"حادث مجھے پتا ہے تمہیں برا لگ رہا ہے میرے بچے پر بات سمجھونا"

انہوں نے کہا

"لیکن"

اس نے بولنا چاہا

"کچھ نہیں ہو گا بس وعدہ اب تمہیں میری قسم ہے منع مت کرنا"

وہ بولیں

"ٹھیک ہے لیکن ان کے جانے کے بعد فوراً"

وہ بولا

"ہاں فوراً"

وہ بولیں وہ ان کو سہارا دے کر نیچے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھانے کے بعد داجان کو سلام کرتا زیشان کو ساتھ لے کر ایئر پورٹ کی جانب بڑھ گیا

"نور"

حمزہ آفس سے ابھی گھر واپس آیا تھا اور آتے ہی اس نے اسے آواز دی اور لاؤنج میں رک کر صوفے پر بیٹھ کر کھیلتی ردا کو اپنی گود میں اٹھایا۔

"جی۔۔"

اندر سے نور کی آواز آئی

"کہاں ہو یار"

حمزہ اب اندر کی طرف بڑھا داب بھی اس کی گود میں ہی تھی

وہ اندر گیا تو اس نے اپنی بیوی کا ایک الگ ہی روپ دیکھا تھا سرخ رنگ کا فراک جو کے اس کے پاؤں تک آتا تھا اس کے اوپر ہم رنگ ڈوپٹہ جو گلے میں ڈالا ہوا تھا ہلکا سا میک اپ وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی جیولری کے نام پر گلے میں وہ چین جو حمزہ کی دی ہوئی تھی جو ہمیشہ پہنا کرتی تھی اور ساتھ کانوں میں ٹاپس پہنے حمزہ نے شاید شادی کے بار پہلی دفعہ اسے یوں سجا سنورا دیکھا تھا

"کیا ہوا ہے"

وہ جو حیران کی بغیر پلک جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا نارمل ہوا اور اس کی طرف بڑھا

"کچھ بھی نہیں آپ نے میری بیوی کو دیکھا ہے مجھے مل نہیں رہیں"

حمزہ نے کہا

"اوہ تو پھر مسٹر حمزہ ملک آپ جاسکتے ہیں یہاں سے۔۔"

نور نے حساب برابر کیا

"یار میں مزاق کر رہا تھا"

اس نے کہا

"اچھا تو اس پھر کون سی بیوی کی تلاش تھی آپ کو"

نور نے کہا

"بلکل تم جیسی تم بہت پیاری لگ رہی ہو کہیں میری ہی نظر نا لگ جائے"

حمزہ نے کہا اور اس کے ہاتھ کی پشت چومی نور کے تو گال مزید سرخ ہو گئے تھا

آخر نور کو بھی سکھ مل گیا تھا وہ اپنی زندگی میں بہت جگہ خاموش رہی تھی اور جہاں بولی تھی وہاں اسے خاموش کر گئی تھی اور اسے رلا بھی گئی تھی

عورت ایسی ہی ہوتی ہے یا تو بولتی ہے یا پھر بولتی نہیں اور نابولنے والی عورت جب بولتی ہے نا تو سامنے والے کو بولنے کے قابل نہیں چھوڑتی اسے بول کر ذلیل بھی کر دیتی ہے جتا بھی دیتی ہے اور احساس بھی دلا دیتی ہے اس لیے عورت کو بولنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے بولتی ہے تو تمہاری خوش قسمتی اور نہیں بولتی تو وہ بھی تمہاری خوش قسمتی

ہر عورت کی زندگی میں کوئی نا کوئی مشکل ضرور ہوتی ہے کوئی ایک عورت بتاؤ جو کہتی ہو کہ میری زندگی میں مشکل نہیں ہے اور اگر کہتی ہے نا تو وہ جھوٹ کہتی ہے

تیرے عشق نے بخشی ہے یہ سوغات مسلسل

تیرا ذکر، تیر بات مسلسل

میں محبت میں اس مقام پر ہوں جہاں

میری ذات رہتی ہے تیری ذات مسلسل

بی جان نے اسے دوبارہ کواٹر میں رہنے کا حکم دیا تھا اب وہ رو رہی تھی کوئی اس سے تو پوچھتا کہ آخر وہ کیا چاہتی تھی وہ تو بیچاری ہر چیز میں ماری گئی تھی اب اسے عشق مار رہا تھا اور 'عشق کی مار سب سے بری ہوتی ہے

وہ کوٹر کے اس کمرے میں بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے زار و قطار آنسو بہا رہی تھی جانے انجانے میں ہی سہی پر وہ عشق کر بیٹھی تھی وہ معصوم لڑکی آج اپنے محرم اپنے شوہر سے عشق کر بیٹھی تھی جس کی ایک دید کے لیے وہ رات تک جاگتی تھی اب وہ کیا کرے گی کیسے دیکھے گی اسے اس کے توا سے دیکھنے یا اس کے گھر رہنے پر بھی پابندی تھی

اب کیوں سوال یہ تھا کہ لوگ کیا سوچیں گے پرہاں لوگ تو سوچتے ہیں کہ تو کہتے ہیں کیوں کے ان کا کام ہے کہنا اور فضول سوچنا اگر وہ اپنا کام نہیں کریں گے تو کون کرے گا آخر ان کا یہ کام یہی تو مشہور کام ہے ان کے پاس باتیں بنانے کا باتیں کرنے کا ان لوگوں میں باہر کے شخص بعد میں اپنے خاندان والے پہلے ہوتے ہیں۔۔

"بابا"

اس کے منہ سے سسکی کے ساتھ نکلا

"آہ بابا آہ کاش آپ ہوتے آج یہاں تو میں اس حال میں نا ہوتی"

وہ رورہی تھی ہم لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں رات بھر تکیے پر سر رکھ کر رو لیتی ہیں اور پھر ویسے ہی ہو جاتی ہیں جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ ہو کیوں کے ہمیں اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھنا ہوتا ہے کیوں کے ہم لڑکیاں اپنے خاندان کی عزت ہوا کرتی ہیں کتنا اچھا لگتا ہے نایہ سن کر کے ہم اپنے گھر کی عزت ہیں اور عزت تو چھپی ہوئی ہی آج۔ ہمی لگتی ہے نا

وہ آگئیں تھیں جن کی وجہ سے نا جانے اس حویلی میں کیا کیا ہونے والا تھا شاید ایک بار پھر کسی کو عشق ہونے والا تھا پہلی نظر کا ہاں ہو گیا تھا وہ تو کب سے تھا شاید سدرہ بیگم اسے یہ تعلیم دے کر ساتھ لائیں تھیں پر وہ نا مانی تھی پر اب مان چکی تھی اس حسن سراپا شخص کی آنکھیں ہی اتنی سحر انگیز تھیں کے باقی سب بھول جاتا تھا سب دھندلا جاتا تھا سب کچھ سرخ و سپید رنگ مغرور سی ناک ہلکے گلابی ہونٹ اور کالی آنکھیں جو مقابل

کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھیں اور چہرہ جس پر ہمیشہ سنجیدگی ہوا کرتی ہے علوینہ گاڑی میں بیٹھی بھی گاہے بگاہے اس حسن سراپا کو دیکھتی رہی اور اب جب وہ لوگ آن پہنچے تھے تب بھی میر حارث شاہ کو تو پتہ چل چکا تھا پر اب کیا ہونے والا تھا

سب لوگ ان سے ایک ایک کر کے مل رہے تھے ملنے کے بعد اب وہ لوگ کھانا کھانے کے لیے ڈائننگ پر براجمان تھے علوینہ کو بی جان نے فریش ہونے کے لیے عافیہ کے ساتھ بھیجا تھا جو پہلے ہی تپتی ہوئی تھی کیوں کے اس کی وجہ سے ماہ کو جانا پڑا تھا علوینہ جب حویلی آئی تو اس نے بلو جینز کے ساتھ سیلوٹی شرٹ پہن رکھی تھی اور اب جب وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی تو وہ بلیک ٹراؤزر کے ساتھ بلیک ہی ٹی شرٹ میں ملبوس تھی بی جان نے اسے ایک نظر دیکھا اور استغفر اللہ کہا

آنیہ، آئمہ اور عافیہ تو اس لڑکی کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر ہی حیران تھے حارث اور زیشان بھی نظریں جھکائے کھانا کھانے میں مصروف تھے نازیہ بیگم، عالیہ بیگم اور نائلا بیگم کو الگ پریشانی لگی ہوئی تھی جواب اس لڑکی کو دیکھ کر دگنی ہو گئی تھی

"ماہ"

آئمہ، آنیہ اور عافیہ صبح ناشتے کے بعد ماہ سے ملنے آئیں تھیں وہ چاروں بہت اچھی دوستیں بن چکی تھیں آنیہ کے پیپرز بھی ختم ہونے والے تھے وہ تینوں ایک ساتھ خوب باتیں کرتی تھیں اور ایک دوسرے کا خیال بھی اتنا ہی رکھتی تھیں مگر اب ان کو ماہ کے ساتھ زیادہ ہمدردی تھی

"ماہ بھابھی"

وہ کافی دیر سے آوازیں دے رہی تھیں پر کوئی جواب نہیں

"ماہ"

ابھی وہ کچھ آگے بولتی کے ماہ نے دروازہ کھولا

"وہ میری آنکھ لگ گئی تھی"

اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا

اصل بات تو یہ تھی کہ وہ پوری رات روتی رہی تھی جس کے باعث آنکھیں سوجی ہوئیں تھیں

"ہاں وہ تو ہم دیکھ رہے ہیں بھابھی"

عافیہ نے کہا اور وہ لوگ اسے لے کر کمرے کے اندر بڑھیں اور دروازہ بند کیا

"تم لوگوں کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اگر کسی نے دیکھ لیا تو"

ماہ کو ان کی فکر ہوئی

"آنا تو آپ کو بھی نہیں چاہیے تھا بھابھی خیر ہمیں بی جان نے بھیجا ہے"

آئمہ نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا

"مجھے وہ لڑکی بالکل پسند نہیں ہے"

آنیہ نے اپنے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا

"مجھے بھی"

آئمہ اور عافیہ کی آواز بھی ساتھ ہی آئی

"کیوں کیا ہوا"

ماہ نے پوچھا

"ہونا کیا ہے"

آئمہ نے کہا

"وہ لڑکی۔۔ افس اس کو تو لباس پہننے کا ڈھنگ نہیں ہے"

یہ آنیہ تھی

"بلکل"

عافی اور آئمہ نے کہا

"کسی کو ایسے نہیں کہتے"

ماہ نے کہا

"بس کریں بھابھی"

آنیہ نے اسے کہا

"ہمم خیر اب بتاؤ کیا ہے"

ماہ نے ان سب کو یہاں بیٹھے دیکھ کر کہا

"بھابھی"

آنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا

"اف بھابھی آپ کو تو بہت تیز بخار ہے اور آپ روئی ہیں نا"

آنہ کے کہنے پر آئمہ نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا

"اور بھابھی آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا وہ بھی کل دوپہر سے"

آئمہ نے کہا

"نہیں میں کھالوں گی اور بخار نہیں ہے حرارت ہے ہلکی سی اور رات شاید نیند نہیں پوری ہوئی تھی اس وجہ سے آنکھیں سو جی ہوئیں ہے"

اس نے بہانہ بنایا پر وہ تینو اس سے ہرگز مطمئن نہیں تھیں انھوں نے ماہ کے لیے کھانا منگوایا اور اپنے لیے بھی اور وہیں کھایا پھر اب وہ تینو جا چکی تھیں

"ہائی"

علوینہ جو اپنے کمرے میں بیٹھ بیٹھ کر تنگ آچکی تھی کمرے سے باہر نکلنے پر حارث کو دیکھ بولی حارث کسی سے کال پر بات کرنے کے لیے کمرے سے باہر نکلا تھا کیوں کے نیٹ ورک پر و بلم ہو رہی تھی حارث اس وقت وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھا پیشانی پر کالے بال تھوڑے بہت بکھرے ہوئے تھے تراشی ہوئی مونچھیں اور داڑھی اس کے حسن میں مزید اضافہ کرتی تھیں

"جی"

حارث نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا حارث کی نگاہیں جھکی ہوئیں تھیں کیوں علوینہ اس وقت بلو جینز اور پیرٹ شرٹ میں ملبوس تھی جس کی آسمنتینیں پوری نا تھیں بال کھلے ہوئے تھے اس نے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کر رکھا تھا

"میں بہت بور ہو رہی تھی یہاں کوئی ہے ہی نہیں باتیں کرنے کے لیے" Actually

علوینہ نے کہا لہجے سے ہی گھبراہٹ واضح تھی کیونکہ مقابل میر حارث شاہ تھا کوئی بات کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچتا تھا

"تو آپ نیچے چلی جاتیں سب ہیں نیچے"

حارث نے تو جیسے اسے یہ کہہ کر بے عزتی ہی کر دی تھی حارث کو محسوس ہوا تھا کہ وہ لڑکی اس سے زیادہ ہی بات کرنے کی کوشش میں رہتی ہے

"بلکل ٹھیک کہہ رہے ہو میں چلی جاتی لیکن میں وہاں کیا کروں گی آخر"

اس نے ایک اور بہانہ بنایا

"ارے علوینہ بیٹے کیا ہوا"

عالیہ بیگم جو آنیہ کو بلانے آرہی تھیں اسے حارث کے ساتھ کھڑا دیکھ کر بولیں انھیں تو ویسے ہی علوینہ پسند نہیں آئی تھی اس کے آنے کے بعد تو جیسے انھیں ماہِ زماں سے عشق ہو گیا تھا

"کچھ نہیں آئی بس میں ایسے ہی حادثے کے ساتھ باتیں کر رہی تھی"

اس نے یہ کہا تو حادثے کے جاتے جاتے قدم لمحے بھر کو تھمے اس نے اس جھوٹی لڑکی کی طرف دیکھا

"اچھا اچھا حادثے کو زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں ہے آپ آؤ میرے ساتھ نیچے چلتے ہیں پتہ نہیں یہ لڑکیاں کہاں چلی جاتیں ہیں"

انہوں نے خوشگوار انداز میں اسے سنائیں اور اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولیں

حادثے نے تو جیسے شکر کا کلمہ پڑھا تھا اس نے توبہ کر لی تھی کے آئندہ اس لڑکی سے بات نہیں کرے گا

شام کا پہر تھا شاہ حویلی میں آج کھانا جلدی کھالیا گیا تھا زیشان اس وقت اوپری منزل پر بنے ٹیرس پر کھڑا ہوا تھا آنیہ اور اس کے درمیان ابھی تک کچھ ٹھیک نہیں تھا اس کے پیپر ز ہو چکے تھے مگر مجال جو اس نے ایک دفعہ بھی بات کی ہو پر بات تو اس نے بھی نہیں کی تھی نازیشان اور آنیہ ساتھ بڑے ہوئے تھے یہ بات

بھی تھی کے وہ اس سے چھ سال بڑا تھا مگر وہ اس محبت کرتا تھا اس کی عزت کرتا تھا اسے چاہتا تھا اس لیے وہ اس کے نکاح میں تھی اس کے علاوہ ایک عورت کو کیا چاہیے ہو گا بھلا

وہ اسی چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کسی نے اس کا کندھا تھپتھپایا اسے لگا جیسے آنیہ ہو

"ہیلو"

زیشان مڑا اسے علوینہ کو اپنے قریب دیکھ کر تو جیسے جھٹکا ہی لگا تھا

"آپ"

زیشان نے کہا

"ہاں کیوں۔۔۔ کوئی مسئلہ ہے"

علوینہ نے کہا

"نہیں بس ایسے ہی اس وقت کمرے سے باہر نکلنا منع ہے خاص طور پر لڑکیوں کا"

زیشان نے اسے جتانے والے انداز میں کہا

"اوہ اچھا اور لڑکوں کا نہیں ہے۔۔ ویسے تم مشرقی لوگ لڑکیوں کو چھپا کر اور دبا کر کیوں رکھتے ہو"

اس نے کہا

شاید طنز تھا مگر مقابل بھی زیشان شاہ تھا

"کیوں کے وہ خاص ہوتی ہیں"

اس نے کہا علویہ کے تو سارے جواب پورے ہو چکے تھے

"اچھا"

علویہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی اس نے اس وقت وائٹ کھلاڑاؤز اور اوپر وائٹ ہی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی

"جی"

زیشان نے کہا

"چلو میں چلتی ہوں"

اس نے کہا اور وہاں سے چلی گئی وہ اپنی مرضی سے آئی تھی اور اپنی مرضی سے چلی گئی نہ تو مقابل کو فرق پڑا اور نہ ہی اسے مگر کسی کو پڑا تھا ہاں اسے جس کو پڑنا چاہیے تھا کہیں دور سے وہ نگاہیں انہیں تک رہیں تھیں وہ دو بھوری آنکھیں جو سرخی کے باعث اب بھر چکی تھیں ان کی طرف دیکھ رہی تھیں یہ محبت بھی کیا چیز ہے ہر طرح سے صبر کروا ہی دیتی ہے

کچھ دیر کھڑا ہونے کے بعد وہ بھی اپنے کمرے میں چلا گیا تھا

آنیہ نیچے کچن میں آئی تو نازیہ بیگم نے اسے کہا کہ چائے زیشان کو دے آؤ وہ تھکا ہوا ہے وہ بس جی ہی کہہ سکی تھی اس وقت کوئی ملازم نہیں تھا کیونکہ رات بہت ہو چکی تھی ورنہ وہ اس وقت جس قرب سے گزر رہی تھی اس کا تو دل ہی نہیں کر رہا تھا کہ دشمن جاں سے بات کرے

اب وہ زیشان کے کمرے کے باہر کھڑی تھی اس نے دستک دی

"آجائیں"

فورا جواب آیا تھا وہ اندر کی طرف بڑھی واجوبیڈ پر نیم دراز تھا تھوڑا اٹھ کر بیٹھا آنیہ نے چائے اس کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور مڑنے لگی کہ اس نے پکارا

"آنی"

اف ایک یہ آواز نہ وہ چل سکی اور نہ وہ رک سکی

"بات تو سنو"

انسو کی لڑی بہہ چکی تھی اس کا رخ زیشان کی طرف نہیں تھا وہ رخ موڑے کھڑی تھی جانے کے لیے

"آنی"

وہ جانے لگی کے اس نے آنیہ کی کلائی تھامی اور اسے اپنے سامنے بیٹھا مگر وہ کہاں سننے والی تھی وہاں سے اٹھی اور باہر کی جانب بڑھ گئی زیشان نے اس کا بازو پکڑا اس وقت وہ دونوں اوپری منزل کی راہ داری میں کھڑے تھے

"مسئلہ کیا ہے"

زیشان نے کہا تو آنیہ نے پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا مگر خاموش رہی اور اس کی یہی خاموشی اس کے شوہر کو غصہ دلانے کے لیے کافی تھی

"یہ کیا بد تمیزی ہے آنیہ"

زیشان نے کہا وہ سنجیدہ تھا

"جو میں کروں وہ بد تمیزی اور جو آپ کریں اس کا کیا۔۔ ہاں بولیں"

آنیہ تو جیسے پھٹ پڑی تھی

"آواز نیچی رکھو اپنی"

زیشان نے سنجیدگی سے کہا

وہ دونوں کچھ فاصلے سے مگر ایک دوسرے کے قریب کھڑے تھے صحیح کہتے ہیں رشتہ ازدواج بہت نازک ہے اس رشتے میں ذرا سی غفلت ایک خاندان کی تباہی کا باعث بنتی ہے

"اگر نہیں رکھوں گی تو کیا کر لیں گے"

اس نے کہا یہی تو سب سے بڑی غلطی ہے عورت کی ایک مرد کی انا کو لکارنا ایک عورت کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے بات یہ نہیں کہ عورت کی عزت نہیں ہوتی یا اس کی انا نہیں ہوتی مگر جب عورت مرد کی انا کو ٹھیس پہنچاتی ہے تو اس کا منفی اثر عورت پر ہی ہوتا ہے مرد کا تو کچھ نہیں بگڑتا وہ تو اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاتا ہے اور جب اس عورت کو یاد کرتا ہے تو اسے ہی غلط سمجھتا ہے اور جب عورت اپنی زندگی آگے بڑھتی

ہے تو اس مرد کو یاد کرنے پر غلطی اسے اپنی ہی لگتی ہے تب وہ سوچتی ہے کہ یہ ناکرتی تو وہ ناہوتا کیونکہ عورت جذبات میں آکر ناجانے کیا کر جاتی ہے اس لیے تو

رسول صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا

"جس قوم کا مستقبل ایک عورت کے ہاتھ میں ہو تو وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتی"

کیونکہ ایک عورت جذبات میں آکر فیصلہ کرتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ اس فیصلے سے سب خوش ہو جائیں مگر یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ ایک فیصلے سے سب خوش نہیں ہوتے کسی ناکسی کو کسی ناکسی بات پر کوئی تو اعتراض ہوتا ہی ہے

اور ایک مرد جب فیصلہ کرتا ہے تو اس فیصلے میں جذبات شامل نہیں ہوتے وہ بس فیصلہ کرتا ہے وہ کسی کو خوش نہیں کرتا

"تمیز سے بات کرو آنیہ شوہر ہوں میں تمہارا"

اس نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی

"اسے لیے تو چپ ہوں اب تک"

اس نے کہا اور گزرنے لگی کہ وہ اس کے سامنے آیا

"جواب دے کر جاؤ گی تم"

اس نے آنیہ کی بازو زور سے پکڑ کر کہا آنیہ کو درد ہونے لگی تھی

"مجھے درد ہو رہی ہے چھوڑیں مجھے جائیں اس علوینہ کے پاس"

اس نے کہا آنکھیں جو رونے کو بے تاب تھیں بہہ چکی تھیں زیشان نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اسے ہنسی آنے لگی کہ یہ چھوٹی سی لڑکی کیا سوچ کر بیٹھی ہوئی ہے

"آنہیہ یار میں تو بس اس سے بات کر رہا تھا"

زیشان نے کہا اور ساتھ ہی ایک قہقہہ لگایا آنیہ نے اس کی طرف نظر بھر کر دیکھا اور پھر نظریں جھکا گئی

"اچھا سوری میں آئندہ اس سے بات نہیں کروں گا"

زیشان نے کان پکڑ کر بھرپور انداز میں کہا

"ہمم اور جو ڈانٹا تھا اس کا کیا"

آنیہ نے کہا چہرہ جھکا ہوا تھا

"وہ تو میرا حق ہے نا"

زیشان نے کہا

"آئندہ نہیں ڈانٹیں گے نا"

اس نے کہا

"نہیں ڈانٹوں گا ایسا کیا کرو جب میں ڈانٹا کروں تو تم مجھے ڈانٹ لیا کرو"

زیشان نے مسکرا کر کہا

"یہ ٹھیک ہے"

آنیہ نے کہا تو وہ دونوں ایک ساتھ ہنس دیے کہیں دور سے کوئی انہیں اتنا خوش دیکھ کر خوش ہوا تھا اور دل ہی دل میں ان کے لیے دعا گو بھی تھا

"چلو اب جاؤ کافی رات ہو گئی ہے"

زیشان نے کہا تو آنیہ نے اس کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی

راہ داری کے آخر میں دیوار کی اوٹ میں کھڑے کریم شاہ جو کچھ دیر پہلے آئے تھے جب وہ اسے منانے میں مصروف تھا تو وہیں رک گئے وہ خوش تھے انہیں اپنی محبت نہیں ملی تھی پر وہ آج بھی محبت کرتے تھے

محبت کبھی بھولائے نہیں بھولتی شرط یہ ہے کہ سچی ہو

وہ بھی سچی محبت کرتے تھے مگر کیا ہوا انہیں ان کی محبت نہیں ملی ضروری تو نہیں کے ہر محبت حاصل ہو کچھ محبتیں لا حاصل بھی ہوتی ہیں جیسے ان کی تھی مگر کوئی غم نہیں تھا انہیں کیونکہ محبت وہ ہوتی ہے جو ہمیشہ کی جائے کچھ دیر کے لیے کہہ دینا کے محبت ہے اور پھر جب ناملے تو کہنا کے محبت بے وفا تھی بے وفا کوئی نہیں ہوتا بس ہم ہی ہوتے ہیں جو ہر محبت میں حاصل اور وفا چاہتے ہیں کچھ محبتیں ایسی بھی امر ہوئیں جو لا حاصل بھی تھیں مگر اب کیا انہیں بے وفا کہہ دیا جائے نہیں یہ نہیں ہو سکتا

آج انہیں آئے دو ہفتے ہو چکے تھے علوینہ حارث کی توجہ حاصل کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر اس نے بھی ایک عمر گزاری تھی وہ ایک سمجھ دار اور میچور مرد تھا عمر زیادہ نا تھی اس کی وہ چھبیس سال کا ایک خوبرونو جوان تھا وہ سب کچھ سمجھتا تھا وہ بس اپنی بیوی سے ہی محبت کرتا تھا پر

یہ بات بھی سچ ہے کہ چاہے مرد شادی شدہ ہے کہ نہیں وہ دوسری عورتوں کی طرف متوجہ ضرور ہوتا ہے پر یہ بات بھی ہے کہ ایک عورت کو چاہیے کہ اپنے مرد کو خوش رکھے اسے وقت دے تاکہ وہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور مرد کو بھی چاہیے کہ اپنی عورت کو خوش رکھے مگر آج کل کے لوگ مکافات کو بھول گئے ہیں کہتے ہیں کہ مرد اپنی جوانی میں اپنے اعمال سے اپنی بیٹی کے نصیب لکھتا ہے

اپنی بیوی کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمہارا داماد تمہاری بیٹی کے ساتھ رکھے

کیا کوئی باپ ایسا بھی ہے جو چاہتا ہے کہ اس کا داماد اس کی بیٹی کو خوشیاں نادے اس کی خواہشیں پوری کرے اس کے نخرے نا اٹھائے مگر باپ تو باپ ہوتا ہے ناباں ایک ایسا عظیم رشتہ ہے جو اپنی اولاد کو بھرپور سایہ شفقت دیتا ہے اپنی بچوں کو خواہشیں پوری کرتا ہے ان کے لیے کماتا ہے ان کے لیے محنت کرتا ہے کون کہتا ہے کہ دھوپ میں کی گئی محنت اور اے سی کے کمرے میں بیٹھ کر کی گئی محنت برابر نہیں محنت تو محنت ہوتی ہے نا کیا اس سب سے اولاد کے لیے پیار کم ہو جاتا ہے کبھی بھی نہیں ایک باپ کا پیار اپنی اولاد کے لیے کبھی بھی ختم نہیں ہوتا

حوالی میں سب کچھ معمول پر تھا سوائے ماہ کے اس کے ساتھ تو جیسے قسمت کھیل ہی کھیل رہی تھی پر وہ بہتر جانتا ہے کہ کسے کیا دینا ہے اور کس وقت دینا ہے

عافیہ اور آئمہ کے سسرال والے کچھ روز پہلے تاریخ لے کر جا چکے تھے ان دونوں کا نکاح آگے پیچھے پر ایک ہی دن رکھا گیا تھا ایک کا ظہر کے وقت اور ایک کا عصر کے وقت پر اس بات پر سدرہ بیگم حصہ ڈالے بغیر نارہ سکی تھیں انھوں نے کہا کہ میری علوینہ کے لیے بھی کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈو لیکن اس وقت داجان اور بی جان نے ان کی بات کسی اور وقت کے لیے ٹال دی پر یہ ٹال مٹول بھی آخر کتنی دیر تک کامیاب ہوتی

آنیہ سے حارث کو پتہ چلا تھا کہ ماہ کو اس دن سے ہی بہت تیز بخار ہے اور حارث نے بھی کئی دنوں سے اپنی بیوی کو نہیں دیکھا تھا وہ کوٹر کی طرف بڑھا اس نے اس کے کمرے کے باہر جا کر دروازے پر دستک دی وہ باہر کھڑا تھا کہ ایک نوکرانی وہاں سے گزرتی ہوئی بولی

"شاہ صاحب کچھ چاہیے"

حارث نے رخ موڑ کر انھیں دیکھا وہ کئی سالوں سے وہاں کام کر رہی تھیں

"جی نہیں"

حارث نے نظریں جھکا کر کہا تو وہ آگے بڑھ گئیں اب اس راہ داری میں کوئی بھی نا تھا

اس نے دوبارہ دستک دی اور اندر سے اس کی زوجہ کی آواز آئی

"کون"

ماہ نے پوچھا

"حارث شاہ"

اس نے جواب دیا

ہم خاک نشین تو شاہ بیا

ہمیں تیری دید کی چاہ بیا!

اک شام پلٹ کر دیکھ ہمیں

ہم بیٹھ گئے تیری راہِ پیا!

چل آ کر مل اک بار ہمیں

پھر دیکھ بھی مت تو خواہ پیا!

ہم اشک بہائیں مجلس میں

مسجد مسجد، درگاہ پیا!

پڑھ شعر ہمارے داد بھی دے

چل 'آہ' نا کر، کر 'واہ' پیا!

ہم آپ تماشہ بن بیٹھے

یوں بیٹھ کے تیری راہ پیا!

ترے حجر میں سارے رنگ جلے

بس رہ گیا رنگ سیاہ پیا!

کہ خاک میں پلنے والے ہم

کہ شاہ جہاں، تم شاہ پیا!

تیرا عشق عبادت جیسا ہے

چل چھوڑ ثواب گناہ پیا!

ایسے جیسے لمحہ ٹھہر گیا ہو

لہجے میں کتنا اعتماد تھا اس کے

ہر اداسے شہزادہ ہی لگتا تھا

(از خود)

ماہ نے درازہ کھولا

کتنی دیر بعد دیکھ رہی تھی وہ اسے کہنے کو پندرہ دن تھے لیکن یہ کسی صدی سے کم ناتھے اس کے لیے کالی شلواری قمیض کے اوپر کالی ہی چادر لیے داڑھی مونچھیں ہمیشہ سے تراشی ہوئیں اپنی بھرپور مردانہ وجاہت لیے وہ کوئی شہزادہ معلوم ہوتا تھا مگر اس کا بھی حسن کم ناتھا چہرہ ہمیشہ کی طرح حجاب کے ہالے میں تھا گلابی

گال اور سفید چہرہ جس کا رنگ اب ماند پڑ چکا تھا مگر پھر بھی خوبصورتی اور خوب سیرتی چھپائے نہیں چھپتی وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہٹھک گئے تھے ایک پل کو

"اندر نہیں بولاؤ گی"

میر حارث شاہ نے کہا

"کوئی دیکھ لے گا آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا"

وہ اندر آیا تو ماہ نے کہا

"تو دیکھ لے میں کوئی بر اکام تو نہیں کر رہا نا اپنی بیوی کی خیریت ہی معلوم کر رہا ہوں"

حارث نے کہا اس کے ہر ایک لفظ سے ماہ زماں کے لیے محبت واضح ہوتی تھی

"میں ٹھیک ہوں اب آپ جائیں"

ماہ نے ناراضگی ظاہر کی اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا ایسے بولنے کا پر دل میں کہیں ایک گلہ تھا

"میری بیگم ناراض ہے مجھ سے"

حارث نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا

وہ خاموش رہی

"چلو یہ تو بتاؤ کہ اس بندہ ناچیز سے غلطی کیا ہوئی ہے"

حارث نے پوچھا

"کوئی بھی نہیں بس ایسے ہی میں ٹھیک ہوں میرا بس ڈر لگ رہا ہے"

ماہِ زماں نے کہا چہرہ اٹھا ہوا مگر ہمیشہ کی طرح نگاہیں جھکی ہوئی تھیں

"کس سے ڈر لگ رہے ہے"

حارث نے پوچھا اور اس کا ہاتھ تھاما

"شاہ۔۔۔"

اس نے کہا اور رکی آنکھیں جو بہنے کو تیار تھیں بھر آئیں اور آنسو باڑ توڑ کر باہر آ گئے

"میں پہلے ہی اپنا بہت کچھ کھو چکی ہوں پر اب مزید کسی کھونا نہیں چاہتی"

اس نے کہا اور زار و قطار رو رہی تھی نا جانے کتنی باتیں تھیں اس کے دماغ میں جو وہ سوچتی تھی

"پہلے امی پھر بابا جان اور اب آپ میں نہیں کھونا چاہتی مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں بہت دور چلی جاؤں گی آپ سے پتہ نہیں کیوں"

وہ بولی اس کے یہ الفاظ اس کی دوری کا سن حارث پر کیا گزری تھی یہ بس وہی جانتا تھا حارث نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے ہمیں لیا اور کہا

"تمہیں کیوں ڈر ہے کیا تمہیں میں ایسا لگتا ہوں کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا میرا حارث شاہ کبھی بھی اپنی بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا ہے خدا گواہ ہے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے اسی لیے تم میرے نکاح میں ہو فکر نہیں کرو میں تمہارا ہی ہوں"

حارث نے کہا اور اس کے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر سہلایا

"پکا"

ماہ نے پوچھا

"ہاں پکا"

وہ بولا

"آپ نہیں جانتے شاہ آپ کا میرے دل میں کیا مقام ہے"

اس نے دل میں کہا ایک لڑکی ہمیشہ ہی ایسی ہوتی ہے اپنے دل کی باتیں کبھی اتنی جلدی کسی پر آیاں نہیں کرتی

"بچہ۔ لو ٹھیک ہے میں چلتا ہوں اپنا خیال رکھو اور فکر نہیں کرو کچھ نہیں ہوگا"

حارث نے کہا اور اس کا گال تھپتھپا کر چلا گیا پر اس کی خوشبو اب وہیں تھی

اب ماہ خوش تھی عورت ایسی ہی ہوتی ہے مرد کی تھوڑی سی توجہ چاہیے ہوتی ہے اسے اور وہ خوش ہو جاتی ہے

"نور"

حمزہ کال پر بات کر رہا تھا بات کرنے کا بعد اس نے فون بیڈ پر پھینکا اور نور کو پکارتا ہوا باہر آیا

"جی"

نور نے کچن سے آواز دی تو وہ کچن میں آگیا

"یار نور وہ حارث"

حمزہ کو تقریباً سانس چڑ گیا تھا

"حارث نے اپنی بہنوں کی شادی پر انوائٹ کیا ہے حویلی میں داجان نے بولا یا ہے عافیہ اور آئمہ کی شادی ہے"

حمزہ بہت خوش تھا آخر کتنے سالوں بعد وہ اپنوں سے ملنے جا رہا تھا

"داجان مان گئے"

نور نے پوچھا

"ہاں یار مان گئے میں بہت اکسائیڈ ہوں نور ر"

اس نے نور کو گول گھمایا تو نور نے اسے گھور ہاؤ دوبارہ کمرے میں چلا گیا اور نور مسکرا کر رہ گئی

حمزہ ملک کے والد ملک شاہ شاہ عالم کے بھتیجے تھے داجان کے بھائی اور بھابھی کی وفات کے بعد ملک شاہ بھی حویلی میں ہی رہتے تھے پر ان کا شہر آنا جانا بہت تھا انھیں یونیورسٹی میں ایک لڑکی پسند آئی اور انھوں نے شادی کر لی داجان نے ان کے اس انتہائی قدم پر انھیں گھر سے نکال دیا ایک سال بعد ان کا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ملک شاہ نے حمزہ ملک رکھا حمزہ کو یہ سب اپنی ماں سے پتہ چلا تھا اس نے حویلی جانے کی کوشش کی پر داجان کی حویلی کی پرانی روایتیں

تاریخ طے تھی اور اب حویلی میں تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں سب خوش تھے اس وقت سب دوپہر کے کھانے کے بعد لاؤنج میں جمع تھے حویلی کے سب لوگ اس وقت یہاں تھے سوائے ماہ کے

"میں کیا سوچ رہی تھی عالم بھائی علوینہ کے فرض سے بھی سبکدوش ہو ہی جاؤں"

انہوں نے بات شروع کی تو سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا سوائے ان کے جو اس سب سے انجان تھے

"بلکل ہم اپنی بیٹی علوینہ کے لیے اچھا سار شہہ تلاش کریں گے"

بی جان نے بات گول کی

"ارے بھابھی جب رشتہ گھر میں ہی ہو تو کہیں اور جانے کی کیا ضرورت ہے کیوں عالم بھائی"

سدرہ بیگم بھی شاید سوچ کر بیٹھی تھیں کے بات کر کے رہیں گی

"کیا مطلب پھوپھی جان"

کمال شاہ نے پوچھا ادا جان اور بی جان تو اب خاموش ہو چکے تھے

"ارے بھئی اپنے حارث اور علوینہ کی شادی کی بات کر رہی ہوں کیوں حارث"

سدرہ بیگم نے یہ ہم پھوڑ ہی دیا تھا آخر

"کیا مطلب ہے آپ کا

حادثہ اٹھ کھڑا ہوا تھا

"حادثہ اپنے کمرے میں جاؤ"

بی جان نے کہا تو حادثہ نے مزید کچھ کہنے کے لیے لب واکبے کے زیشان نے اس کا بازو پکڑا اور اسے
سیڑھیوں تک لے آیا

"اسے کیا ہوا"

سدرہ بیگم نے کہا

"کچھ نہیں بچہ ہے نا تو بس ایسے ہی"

بی جان نے کہا

"ہاں چلو خیر اعتراض تو نہیں ہے نا کسی کو"

آنیہ کو ان کی بات اس وقت کسی زہر سے کم نہیں لگی تھی

"حارث مان جائے تو پھر آپ کو جواب دیں گے اب زندگی تو بچوں نے گزارنی ہے نا"

بی جان نے کہا

"ہمم سہی کہتی ہوشہناز"

سدرہ بیگم نے کہا

حویلی میں یہ خبر آگ کی طرح پھیلی تھی اور ماہ کار و رو کر برا حال تھا وہ جتنا صبر کرتی اسے اتنا ہی آزمایا جا رہا تھا
خیر وقت بھی ایک سا نہیں رہتا

آئمہ اور عافیہ کی شادی کی تاریخ نزدیک آرہی تھی حارث کے انکار کے بعد سب جان چکے تھے کہ ماہ
حارث کی بیوی ہے اور ماہ دوبارہ حویلی شفٹ ہو چکی تھی دا جان نے آنیہ اور ماہ زماں کی رخصتی بھی ساتھ
کرنے کو کہا تھا

اس سب کے بعد علوینہ اتنی آسانی سے چپ کیسے بیٹھ جاتی وہ چپ رہنے والوں میں سے نہیں تھی وہ چپ کروا ضرور دیتی تھی شاہ حویلی میں شادی کی تیاری زور و شور سے جاری تھیں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اب بس اس دن کا انتظار تھا علوینہ ہر وہ کوشش کر رہی تھی جس سے وہ حادثہ کے قریب ہو جائے سچ کہتے ہیں عورت فتنے سے کم نہیں وہ کئی بار ہر وہ کام کرتی ہے جسے وہ اپنے آپ کو تسلی دے سکے اور کئی بار وہ کام کرتی ہے جس سے دوسروں کو تسلی دے سکے جہاں عورت اچھی ہے وہاں بری بھی ہے

"تم جاؤ"

علوینہ کچن میں گئی اور کام والی کو باہر بھیج دیا کام والی جو کے یہاں بہت دیر سے ملازمت کر رہی تھی اسے علوینہ کی حرکتیں مشکوک لگتی تھیں وہ باہر چلی گئی تھی پر نظر اس کی علوینہ کی ہر چیز پر تھی

کچھ دیر بعد علوینہ کچن سے باہر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک دودھ کا گلاس تھا وہ دودھ کا گلاس لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھی اور آنیہ اور ماہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تو وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی

آنہ نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر دودھ کے گلاس کو علوینہ ماہ کے پاس گئی جو بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی وہ شاپنگ دیکھ رہی تھی جو ابھی ابھی حویلی کی عورتیں کر کے آئی تھیں

"ہائی کیسی ہو ماہ"

علوینہ سے ماہ کی یہ دوسری ملاقات تھی پہلی بس سرسری تھی جب وہ حویلی آئی تھی

"میں الحمد للہ ٹھیک آپ کیسی ہیں"

ماہ نے کہا

"میں ٹھیک ہوں اور یہ دودھ لائی ہوں تمہارے لیے بہت بیمار تھی نا تم تو اب یہ دودھ پی لو ویکنئیس کم ہو جائے گی"

علوینہ نے کہا ماہ کو اس وقت اس کا لہجہ بہت عجیب لگ رہا تھا

"جی کیوں نہیں"

ماہ نے گلاس اس کے ہاتھوں سے لیا تو علوینہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی اس سے پہلے کے وہ پی تی آنیہ بولی

"بھابھی"

ان دونوں نے اسے دیکھا

"میرا مطلب ہے ابھی پہلے کھانا کھالیں پھر پی لیجیئے گا"

آنیہ نے اس سے گلاس لے کر ٹیبل پر رکھا

"ہاں یہ بھی ہے"

ماہ نے کہا

"اوہ کوئی بات نہیں پر پی لینا ہاں"

علوینہ نے کہا اور کڑی نظر آنیہ پر ڈال کر باہر چلی گئی

علوینہ کالایا گیا دودھ وہیں پڑا تھا علوینہ کے پیچھے آنیہ بھی کمرے سے کھانا لانے کا کہہ کر نکلی آنیہ کے نا آنے پر ماہ وہ دودھ کا گلاس پی چکی تھی

ماہ دودھ پی کر لیٹی ہی تھی کے کمزوری محسوس ہونے لگی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو گلے میں درد ہونے لگی ایسے جیسے اس کی جان نکل رہی ہو شاید اتنی ہی ہوتی ہے انسان کی زندگی اب اس کے منہ سے جھاگ بہہ رہی تھی اس نے واشر و م جانے کے لیے اٹھنا چاہا لیکن جسم میں جان نا تھی

کمرے کا دروازہ کھلا زیشان جو آنیہ کو بلانے آیا تھا ماہ کو ایسے دیکھ کر پریشان ہو گیا اس نے فوراً اونچی آواز میں
کمرے سے باہر نکل کر آنیہ کو پکارا

آنّیہ سیڑھیاں تیزی سے پھلانگتی جب پہنچی تو زیشان کو ایسے دیکھ کر اندر کی جانب بڑھی حارث جو ابھی
زمینوں سے واپس آیا تھا اوپر کی جانب کیا ناٹلا بیگم اور عالیہ بیگم بھی اپر کی جانب بڑھیں

"بھابھی ماہ بھابھی اٹھیں"

آنّیہ نے اسے اٹھانا چاہا لیکن اب وہ بے ہوش ہو چکی تھی زیشان دروازے کے پاس کھڑا تھا حارث اندر گیا تو
اس نے دیکھا وہ پریشان ہو گیا تھا اسے لگا تھا کہ اس کی زندگی اس سے دور جارہی ہو

"مجھے لگتا ہے کہ میں آپ سے دور چلی جاؤں گی"

ماہِ زماں کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے

"زیشان گاڑی نکالو"

حادثہ نے کہا اور ماہ کی طرف بڑھا

"حمزہ بتاؤ یہ بھی رکھوں"

نور حمزہ سے پوچھ رہی تھی وہ پیکنگ کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ اسے پوچھ بھی رہی تھی

"ہاں رکھو"

حمزہ نے کہا وہ موبائل پر مصروف تھا

"کیا رکھو دیکھا ہے نہیں"

نور نے کہا اور اس کے ہاتھ سے موبائل لیا

"اچھا یا رکھ دو جو دل کرے مجھے کام کرنے دو"

حمزہ نے جھنجھلا کر کہا

"ٹھیک ہے اب مجھ سے بات مت کرنا"

نور نے کہا اور کمرے کی طرف بڑھی

"اف"

حمزہ نے اکیک سانس ہوا کے سپرد کی

وہ لوگ ماہِ زماں کو ہاسپٹل لے کر آئے تھے ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے حارث بہت حیران تھا
کے حویلی میں اسے زہر کون دے سکتا ہے زہر اس کے آدھے جسم میں پھیل چکا تھا اب ڈاکٹر نے دعا کرنے
کو کہا تھا

شاہ حویلی میں سب پریشان تھے زیشان نے آنیہ کو فون کر کے بتایا تھا کہ ماہ کو زہر دیا گیا ہے اور آنیہ کا رخ
اب علویہ کی طرف تھا

"تمہیں شرم نہیں آتی"

آنیہ نے علویہ سے کہا جو کے حویلی کے باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی

"کیا مطلب"

علوینہ انجان بنی

"ہاں تمہیں کیسے پتہ ہونے لگا شرم کا مطلب تم تو ہو ہی بے شرم کچھ حیا ہی کر لیتی کسی معصوم کو زہر دینے سے پہلے"

آنیہ نے کہا

"اوہ وہ۔۔۔"

وہ رکی

"تو کیا ہو امری تو نہیں نا"

اس نے سفاکی سے کہا

"تم رکومیں سب کو بتاؤں گی کے تم ہو سفاک قاتل"

آنیہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی

"ہن یہ بتائے گی"

علوینہ نے کہا اور ایک ادا سے اپنے بال جھلائے اور پھر چلنے لگی

یہ محبت نہیں تھی یہ ضد تھی ایک طرف وہ تھی جو سچ میں محبت کرتی تھی پر اب صبر کر چکی تھی اور ایک یہ
تھی کے اپنی ضد کو محبت کا نام دے رہی تھی یہ محبت نہیں ہوتی

کیا محبت نا ملے تو اسے پانے کے لیے برے کام کرنے چاہیں نہیں ہر گز نہیں پھر یہ محبت تو نا ہوئی محبت ملے یا نا
ملے کبھی ختم نہیں ہوتی بس دور ہوتی ہے

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اب چاہے وہ آپ کے محبوب کا محبوب ہی کیوں نا
ہو

ہم بھول جاتے ہیں کہ کوئی ذات مطلق اوپر بھی بیٹھی ہے جو سب کچھ دیکھ رہی ہے وہ کتنی مہربان ذات ہے جو ہمیں دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتی بس ایک سبق دیتی ہے اب وہ سبق ہماری بربادی کا باعث بنے یا خوشحالی کا اس کا انحصار ہمارے اعمال پر ہوتا ہے

بے شک وہ ظلم نہیں کرتا بلکہ ہم ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں

بے شک یہ دنیا مکافات ہے جو بویا ہے وہ کاٹنا تو پڑتا ہی ہے ناعلویٰ اب بوچکی تھی کانٹے کا وقت قریب تھا

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت

میں گیا وقت نہیں ہوں کے پھر آ بھی ناسکوں

(غالب)

"سوری"

حمزہ اب نور کے سامنے بیٹھا کافی دیر سے معافی طلب کر رہا تھا

"بس کریں اب"

نور نے کہا

"اچھانا"

حمزہ نے کہا اور اب کان پکڑے

"اٹس اوکے"

نور نے کہا

"شرم تو نہیں آتی ناشوہر سے معافی منگوار ہی ہو"

حمزہ نے خفتگی سے کہا

"ہمم شوہر تو دیکھو"

نور نے کہا تو حمزہ ناراض ہونے کی ایکٹنگ کرتا صوفے پر بیٹھ گیا

"اچھا بھئی اب بس کریں ایکٹنگ سڑے ہوئے ٹماٹر لگ رہے ہیں"

نور نے کہا تو حمزہ کے لب مسکرائے پر اس نے یہ چیز نور پر ظاہر ناکی

"ہمم دیکھ رہی ہوں میں بگڑتے جا رہے ہیں آپ"

نور نے کہا

"ہاں تو اب بگڑوں بھی نا"

حمزہ نے ٹی وی آن کرتے ہوئے کہا

"جی بلکل"

نور نے کہا اور اسے زبان دیکھاتی اندر کی جانب بڑھی

جب کانچ اٹھانے پڑ جائیں تم ہاتھ ہمارے لے جانا

جب سمجھو کے کوئی ساتھ نہیں تم ساتھ ہمارا لے جانا

جب دیکھو کے تم تنہا ہو اور راستے ہیں دشوار بہت

تب ہم کو اپنا کہہ دینا بے باک سہارا لے جانا

جوبازی بھی تم جیتو گے جو منزل بھی تو پاؤ گے

ہم پاس تمہارے ہوں نا احساس ہمارا لے جانا

اگر یاد ہماری آجائے تم پاس ہمارے آ جانا

بس اک مسکان ہمیں دینا پھر جان بھی چاہے لے جانا

ڈاکڑ نے بتایا تھا کہ زہر نکال دیا گیا ہے اور اب وہ کچھ دیر میں ہوش میں آجائے گی حارث کو اب سکون کا سانس آیا تھا اسے لگا تھا کہ سچ میں وہ اس سے دور ہو جائے گی ادھر حویلی میں آنیہ، عافیہ اور آئمہ کو پتہ تھا کہ علوینہ نے زہر دیا ہے اور اب وہ لوگ آنیہ کو سمجھا رہی تھیں جو بار بار کہہ رہی تھی کہ داجان سے جبات کرے گی وہ زیشان کو آنیہ بتا چکی تھی پر زیشان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ حارث کو کچھ بتاتا جبکہ وہ اتنا پریشان ہے

ماہِ زماں کو حویلی واپس آئے دو ہفتے ہو چکے تھے وہ پہلے سے کافی کمزور ہو چکی تھی آنیہ، عافیہ، آئمہ اور زیشان کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ماہِ زماں کو زہرِ علوینہ نے دیا ہے شادی کی تیاریاں اسی زور و شور سے جاری تھیں دا جان نے پوری تفشیش کروائی تھی کہ زہر کس نے دیا ہے مگر پتہ نا چل سکی تھی وہ لوگ اگر بتا بھی دیتے تو یہ بات بے بنیاد تھی کوئی ثبوت نہیں تھا ان کے پاس یا پھر تھا مگر وہ جانتے نا تھے

تین دن بعد آنیہ، عافیہ، آئمہ اور ماہ کی مہندی تھی اور تیاری جاری تھیں حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا سب لوگ بہت خوش تھے

حمزہ اور نور بھی حویلی پہنچ چکے تھے وہ سب سے مل کر کچھ دیر لاؤنج میں بیٹھے اس کے بعد حمزہ زیشان اور حارث کے ساتھ اوپر والے ٹیرس پر چلے گئے اور نور سب لڑکیوں کے ساتھ ان کے کمرے میں۔

اس وقت وہ سب لڑکیاں بیٹھ کر باتیں کرنے میں مصروف تھیں کہ نور بولی

"اچھا تو وہ جو لڑکی نیچے بیٹھی تھی وہ کہاں ہے نظر نہیں آرہی"

نور نے علوینہ کے بارے میں پوچھا

"وہ۔۔۔ علوینہ ہے اسے تو اس حویلی میں نظر آنا بھی نہیں چاہیے"

آنیہ کے بولنے سے پہلے ہی عافیہ بولی

"کیوں؟"

نور نے حیرانی سے اس کے غصے کو دیکھ کر پوچھا

"کچھ نہیں آپ چھوڑیں"

ماہ نے بات ٹالنے کی کوشش کی

"اچھا خیر یہ بتاؤ کہ تم سب نے مہندی کب لگوانی ہے"

نور نے پوچھا اور پھر ناختم ہونے والی باتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا

حویلی کے ساتھ ساتھ سب دلہنیں بھی مہندی کے فنکشن کے لیے تیار ہو چکی تھیں ساری تقریبوں کا انتظام حویلی کے باغ میں کیا گیا تھا کیوں کہ وہ بہت وسیع تھا عورتوں اور مردوں کے الگ الگ انتظامات تھے سب دلہنیں سیٹج پر بیٹھی تھیں مہندی کی رسم جاری تھی ان سب کے لہنگے گرین اور اوپر سیلو شرٹ تھی اور ڈوپٹے سب کے گلابی تھے ماہ نے آج بھی حجاب کر رکھا تھا اس کا حجاب سیلو اور اوپر ڈوپٹہ گلابی تھا بلاشبہ وہ چاروں ہی بہت خوبصورت لگ رہی تھیں

ایک صوفے پر ماہ اور آئیہ جبکہ دوسرے پر عافیہ اور آئمہ بیٹھی تھیں ماہ کے ساتھ ایک سنگل صوفے بی جان بیٹھی تھیں نور نے بھی انتظامات میں کافی مدد کی تھی آخر کو وہ بھی اس حویلی کی بہو تھی

"ماننا پڑے گا حارث کی پسند ہے تو بڑی خوبصورت"

یہ کہنے والی کوئی اور نہیں بلکہ علوینہ ہی تھی

"شکریہ"

ماہ نے کہا

اللہ کا شکر ہے "

آنہ نے سخت لہجے میں اسے اس کی حرکت باور کروائی پر وہ بھی کہاں باز آنے والوں میں سے تھی

"تم ایک بات سمجھ لو میری مہندی کی دلہن تو حارث کی تم بن گئی ہو مگر اس کی بارات تو میرے لیے ہی آئے گی اور میں ہی اس کی دلہن بنوں گی دور رہنا سمجھی"

علوینہ نے کہا اور ایک گلاب جامن اٹھاتی وہاں سے نکل گئی اس نے یہ بات ماہ کے کان میں کی تھی ماہ بالکل ساکت رہ گئی تھی اس نے تو اس کے بارے میں ایسا سوچا بھی نا تھا پر کبھی کبھی جیسا ہم سوچتے ہیں ویسا ہوتا نہیں ہے اور جیسا نہیں سوچتے ویسا ہو جاتا ہے اور کئی دفعہ ہماری سوچ ہمارا مقدر بن جاتی ہے

سب کی رسمیں کی جاچکی تھیں ان کو کمروں میں لے جایا گیا تھا کل آئیہ اور ماہ کی رخصتی کے ساتھ ہی آئمہ اور عافیہ کا نکاح اور رخصتی تھی

سب لڑکے رسموں کے بعد حویلی کی چھت پر تھے وہ لوگ رات دیر تک اوپر باتیں کرتے رہے اور پھر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے

آج وہ دن تھا جس کا سب کو انتظار تھا آج کے دن کچھ دلوں کو ملنا تھا کچھ کو ٹوٹنا تھا شاید زندگی اسی خوشی غمی کا نام ہے انسان کبھی بھی اپنی زندگی سے خوش نہیں رہتا زیادہ کی تلاش میں تھوڑے اور مخلص رشتوں کو کھو دینا آدم زادوں میں رواج رہا ہے۔۔۔

علوینہ کی باتوں نے ماہ زماں کو بہت ڈرا دیا تھا اس کی پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اب مزید خراب ہوتی جا رہی تھی اسے نہیں پتا تھا اللہ اس کی اتنی آزمائش کیوں لے رہا ہے وہ بہت رو رہی تھی بہت زیادہ آج اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی حادثہ کو اس سے چھین لے گا

کبھی کبھی کچھ ایسا ہو جاتا ہے جس کی ہم توقع کر رہے ہوتے ہیں

اگر وہ اپنی زندگی سے اس کو نکال دے تو وہ ایک خالی قسمت کی ستائی ہوئی ایک خانزادی کے علاوہ کچھ نا تھی مگر کہتے ہیں کہ اس کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا اگر سچے اور صدق دل سے دعا مانگی جائے تو "بے شک وہ قبول کرنے والا ہے" شاید اس کی دعا بھی قبول ہو جائے

کوئی دھاگہ کھینچ پراندے کا

کوئی منکا اکشادھاری سے

کوئی ایسا بول سیکھا دینا

وہ سمجھے خوش گفتار ہوں میں

کوئی ایسا عمل کرا مجھ سے

وہ سمجھے، جانثار ہوں

کوئی ڈھونڈے کے وہ کستوری لا

اسے لگے میں چاند کے جیسا ہوں

جو مرضی میرے یار کی ہے

اسے لگے میں بالکل ویسا ہوں

کوئی ایسا اسمِ اعظم پڑھ

جو اشکِ بہادے سجدوں میں

اور جیسے تیرا دعوا ہے

محبوب ہو میرے قدموں میں

پر عاملِ رک، اک بات کہوں

یہ قدموں والی بات ہے کیا

محبوب تو ہے سر آنکھوں پر

مجھ پتھر کی اوقات ہے کیا

اور عامل سن یہ کام بدل

یہ کام بہت نقصان کا ہے

سب دھاگے اس کے ہاتھ میں ہیں

جو مالک کل جہاں کا ہے

جو مالک کل جہاں کا ہے

ہاں وہ مالک ہے وہی خالق ہے وہی ہے ہمارا حقیقی رب وہی ہماری زندگی اور موت پر قدرت رکھنے والا ہے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کب ہمارے لیے کیا اور کیوں اہم ہے کب ہمیں کیا چاہیے اسے سب معلوم ہے پر اس نے سب چیزوں کا ایک وقت مقرر رکھا ہے کچھ کا اس دنیا میں تو کچھ کا اس دنیا میں

اس کا ہم سے وعدہ ہے اور وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا اس کا اپنے نیک بندوں سے وعدہ ہے بے شک وہ خدا ہم سب کی دعائیں سنتا ہے ہمارے اعمال دیکھتا ہے اور پھر وہ ہمارا منتظر ہے

بس ہم بھول جاتے ہیں وہ تو اس سرکش کو بھی معاف کر دیتا ہے جو پوری عمر گناہ کرتا رہا ہو وہ تو کہتا ہے کہ تم ایک بار پکارو تو سہی وہ تو ہمیں اپنی رحمت کے آغوش میں لینے کو تیار ہے وہ جس نے ہمیں تمام مخلوقات سے افضل بنایا ہم اس کو فراموش کر بیٹھے ہیں وہ ہمارا خالق و مالک ہے ہمیں ستر ماؤں سے بھی سے زیادہ پیار کرنے والا تو کیا کوئی ماں اپنے بچے کے ساتھ برا کر سکتی ہے نہیں اگر ایک ماں اپنے بچے کی قسمت لکھے تو کوئی غم نا لکھے تو وہ تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے تو ہم کیوں بھول جاتے ہیں ہم کیوں مایوسی بجیسا عظیم کفر کرتے ہیں ہم کیوں مشکلات کے آگے ڈھیر ہو جاتے ہیں ہار مان لیتے ہیں کیوں کیا ہمیں یقین نہیں کیا وہ ہمیں سنتا نہیں بلکہ وہ تو سنتا ہے

"بے شک خدا سب سنتا اور جانتا ہے"

مگر ہم ہی ہیں جو کچھ نہیں جانتے بہت گناہ کرتے ہیں پھر بھی وہ معاف کر دیتا ہے کیا عظیم ذات ہے کتنا رحیم ہے وہ اس کی تو ذات ہی رحمان ہے ایک ہم ہی گناہ گار ہیں

ہم پورا دن تھک ہار کر ایک ماں کو گھر آ کر تلاش کرتے ہیں اور جب تک نظر نا آئے تو اس کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کتنی محبت کرتے ہیں ہم ماں سے لیکن وہ پروردگار عالم اس محبت سے بھی کئی گناہ زیادہ محبت کا مستحق۔۔۔۔ اگر ایک ماں اپنے بچے سے بہت محبت کرتی ہے اور اس کے لیے ہر چیز حتیٰ کے جان بھی دے سکتی ہے تو وہ تو پھر ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا مہربان ہے کیا ہم دن بھر گناہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں کھانے کو نہیں دیتا بلکہ وہ تو رحیم ہے وہ تو دیتا ہے پر ہم نہیں مانگتے ہم دیر کر دیتے ہیں وہ تو ہر وقت ہمارا منتظر رہتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے مانگ رہا ہے تو جلد یا بدیر اسے وہ چیز عطا بھی کر دیتا ہے یا اس کی بہتری کے لیے نہیں دیتا

وہ بہت رو رہی تھی وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے رب سے اپنے شوہر کو مانگ رہی تھی اپنی بہتری مانگ رہی تھی اسے لگ رہا تھا اے کے وہ اس سے دور ہو جائے گا خدا بڑا عظیم سے وہ صاحب قدرت ہے وہ سب کچھ عطا کرتا ہے

حویلی آج کا دن بہت اہم تھا صبح کا سورج نازانے کیسا ظاہر ہونے والا تھا کئی امیدوں کو ٹھیس پہنچنے والی تھی اور کئی کی امیدیں پوری ہونے کو تھیں شاہ حویلی میں معمول سے ہٹ کر آج کا ناشیہ اکھٹا نہیں کیا گیا تھا بہت سے مہمان حویلی میں موجود تھے کوئی کس وقت تو کوئی کس وقت ناشتا کرنے میں مصروف تھا

کچھ تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور کچھ رہتی تھیں دن کے دو بج رہے تھے آئمہ اور عافیہ کا نکاح ہو چکا تھا اور اب رخصتی کے لیے کچھ وقت کے بعد سب دلہنوں کو نیچھے لایا جانا تھا سب دلہنیں سرخ اور ایک جیسا لباس پہنے سج چکی تھیں

ایک شادی کا دن ہوتا ہے کے عورت کو اس کے شوہر کے لیے سجایا جاتا ہے نکاح خواں کو قبول ہے کا لفظ کہنا اتنا مشکل لگ رہا ہوتا ہے جتنا ایک دو ماہ کے بچے کے لیے بولنا پھر اس مرحلے کے بعد دستخط کرنا ایسا ہوتا ہے کے قلم کی سیاہی ختم ہو جائیگی اگر یہ الفاظ لکھ دیے

اپنی پوری زندگی ان دستخط اور ان تین الفاظ میں قید کر کے ایک نامے پر تحریر کر کے اپنے آپ کو ایک مرد کے حوالے کر دینا بہت مشکل ہوتا ہے

نکاح کرنا ہمارے پیارے نبی صلی علیہ والیہ وسلم کی سنت ہے

آنیہ، عافیہ، آئمہ اور ماہ زماں کو اس وقت ایک ہی کمرے میں بیٹھایا گیا تھا اور نور اس وقت ان کے پاس موجود تھی ماہ کے ہاتھ بار بار پسینے سے بھیگ رہے تھے کوئی ڈر اندر کی اندر کھائے جا رہا تھا

سفید حجاب کے ہالے میں وہ نقابی چہرہ بہت پریشان تھا اس نے سفید حجاب سے نفاہ بھی کر رکھا تھا اور اوپر سرخ کام دار ڈوپٹہ بھی لے رکھا تھا وہ بلاشبہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی آنیہ بھی اپنی معصومیت کے رنگ میں ڈھلی ہوئی ایک پری معلوم ہو رہی تھی عافیہ اور آئمہ بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھیں

وہ اپنے کمرے میں شیشے کے سامنے کھڑا تھا وہ کمرے میں آیا تھا کچھ دیر کے لیے اور اب وہ دوبارہ کنگھی کرنے میں مصروف تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا اندر آنے والی کوئی اور نہیں بلکہ علویہ ہی تھی حارث مڑا وہ حیران تھا جلدی کبھی ماہ اس طرح اس کے کمرے میں نہیں آئی تھی اور اس لڑکی کی اتنی جرات۔۔۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟"

حارث نے غصیلے لہجے میں کہا

"وہی جو تم کر رہے ہو"

علویہ اس تک آتی بولی اور اس کے پاس آکر کچھ فاصلے پر رک گئی

"اپنی اوقات میں رہو لڑکی اور دفع ہو جاؤ یہاں سے"

حارث نے تیز لہجے میں کہا

"اوقات اچھا سچ۔۔۔ میں تو اوقات میں ہوں پر اس گھر کے ملازموں کی اوقات تو اس گھر کے مالکوں ک تم نے کی ہے"

علوینہ کا اشارہ ماہِ زماں کی طرف تھا

"اپنی بکواس بند کرو لڑکی"

حارث اونچی آواز میں غصے سے بولا

"میں بکواس نہیں کر رہی آئی سمجھ۔۔۔ خیر تمہیں ایک بات بتانی تھی"

علوینہ اصل مدعے پر آئی۔۔۔

"پر میں تمہاری کوئی بھی بات نہیں سننا چاہتا"

وہ بھی آخر میر حارث شاہ تھا کسی کا قرض نہیں لیتا تھا

"پر میں تو بتانا چاہتی ہوں اور تب تک نہیں جاؤں گی جب تک سن نہیں لیتے تم"

علوینہ بولی

"بولو"

حارث نے اسے کہا

"ہاں۔۔۔ تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم ماہِ زماں سے شادی مت کرو"

اس نے کہا تو حارث نے اس بے وقوف کو گھورا

"اپنی بکواس بند کرو میں کوئی بھی کام کسی کے کہنے پر نہیں کرتا آئی سمجھ"

وہ بولا۔۔

"ہاں آئی مگر میں سمجھدار نہیں بننا چاہتی میں بس یہ چاہتی ہوں کہ تم اس ماہ سے شادی نہ کرو اور مجھ سے کرو شادی"

کتنا عجیب اور سفاک لہجہ تھا اس کا

کبھی کبھی رشتوں کے معاملے میں عورت بہت سفاک اور جذباتی ہو جایا کرتی ہے اسے پھر کچھ نظر نہیں آتا

"میں تم جیسی بد تمیز اور بد لحاظ عورت سے شادی نہیں کر سکتا اور رہی ماہ کی بات تو اس کا مقابلہ تم اپنے ساتھ نا ہی کرو تو بہتر ہے"

حارث نے اپنے ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے کہا

وہ سہی کہہ رہا تھا مرد ایسے ہی ہوتے ہیں وہ چاہے کسی عورت سے محبت ہی کیوں نہیں کرتے کبھی بد تمیزی برداشت نہیں کر سکتے انھیں اپنی من پسند عورت چاہیے ہوتی ہے جو ان کی پسند پر پورا اترے۔۔۔۔۔ مرد کبھی بد لحاظ اور بد تمیز عورت کو پسند نہیں کرتے

"اگر تم نے ایسا نا کیا تو میں اپنی جان دے دوں گی حارث"

علوینہ نے کہا

"تو دے دو مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا"

حارث نے نہایت پر سکون انداز میں کہا

"ذرا فرق نہیں پڑے گا تمہیں میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو"

علوینہ اس کی طرف بڑھی اور اس کا کالر پکڑ کر بولی حارث نے اس کے ہاتھ پیچھے کیے اور اسے دھکا دیا

"تم اتنا گر سکتی ہو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا"

حارث نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا

بچھڑ کر پھر ملیں گے یقین کتنا تھا

تھا تو خواب لیکن حسین کتنا تھا

وہ مجھے چھوڑ گیا میرے زوال سے پہلے

حسین تو تھا ہی زمین کتنا تھا

حویلی سچی ہوئی تھی وہ سیڑھیوں سے اترتا ہوا کوئی شہزادہ معلوم ہو رہا تھا کتنا حسین تھا وہ۔۔۔۔

علوینہ سچ میں اس کے حسن پر مری تھی اور یہ حسین مرد ماہ زماں کا مقدر تھا

وہ نیچھے اتر رہا تھا

ابھی کچھ سیڑھیاں باقی تھیں کے پیچھے سے ایک اونچی اور نسوانی آواز آئی وہ آواز کسی اور کی نہیں بلکہ علوینہ کی ہی تھی

اس نے اونچی آواز میں حارث کو پکارا تھا وہ جتنا اونچی بولی تھی حویلی میں سب کے کان اس کی آواز پر متوجہ ہوئے تھے حویلی میں موجود ہر شخص حارث اور کے پیچھے کھڑی اس لڑکی دیکھ رہا تھا وہیں اس حویلی کے لاؤنج میں بیٹھی وہ خانزادی سرخ لباس میں اپنے شوہر کا نام کسی اور عورت کے منہ سے سن کر اپنی آنکھیں سرخ کر بیٹھی تھی

حارث نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھاگتی ہوئی اس تک آئی اور بولی

"اب تو مان جاؤ"

علوینہ نے کہا وہ ایسے بول رہی تھی جیسے ان دونوں کے درمیان بہت کچھ ہو

حارث نے اسے حیران نگاہوں سے دیکھا کتنی بے وقوف عورت تھی

حارث اسے انور کرتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے آیا اور لاؤنج میں پڑے صوفوں کے پاس آتا کے علوینہ نے اس کا بازو پکڑا

"دیکھو حارث"

وہ کچھ بولتی کے حارث کا ہاتھ اٹھا اور علوینہ کا گال سرخ کر گیا

وہ جو کبھی عورت کے آگے سے نگاہیں اٹھا کر بات نا کرتا تھا آج وہ ایک عورت پر ہاتھ اٹھا چکا تھا پر غلطی اس کی نہیں تھی اس عورت کی ہی تھی

"اپنی اوقات میں رہو لڑکی"

سب حیران تھے ان کے لہجے پر سب لوگ جو بیٹھے تھے وہ اٹھ کر کھڑے ہو چکے تھے سب سن کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے

"نہیں رہوں گی اوقات میں میں کیوں رہوں ہاں۔۔۔۔"

وہ بول کر رکی اور ماہِ زماں جو ان تینوں دلہنوں کے بیچ کھڑی تھی اس کا بازو پکڑ کر حادثہ کے سامنے لائی

"اوقات میں تو اسے رہنا چاہیے تھا"

علوینہ چیخی اب حارث اور ماہ مقابل کھڑے تھے

"علوینہ"

بی جان جو کب سے اس لڑکی کو حد سے گزرنا دیکھ رہی تھیں آگے بڑھیں

"کوئی مجھے نہیں روکے گا آج اگر حارث کی شادی ہوگی تو مجھ سے ہوگی ورنہ میں اسے۔۔"

علونیہ نے کہا اور ماہِ زماں کا گلابانے لگی اس سب روک رہے تھے چھڑوا رہے تھے پروہ راضی نہیں تھی بی جان نے نالہ بیگم نے اور نازیہ بیگم نے کوشش کی مگر شاید قسمت کچھ اور ہی فیصلے کر کے بیٹھی تھی

اس کا گلاب رہا تھا اچانک سانس تھمی منظر الجھا اور وہ زمین بوس ہو گئی۔۔۔۔

حویلی کے کشادہ لاؤنج میں اس وقت جنازہ رکھا گیا تھا وہ روح اس دنیا فانی سے اب پرواز کر چکی تھی جس کا وقت مقرر تھا۔۔۔۔

ہر کسی کا ایک وقت مقرر ہے اسے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے مگر کچھ لوگ رب کو بھول کر ان دنیا کی ظاہری رنگینیوں میں کھو جاتے ہیں تو کیا وہ نہیں سنتے جو قرآن کہتا ہے "اور بے شک ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

سب لوگ حیران تھے وہ جو حویلی کچھ دیر پہلے خوشیوں میں نہائی ہوئی تھی اب وہاں سوگ سا سماں تھا کہیں دور سے نفرت بھری نگاہیں سب کو دیکھ رہی تھیں

جنازہ اٹھ رہا تھا کہیں دور سے شور اٹھتا محسوس ہوا اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اپنے پاس ناکلا بیگم کو پا کر اسے سکون ہوا وہ بے ہوش ہو چکی تھی اور پھر جو کچھ ہوا اسے معلوم نہ تھا کسے معلوم اس وقت کیا ہوا تھا۔۔۔۔

"اما"

ماہ زماں نے ہلکی سی آواز میں پکارا

"جی میری جان۔۔۔۔"

ناکلا بیگم کو تو جیسے ہارا ہوا حوصلہ واپس ملا تھا وہ اس کی طرف فوراً متوجہ ہوئیں

"اما سب کہاں ہیں یہ کیسا شور ہے"

ماہ کے سوال پر وہ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد بولیں

"بیٹھا کبھی کبھی انسان بہترین کے پیچھے بہتر کھودیتا ہے جیسے آج علوینہ نے حارث کو پاتے پاتے اپنی ہی پرورش کرنے والی نانی کو کھودیا۔۔۔۔"

ان کی اس بات سے اسے سارے واقع کی سمجھ آچکی تھی

"ماما سب ٹھیک ہو جائے گا"

وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی

"ہاں سب ٹھیک ہے بیٹے کچھ بھی غلط نہیں ہے"

انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا

ساس اچھی ملنا بھی ایک عورت کی خوش قسمتی ہوتی ہے کبھی کبھی عورتیں اپنی ہی بہوؤں کے ساتھ زیادتی کر جاتی ہیں پر چاہتی ہیں کہ ان کی بیٹی کے ساتھ کبھی کچھ برانا ہو

ایک عورت کو چاہیے کہ جیسی بہو وہ چاہے ویسی ہی تربیت اپنی بیٹی کی کرے اور جیسا کچھ بیٹی کے لیے چاہے ویسا ہی کچھ اپنی بہو کے لیے پر ہمارے معاشرے کی عورت یہ نہیں سوچتی اور پھر جب خود غرضی کی بات آئے تو اپنا نام نہیں لیتی

وہ مسلسل اس کا گلا دبا رہی تھی سب لوگ چھڑوانے میں مصروف تھے سب عورتوں کو تھوڑا پیچھے کرتا
حادثہ اس کی طرف بڑھا اور زور لگا کر اسے دور کیا اور پھر اس زناٹے دار پھپر علوینہ کا گال سرخ کر گیا
تھپر آنیہ نے مارا تھا

"تم اتنا گر جاؤ گی سوچا نا تھا زہر تو تم دے چکی تھی تو اب اس طرح کی حرکت کرو گی تم تمہیں خدا کا خوف
نہیں ہے"

آنہیہ نے ایک کے بعد دو اور مزید تھپر مارے سب شک کی حالت میں کھڑے ہو کر یہ سارا منظر دیکھ رہے
تھے کے سدرہ بیگم کو اپنی نواسی کی اس حرکت پر یقین نا آیا وہ آگے بڑھیں اور علوینہ کے منہ پر ایک اور
زناٹے دار پھپر مارا اور کچھ کہنے سے پہلے ہی زمین بوس ہو گئیں پاس کھڑے زیشان نے اپنے ایک دوست کو
بلایا جو کے حویلی میں ہی تھا

اس کے دوست نے چیک کر کے بتایا کہ وہ اب ان میں نہیں رہی تھیں

جانے والا ہمیشہ چلا ہی جاتا ہے موت کا کوئی ناکوئی بہانہ ضرور بنتا ہے کبھی کوئی بیماری یا کوئی حادثہ دراصل سب مقرر ہوتا ہے

حویلی کے کشادہ لاؤنج میں اس وقت جنازہ رکھا گیا تھا وہ روح اس دنیا فانی سے اب پرواز کر چکی تھی جس کا وقت مقرر تھا۔۔۔

سب لوگ آس پاس کھڑے ہوئے تھے اور علوینہ سب کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی وہ اپنے ماں باپ جیسی ایک نانی کو کھو چکی تھی کیا بچا تھا اب حسد، جلن اور، ایک ضد۔۔۔

عافیہ اور آئمہ کا چونکہ نکاح ہو چکا تھا انھیں رخصت کر دیا گیا تھا اور آئیہ اور ماہ زماں کو بھی ان کے اصل کمروں میں شفٹ کر دیا گیا تھا

مگر سب کو بہت افسوس تھا ان کے چلے جانے کا۔۔۔

اگر ایک عورت کسی مرد سے محبت کرے تب بھی وہ کسی سے بھی اپنے خاندان کی عزت کی خاطر اپنے باپ کی خوشی کے لیے اس کی عزت کے لیے شادی کر لیتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اگر وہ کچھ بولی تو نام سب سے پہلے ایک عورت کا ہی آئے گا کہ تربیت اچھی نہیں کی ہوگی ماں نے 'لوگ یہ نہیں سوچتے کہ تربیت تو باپ کا بھی فرض ہے پر اکثر یہ جملہ بھی ایک باپ ہی کہتا ہے

معاشرے کی بے شمار تلخ حقیقت ہیں لیکن کبھی کسی جگہ ہم ان کا سامنا نہیں کر پاتے یا کریں بھی تو سبق حاصل نہیں کرتے

ہماری زندگی میں بہت سے لوگ اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں ہر کردار کا اپنا ایک تجربہ ہوتا ہے اور ہر ایک کردار ہمیں ایک نیا سبق دیتا ہے کچھ لوگ اس سبق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عقل حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ ان کو کچھ نا سمجھتے ہوئے ان گنور کرتے ہیں بلکہ وہ تو اپنا تجربہ بتاتے ہیں کہ ہم سیکھیں مگر کہتے ہیں کہ 'بے ہدایتوں کو ہدایت صرف وہی ذات دے سکتی ہے

دنیا میں بہت سی عورتیں ہیں جو ناجانے کن کن حالات کا سامنا کرتی رہیں پر اپنی ہمت ناہاری

اللہ نے عورت کو بہت ہمت دی ہے زہنی طور پر بھی اور طبعی طور پر بھی۔۔۔ ایک عورت اپنے اندر ناجانے کتنے دکھ لے کر بھی خاموش رہتی ہے اور مسکراتی رہتی ہے اس کے برعکس مرد بھی بہت مضبوط ہوتے ہیں ان پر بھی بہت سی پریشانیاں ہوتی ہیں پر پھر بھی وہ محنت کرتے ہیں اور روتے نہیں کون کہتا ہے مرد روتے نہیں وہ روتے ہیں کیا وہ انسان نہیں۔۔۔

ہمارے معاشرے میں اگر مرد برا ہے تو عورت بھی بری ہے اور اگر عورت اچھی ہے تو مرد بھی اچھا ہے

علوینہ کو واپس دوہی بھیج دیا گیا تھا وہ خود ہی چلی گئی تھی آج ان سب کی رخصتی کو دو ماہ گزر چکے تھے اور کل ولیمہ تھا تیاریاں جاری تھیں آئمہ کے سسرال میں زیادہ لوگ نہ تھے اس کی ساس، سسر اور، دونندیں ہی تھیں ایک شادی شدہ تھی اور دوسری اپنے کزن سے منسوب تھی آئمہ کے شوہر کا نام حنان تھا وہ ایک سرکاری آفیسر تھا وہ لوگ بہت خاندانی تھے حنان نرم اور خوش مزاج تھا جس کے باعث آئمہ اس کے ساتھ بہت خوش تھی۔۔۔

کل ولیمہ تھا اس لیے وہ دونوں اس وقت شاپنگ پر آئے ہوئے تھے

"زیشان اٹھ جاؤ اب"

آنیہ جو کب سے اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ جو گدھے گھوڑے بیچ کر خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا اب تک نا اٹھا تھا دن کا ایک بج رہا تھا پر اس کے کان پر جون تک نارینگی تھی

"زشتی۔۔۔"

آنیہ نے غصے سے پکارا

"آنیہ اب تم نے مجھے اٹھایا نا تو پھر دیکھنا سونے دو یا ر"

زیشان یہ بات تیسری بار کہہ چکا تھا اور کہتے ہی کروٹ لے لیتا

"اب میں تمہیں اٹھاؤں گی نہیں تم خود ہی اٹھو گے"

آنیہ اٹھی اور اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا مطلب پنکھا اور اے سی بند کرے کے لائٹ آن کر دی اور کرٹن کھڑی کے آگے سے ہٹا دیے اور دروازہ کھول کر نیچے چلی گئی

تھوڑی سی بے سکونی محسوس ہوتے ہی زیشان نے کروٹیں بدلنا شروع کیں اور ہار کر اٹھ بیٹھا وہ جو آدھے گھنٹے بعد کمرے میں آئی تھی اسے یوں پسینے سے شرابور وائٹ ٹراؤزر اور بلیک ٹی شرٹ میں بیٹھے دیکھ کر ہنس پڑی وہ جو پہلے ہی کچھ خفت سا بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر مزید غصے میں آگیا

"آنی تم۔۔۔ تم چلی جاؤ یہاں سے"

اس نے کہا اور بیڈ سے اتر گیا وہ اس کے پیچھے آتا کے وہ وہاں سے بھاگ گئی

"حادثہ"

ماہ زماں سٹڈی میں داخل ہوئی جو کے نیچے کی راہ داری میں ہی تھی اور وہ جو کوئی فائل دیکھنے میں مصروف تھا اسے آواز دی

"Thank you"

ماہ کو چائے رکھتا دیکھ کر حارث نے کہا

"Welcome"

ماہ نے جواب دیا

"کہاں؟"

وہ پلٹنے لگی تو حارث نے پوچھا وہ فائل اب میز پر رکھ کر پوری طرح سے متوجہ ہو کر اسے پوچھ رہا تھا

"کچن میں"

اس نے مختصر جواب دیا

"تم اداس ہو"

حارث نے اس سے پوچھا

"نہیں بس ایسے ہی"

ماہ نے کہا

"تو پھر بارہ کیوں بجائے ہوئے ہیں"

اس کی بات پر ماہ مسکرائی اور نفی میں سر ہلا گئی

"تم خوش ہونا"

حارث نے یہ سوال شادی ہونے کے بعد نا جانے کتنی بار اس سے پوچھا تھا

"آپ میرا جواب جانتے ہوئے بھی کیوں بار بار ایک ہی سوال کرتے ہیں"

ماہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

"کیوں کے بدگمانی ایک بار ہی ہوتی ہے بار بار نہیں"

حارث نے کہا

"میر میں ہمیشہ سے آپ کا ساتھ پا کر خوش تھی ہوں اور رہوں گی"

ماہ نے کہا

"میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں اسی طرح خوش رکھوں جیسا میں اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے ساتھ خوش دیکھنا چاہتا ہوں"

اس نے کہا اور ماہ مسکرائی اب وہ دونوں مسکرا رہے تھے

"مجھے اب یہ سوچنے اور کہنے میں کوئی عار نہیں کے میں اپنے شوہر سے محبت کرتی ہوں ان کی عزت کرتی ہوں"

اس نے دل میں کہا حادثہ نے ماہِ زماں کی پیشانی کو چوما

"عافی"

حنید عافیہ کو ڈھونڈتا ہوا کچن میں آیا

"جی"

وہ کہہ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی جو کے اس وقت ک-چن کے دروازے پر کھڑا تھا

"ایک کپ چائے"

اس نے مسکرا کر کہا اور چلا گیا

کبھی کبھی ہماری ایک مسکراہٹ کسی کی اداسی مٹانے کے لیے کافی ہوتی ہے اور کبھی کبھی وہی مسکراہٹ کسی کے لیے زہر بھری ثابت ہوتی ہے

عافیہ خوش تھی اس نے غلطی کی تھی وہ شاید اس کی آزمائش تھی مگر اس نے اس سے سبق بھی حاصل کیا تھا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی غلطیوں سے سیکھے ناکے ان کو دہرائے

ہم سوچتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے ہماری قسمت ہی ایسی ہے جبکہ انسان اپنے برے کام دار خود ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جو تمہارے ساتھ بھلائی ہوئی وہ ہماری طرف سے اور جو برائی ہوئی وہ تمہاری طرف سے"

ہم اپنی قسمت خود نہیں لکھتے بلکہ وہ لکھتا ہے پر ہم اپنی قسمت بناتے خود ہی ہیں اپنے اعمال سے اب اعمال کیسے ہوں یہ انسان خود جانتا ہے

اور بے شک وہ بڑا کار ساز ہے وہ کچھ غلط تو نہیں لکھ سکتا ہماری قسمت میں

جیسے ہر عورت ایک جیسی نہیں ہوتی ویسے ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا۔۔

عورت کی تاریخ بھی اٹھا کر دیکھ لی جائے تو ہمیشہ اتنی ہی ثابت قدم اور صابر رہی ہے ہمارے دین اسلام میں عورت کو بہت عزت دی گئی ہے اور قرآن نے عورت کو سب سے زیادہ عزت و تکریم بخشی ہے

آج کل معاشرے میں زنا اتنا عام اور بڑھ چکا ہے کہ کسی عورت کو صحیح کہنا بھی مشکل ہے جیسے ایک مرد کو صحیح کہنا

آنہ کی شادی اس کی رضامندی سے ہوئی وہ خوش رہی عافیہ نے غلطی کر کے سیکھا مگر اس کے برعکس علویہ نے اپنی غلطی دہرائی آئمہ نے اپنے دل کو سنبھال کر اپنے نفس کو غالب نہیں آنے دیا اور عورت کے صبر کا بتایا ہاں عورت اتنی ہی صابر ہوتی ہے عورت ایک ایسی تخلیق ہے جو ایک مرد کو کسی بھی سانچے میں ڈھال سکتی ہے شرط یہ ہے کہ حکم خدا ہو ماہِ زماں جس کی ماں کے مرنے پر اسے طعنے ملے باپ کے مرنے پر چچی نے گھر سے نکال دیا اور رواتیوں کی سینٹھ بھی وہ چڑھی اس کے بعد ایک اور زیادتی نکاح والے دن اس کا

نکاح نہیں ہو سکا اس پردہ دار عورت کا بھری محفل میں کھلے عام زکر کیا گیا جس کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کے کوئی اس کے بارے میں ایسا بھی سوچتا ہے پھر ایک نامحرم کے منہ سے اپنے لیے اس کی محبت کا اقرار سننا بھی کسی عزیت سے کم نہیں ہوتا پھر بھی وہ برداشت کرتی ہے مگر اس کی ساری برداشت اور صبر کا پھل اسے اپنے شوہر کی صورت میں ملا جو اس کے ساتھ وفادار تھا اس سے محبت کرنے والا اسے چاہنے والا اسے دنیا کی بری نظروں سے بچا کر رکھنے والا۔۔۔۔۔

ہم نے اس کے گھر کو بستا ہوا دیکھا

کہیں ہستا ہوا دیکھا کہیں اجڑتا ہوا دیکھا

اک لفظ نہ کہا اس نے زبان سے اپنی

ہم نے اس کے لب نازک کو سلتا ہوا دیکھا

انجان نگری میں بھیجا گیا اس کو

کہیں انجان سے لوگوں میں اس کو رلتا ہوا دیکھا

آنکھیں بیان کرتی تھیں درد ہر اس کا

ہم نے ان نم سی آنکھوں کو مسلتا ہوا دیکھا

آزاد چڑیا کا گھراک نہیں رہتا

کہیں سورج نکلتا تو کہیں ڈھلتا ہوا دیکھا

عروج و زوال کے رنگ ہزار تھے دیکھے

کہیں باغی زمانہ تو کہیں جلتا ہوا دیکھا

خواب بھی ہزاروں تھے اس معصوم نے دیکھے

اس کی بہاروں کو خزاں میں بدلتا ہوا دیکھا

ظلم بھی وہ کرتے تھے آہ بھی نہ بھرتی تھی

ہم نے اس چاند سی صورت کو پستا ہوا دیکھا

کئی سنگسار اس کے تھے کئی طنز سا بھی کر دیتے

کئی آدموں کو اس کے در سے نکلتا ہوا دیکھا

کئی محفلوں میں پیش کی وہ جاتی تھی

کئی بار حوّا کو ہم نے سجتا ہوا دیکھا

سب رنگ اس سے ہیں کہتے ہیں یہ عالم میں

ہر رنگ کو ہم نے بلتا ہوا دیکھا

کل اس کے آدم کو ہم نے

کسی اور حوّا سے ملتا ہوا دیکھا

بڑی دیر راتوں تک اجالے میں رہتی تھی

کبھی دن اجالے میں اس کو ڈرتا ہوا دیکھا

کہیں کٹیا میں تو کہیں محلوں میں رہتی تھی

کہیں اس صنف نازک کو ہم نے بھٹکتا ہوا دیکھا

کہیں بولی سی لگتی تھی اس زنِ مجبور کی خانم

کہیں مہنگے سے داموں میں اس کو سستا ہوا دیکھا

پانچ سال بعد۔۔۔

"اما"

تین سالہ حماد دوڑتا ہوا آکر اس کی ٹانگوں سے چمٹا

"جی بیٹا"

ماہ نے اسے کہا

"ماما جانی بابا"

وہ کہہ رہا تھا کہ بابا بلا رہے ہیں

"اچھا ایک منٹ بیٹے ماما کام کر رہی ہیں نا ابھی جاتی ہیں"

اس نے کہا اور ہاتھ دھو کر خشک کر کے اسے گود میں اٹھاتی ہوئی باہر کی جانب بڑھی

"میر۔۔۔"

وہ حادثہ کے پاس جا کر کھڑی ہوئی جو کہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھالیپ ٹاپ کو گود میں رکھے کوئی کام کرنے میں مصروف تھا

"ہمم"

حادثہ نے اسے دیکھا اور پھر اپنے بیٹے کو جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا

"آپ نے بلایا ہے"

ماہ نے اس سے پوچھا

"ہاں وہ ایک چاکلیٹ دے دو مجھے چاہیے"

اس نے ماہ سے کہا تو ماہ نے حماد کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا

"میں نے تو کچھ فی کہا"

وہ معصومیت سے بولا تو ماہ کو بے حد پیار آیا

"آپ نے جھوٹ بولا"

حماد نے نظریں جھکالیں

"سوری"

اور پھر کان پکڑ کر بولا

"آئندہ نہیں کریں گے۔۔۔ آپ اگر اس طرح نہ کرتے اور ماما کو کہہ دیتے تو کیا میں نادیتی"

اس نے نہیں میں سر ہلایا اور پھر ہاں میں اس کی معصومیت پر وہ دونوں مسکرائے

"ماما میں نے بھی چاکلیٹ کھانی ہے"

ہمدان بھی حارث کے پاس آکر بولا وہ ہو بہو حماد کی کاپی تھا اللہ نے ماہ اور حارث کو دو جڑواں بیٹوں سے نوازا
تھا

"اوکے"

ماہ نے مسکرا کر کہا اور حماد کو گود سے نیچے اتارا اور پھر دونوں بچوں کے گالوں کو باری باری چوما پھر حارث نے
بھی یہ عمل دہرایا

وہ خوش تھے پر زندگی ہمیشہ ہی ایک سی نہیں رہتی اچھا برا وقت ہر کسی پر آتا ہے اور پھر ہمیں اس کے لیے تیار بھی رہنا پڑتا ہے

"ہالے یہ کیا کر رہی ہو لڑکی کتنی بار سمجھایا ہے ماں کی طرح بھوتنی مت بنا کرو اتنی پیاری تو ہو ہن"

زیشان نے اپنی اکلوتی اور ڈھیڑ سالہ بیٹی کے ہاتھ سے وہ لپسٹک لی جو کے اس نے آنیہ کے پرس سے نکالی تھی جو کے بیڈ پر ہی پڑا تھا

"ایشے کرتے ہیں۔۔"

زیشان نے بچوں کی طرح اس سے سوال کیا جس پر اس نے اپنے لپسٹک والے ہاتھ زیشان نے منہ پر لگا دیے

"ہاہاہاہا۔۔ میری بیٹی نے یہ کیا کیا بابا کو میک اپ نہیں کرنا بیٹے"

زیشان نے کہا اور پھر ہالے کے ہاتھ چومے

آئیہ جو کمرے میں داخل ہوئی تھی ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا دی

آئمہ کو اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا تھا جس کا نام اس نے عبدلہادی رکھا تھا وہ مکمل طور پر حنان کی کاپی تھا آئمہ اپنی زندگی میں خوش تھی اس نے سب کچھ بھولا دیا تھا مگر کچھ چیزیں بھولائے نہیں بھولتی۔۔۔ مگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ وفادار تھی

مرد شک نہیں کرتا یہ عادت ایک عورت خود ایک مرد میں ڈالتی ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ وفادار ہو گی تو ناتواں اس کے بیٹے کو کسی عورت پر شک کرنے کی ضرورت پڑے گی اور ناکسی طنز کی مگر جب عورت وفادار نہیں ہو گی تو وہ کیا توقع کرتی ہے کہ اس کا بیٹا کل کو کسی عورت پر مثلاً اپنی بہن بیٹی یا بیوی پر شک نہیں کرے گا پھر یہ تو ہو گا نا۔۔۔

صبر کا دوسرا نام عورت ہے عورت ہمیشہ صبر کرتی ہے چپ رہے نارہے کوشش ضرور کرتی ہے اپنے ساتھ جڑے رشتوں کو نبھانے کی کوشش بھی کرتی ہے کیوں کہ اسے گھر بنانا ہوتا ہے

عافیہ کو اللہ نے دو بیٹیوں سے نوازا تھا ایک کا نام ہر ا تھا جو کے تین سال کی تھی اور ایک ہالے کی عمر کی حنا تھی وہ دونوں بہنیں شکل و صورت سے جنید پر تھیں بس ان کی آنکھیں عافیہ پر تھیں۔۔۔۔۔ عافیہ نے غلطی کی تھی اسے سزا بھی ملی مگر وہ سنبھل گئی اس نے توبہ کر لی اور اسے اس کے بدلے اچھا اور چاہنے والا شوہر نصیب ہو گیا۔۔۔

حمزہ اور نور بھی اپنی زندگی میں خوش تھے اب وہ لوگ کبھی کبھی حویلی آیا کرتے تھے حمزہ اور نور کو اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا تھا جس کا نام انھوں نے حمید رکھا تھا۔۔۔۔۔

یہاں ہی زندگی مکمل نہیں ہوتی ہماری زندگی میں کئی موڑ آتے ہیں ہم کئی مشکلوں سے گزرتے کئی دفعہ آزمائش ہوتی ہے ہماری مگر ہمیں چاہیے کہ ہم ہمیشہ ثابت قدمی اور میانہ روی سے کام لیں۔۔۔

جیسے کہ ماہ نے ثابت قدمی سے کام لیا، نور نے پرہیزگاری سے کام لیا، آنیہ نے اپنا حوصلہ نہیں ہارا، عافیہ نے اپنی قسمت اور لوگوں کی کئی طرح کی باتوں کا سامنا کیا اور آئمہ جو خاموش رہی اور بتایا کہ عورت کو بہت سی چیزیں مجبور کرتی ہے جن میں سے ایک اس کا اپنا دل ہوتا ہے ایک اپنی ذات کی مجبوری ہوتی ہے

محض یہی نہیں ایک مرد کو کیسا ہونا چاہیے احسن جیسا ہر گز نہیں جیسے ایک عورت وفادار نہیں ویسے ایک مرد بھی وفادار نہیں کیا کوئی مرد کسی ایسی عورت سے شادی نہیں کر سکتا جو گھر سے بھاگی ہو یا اسے پھانسا گیا ہو کر سکتا ہے جب ایک مرد ایک طوائف سے شادی کر سکتا ہے تو وہ کر سکتا ہے

حادث کو وہ ملا جو اس کی قسمت میں تھا ورنہ وہ تو اس خانزادی کو جانتا تک نہ تھا مگر خدا بڑا کارساز ہے وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا اور کب بہتر ہے ہم تو بس عمل کرتے ہیں کاتب تقدیر تو وہ ہے جو سب جانتا ہے

"بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہم کچھ نہیں جانتے"

ختم شد